منتخب ابیات

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ

بھائیو! میرے کہے پر چلو میں تم کو دین کا سیدھا رستہ دکھادوں گا

شمع ہدایت

مواعظِ حسنہ کا ایک بے نظیر مجموعہ بطرزِ جدید، جو ہر عمر اور ہر مذہب کے

افراد کے لیئے یکساں مفید ہے

(از)

بشیر دہلوی

فہرست تصانیف جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور

(۱) قرآن شریف مترجم کلاں مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو قیمت مجلد
۲۲+۲۹ - کاغذ سفید ولایتی .... لعہ، لعہ

(۲) قرآن شریف متوسط (جامع المصاحف) کاغذ سفید ولایتی ترجمہ بین السطور ... عہ

(۳) غرائب القرآن ترجمہ بر صفحہ مقابل مع حواشی سفیدہ کاغذ
سفید ۵ مجلد ... و سو پیر بادامی .... للعہ، عہ

(۴) حمائل شریف کاغذ سفید (۱۶+۲۲) ترجمہ بین السطور مع فہرست
مضامین و فرہنگ الفاظ .... للعہ، عہ

(۵) دہ سورہ فی احسن صور۔ حمائل کی تقطیع۔ مترجم و محشی۔ مروجہ پنج سورہ کی جگہ یہ دہ سورہ سفر حضر میں پڑھنے کا بہت کام کا ہے .... ۱۰ ار

(۶) ادعیۃ القرآن۔ قرآن شریف کی تمام دعائیں مترجم مع ایک مفصل دیباچے کے جس میں دعا کی حقیقت اور مقبولیت وغیرہ کا مفصل حال ہے وظیفے کے لئے ایک نایاب مجموعہ ہے .... ۱۰ ار — سرورق رنگین ۱۲ ار

(۷) الحقوق والفرائض۔ حصہ اول حقوق اللہ۔ دوم حقوق العباد۔ سوم اخلاق و آداب مسائل شرعیہ کا مکمل سلیس اور سب سے بہتر مجموعہ .... عہ

(۸) اجتہاد اسلام کی حقانیت پر سب سے بہتر اور مدلل کتاب .... عہ

(۹) حیات النذیر۔ مولانائے مرحوم کی مفصل سوانح عمری۔ مع فوٹو اور دو عکسی خطوط کے .... ہے

(۱۰) نظم بے نظیر۔ مولانائے مرحوم کی کل نظموں کا مجموعہ .... عہ

(۱۱ تا ۱۳) مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح۔ عورتوں کے لئے یہ کتابیں اپنی شہرت سے محتاج تفصیل نہیں۔ ہماری چھپوائی ہوئی عمدہ کاغذ اور محشی .... فی جلد عہ

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا

ترجمہ جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے کا) رستہ اختیار کرے

نگویند از سر بازیچہ حرفے — کزاں پندے نگیرد صاحب ہوش

وگر صد باب حکمت پیشِ ناداں — بخوانند آیدش بازیچہ در گوش

شمعِ ہدایت

ڈاکٹر سٹال کی لاجواب انگریزی کتاب "وُوڈ دی چلڈرن آن سن ڈیز" ہندوستانی لباس میں

جس میں

لڑکے اور لڑکیوں کو مذہبی اور اخلاقی تعلیم ایک نئے طرز پر دی گئی ہے یعنی موجوداتِ عالم کی مادی شہادت سے ہر بات کی زندہ تصویر اس طرح سامنے کھڑی کردی ہے کہ بچوں کے دل میں نہ صرف خیالی بلکہ بدیہی طور پر اُس کی حقانیت ایسی مرتکز ہوجائے جیسے پتھر پر لکیر

مرتبہ

خاکسار بشیر الدین احمد دہلوی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس
اول تعلقہ دار (کلکٹر ضلع) پنشنر گورنمنٹ عالیہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ

سنہ ۱۳۴۰ھ م سنہ ۱۹۲۱ء

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ ٹھاکر داس اینڈ سنز طبع ہوئی

طبع اول ایک ہزار جلد — (تمام حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں) — قیمت عہ / ۱۲ خرچہ وی پی ۸/
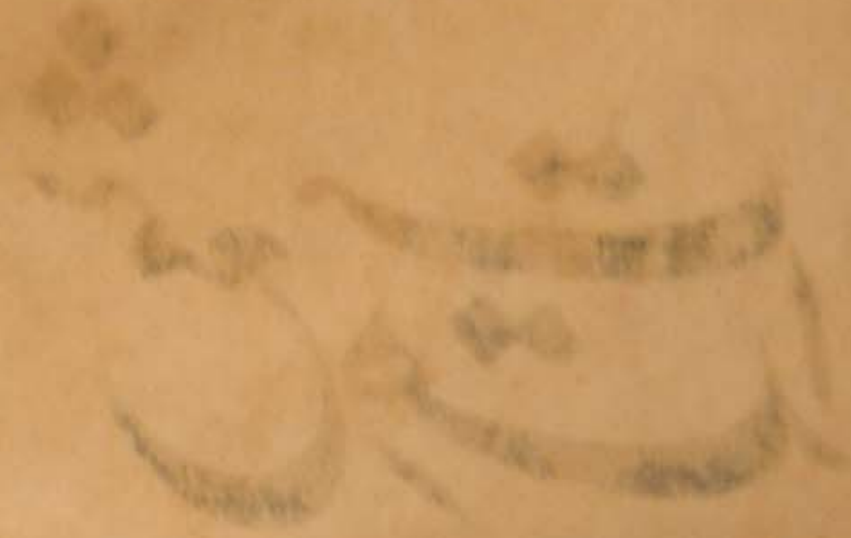
بشیر الدین احمد

انتساب

وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ

(اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے)

دونوں جہاں میں بوئے محبت ہو عطر بیز — کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا
طاعت خدا کی اور اطاعت رسول کی — یہ ہے طریقِ دولتِ دیں کے حصول کا

(داغ)

اس کتاب کے مخاطب صحیح وہ والدین ہیں جو اپنے اپنے گھرانوں کے سردھرے ہیں اور جن کے دست قدرت میں بزرگی کی فوقیت کے ساتھ سارے خاندان کی باگ ہے اور جو درحقیقت ایک ایسی مقتدر طاقت ہیں جن کو خاندان کی سرسبزی کی رُوحِ رواں کہنا بے جا نہ ہوگا مگر اس علو مرتبت کے ساتھ اُن کے ذمے خاندان کی نگرانی اور درستی اخلاق و کردار کا بڑا بھاری بوجھ قدرت نے رکھا ہے اور جو قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ[۱] کی اہم ذمہ داری سے سر نہیں اٹھا سکتے ع

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

نیز اس کتاب کی بالواسطہ مخاطب بچوں کی وہ اُٹھتی ہوئی پود ہے جن کے کورے پنڈے بوجہ معصومیت دنیا کی میل کچیل سے بالکل بے داغ ہیں اور جن کو کچی لکڑی کی طرح جدھر چاہیں جھکا سکتے ہیں یعنی جس قالب میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں ؎

چوب تر را چناں کہ خواہی پیچ — نشود خشک جز بہ آتش راست

چاہے اُن کو نیک نمونے دکھلا کر نیک اٹھائیں یا اُن کی طرف سے غفلت کر کے لاڈ پیار چاؤ چونچلوں میں اُن کے دین و دنیا کو برباد کریں ؎

چو حسنِ تربیت گردد قرینِ پاکیِ گوہر — ز رشحِ آب خیزد دُر ز مشتِ خاک نلیده

---

[۱] اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن ہوں گے آدمی اور پتھر۔

سرشتِ خاک کاں را آبِ نیساں گرچہ پاک آمد ولے از فیضِ خورشیدست کاں زر گردد ایں گوہر

بے زحمت بر دہقاں کہ در زیرِ زمیں تخمے بریزد بیخ و یابد شاخ و گیرد برگ و آرد بر

سراپا صاف شو تا روبروئے یار جا یابی کہ پیشِ خوب رویاں آئنہ منظور می گردد

اولاد خدا کی بہترین بخشش اور نعمت ہے جس سے آگے کو ہمارا نام چلتا ہے اور جسے ہم دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے والے ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ جن کی یادگار اچھی ہے اور شامتِ اعمال ہے اُن کی جن کی یادگار بُری ہے۔ اولاد خدا کی امانت ہے ہم اُس کے امین، محافظ اور نگہبان بلکہ خدمت گزار ہیں۔ پس کیا ہر ماں باپ کا فرض نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کو حتی المقدور بہتر سے بہتر اُٹھانے کی کوشش کرے؟ اس لئے ہم اس کتاب کو والدین اور بچوں دونوں کے نام دلی جوش اور خلوصِ بہی خواہی کی اُمنگ سے معنون کرتے ہیں۔

میرے دونوں بیٹے!

اَے پاک پروردگار! جس کے ہاتھ میں دلوں کی کنجی ہے اور جو جس کل چاہتا اُٹھاتا بٹھاتا ہے، تو والدین کو ایسی ہدایت دے کہ وہ اولاد کی پوری پوری سنبھال کریں اور کوئی دقیقہ اُن کے دلوں میں نیکی کی تخم پاشی کا اُٹھا نہ رکھیں اور اے مقلب القلوب اولاد کو بھی ایسی نیک توفیق دے کہ اُن میں مادہ مقبولیت ہو، وہ دنیا میں اس طرح پھولیں پھلیں کہ ماں باپ کا نام روشن کریں اور خدا کے نیک بندے کہلانے کے مستحق و سزاوار بنیں ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فہرست مضامین شمعِ ہدایت

فہرست مضامین شمع ہدایت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

(یہ تمھارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو)

حمد (۱)

خدایا نہیں کوئی تیرے سوا — اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا
تصور تری ذات کا ہی محال — کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال
تعقل میں اتنی صفائی کہاں — تفکر کو ایسی رسائی کہاں
یہاں عقل جاتی ہے آئی ہوئی — تخیل پہ ہیبت ہے چھائی ہوئی
تفکر کے جلتے ہیں پر اس جگہ — تصور کا کٹتا ہے سر اس جگہ
نہ ٹھیری کوئی ناؤ اس موج میں — نہ پہنچا کوئی تیر اس اوج میں
جلا اس ہوا میں نہ کوئی چراغ — پریشاں ہوئے دل تھکے دماغ
جو ہوتی مشابہ ترے کوئی چیز — تو کچھ کام کرتی سمجھ یا تمیز
ترا کوئی ہم جنس و ہمتا نہیں — گماں کا یہاں پاؤں جمتا نہیں
سمجھ کیا ہے اور کیا سمجھ کی بساط — سمندر سے قطرے کا کیا ارتباط
چلی بوند لینے سمندر کی تھاہ — یکایک لیا موج نے اس کو کھا

ہوئی آپ ہی گم تو پائے کیسے
بتائے وہ کیا اور جتائے کیسے

حمد (۲)

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا　　باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتا　　ہر دل پہ چھا رہا ہے رعبِ جمال تیرا

کاوش میں ہے الٰہی وگدا میں ہے طبیعی　　جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا

چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں　　ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا

گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں　　لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا

اُن کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی　　آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا

دل ہو کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھیے　　دل ہے سو چیز تیری جاں ہے سو مال تیرا

ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی　　یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا

بیگانگی میں حالیؔ یہ رنگِ آشنائی
سُن سُن کے سر دھنیں گے قالِ اہلِ حال تیرا

نعت (۱)

خلق کے سرور شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم
مرسلِ داور خاص پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ مجسّم نیّرِ اعظم سرورِ عالم مونسِ آدم
نوح کے ہمدم خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم

بحرِ سخاوت کانِ مروّت آیۂ رحمت شافعِ امّت
مالکِ جنّت قاسمِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

رہبرِ موسیٰ ہادیِ عیسیٰ تارکِ دنیا مالکِ عقبیٰ
ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم

فخرِ عیاں ہیں عرش مکاں ہیں شاہِ شہاں ہیں ہیچ زباں ہیں
سب پہ عیاں ہیں آپ کے جوہر صلی اللہ علیہ وسلم

مہر سے مملو ریشہ ریشہ نعت امیرؔ ہے اپنا پیشہ
وِرد ہمیشہ رہتا ہے اکثر صلی اللہ علیہ وسلم

نعت (۲)

حبیبِ خدا ہے محمد ہمارا	شہِ انس و جاں ہے محمد ہمارا
فلک پر گیا ہے محمد ہمارا	خدا سے ملا ہے محمد ہمارا
خدا سے ہے کم اور سب سے زیادہ	وہ جگ میں بڑا ہے محمد ہمارا
نہ پایا کوئی حق کی وحدت کا مطلب	مگر جانتا ہے محمد ہمارا
زمانے کو جس نے رہِ حق دکھائی	وہی پیشوا ہے محمد ہمارا

معظمؔ ہمیں اپنے عصیاں کا غم کیا
شفیع الوریٰ ہے محمد ہمارا

عرضِ معروض

سخت مشکل ہے کہ وقتِ جاں کنی رہتی ہے شیطاں کو فکرِ رہ زنی

کشمکش میں یاں تو اپنی جاں ہے — واں وہ دشمن درپئے ایماں ہے
سخت طوفاں ہے بلائے نزعِ روح — آپ اس طوفانِ آفت میں ہیں نوح
ایسی مشکل میں خبر لیجے مری — سیّدِ عالم مدد کیجے مری
جب تباہی میں پڑے میرا جہاز — مشکل آساں کیجیے بندہ نواز
اُس گھڑی رحم آپ کا درکار ہے — گر کرم کیجے تو بیڑا پار ہے
فکر رہتی ہے مجھے یہ روز و شب — روزِ محشر ہوں گے سب جس دم طلب
کون پوچھے گا مجھے سرکار میں — ہاتھ خالی میں چلا دربار میں
ہاتھ خالی اُس طرف جاتا ہوں میں — اور تہی دستی سے شرماتا ہوں میں
عابدوں کے ساتھ کیوں کر جاؤں میں — روسیہ ہوں مُنہ کیسے دکھلاؤں میں
باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا — آسرا واں ہے تو بے شک آپ کا

دستگیرا! دستگیری کیجیے
آبرو میری وہاں رکھ لیجیے

[illegible]

تمنائے دلی

الٰہی یہ تمنا ہے حرم کی راہ کو دیکھوں (۱) کہیں اُس دونوں عالم کی زیارت گاہ کو دیکھوں
جو تو چاہے تو میں کس خانۂ دل خواہ کو دیکھوں — نہیں جی چاہتا دنیا کے عز و جاہ کو دیکھوں
یہی جی چاہتا ہے بس کہ میں کام کو چھوڑوں — اور اس دنیائے دوں کے ہر خیالِ خام کو چھوڑوں
کبھی غم دیکھا خوشی دیکھی بھلا دیکھا برا دیکھا — نہ تھا جو دیکھنا بھی وہ اس دنیا میں دیکھا
تماشا ہم نے یاں کا خوب سا دیکھا — نہ دیکھا خانۂ کعبہ اگر تو ان آنکھوں سے کیا دیکھا

تمنا ہے کہ میرا ہاتھ ہو کعبے کا داماں ہو
تو عرضِ حالِ دل الٰہی سے بجا و چشم گریاں ہو

نکالوں دل سے حسرت جو کہ حسرتِ دلِ تمنا ہو
سیہ کعبہ کا جامہ کب ہو جو تسکینِ دلِ حیراں ہو

نہ دیکھا حالِ عُرباں جو عدم کی راہ چلتے ہیں
حرم میں جا کے دیوانوں کی ہی حسرت بدلتے ہیں

غبار آلودہ اُن کو دیکھ کر بس دل کھلتے ہیں
ہمارے دیکھے ارمان دل کے کب نکلتے ہیں

خدایا تیری رحمت سے نصیب ایسا زمانہ ہو
بشیرِ خستہ جان خستہ خاطر بھی روانہ ہو

گلستانِ حرم میں جا کے میرا آشیانہ ہو
پھر اُن لبیک کہتا اور مری صورت دوانہ ہو

تمنا ہے اب ان آنکھوں سے بیت اللہ کو دیکھوں
پھر اُس کو دیکھ کر بیتِ رسول اللہ کو دیکھوں

یہی تمنا یہ خدا سے کہیں ایسا ہووے (۲) ہند سے سوئے مدینہ مرا جانا ہووے

سر کے بھوں بال کھلے پاؤں برہنہ ہووے
گیروا رنگ گلے میں سے کرتا ہووے

خاکِ صحرائے مدینہ ہو ملی منہ پہ مرے
جاری آنکھوں سے مری اشک کا دریا ہووے

پوچھوں اس طرح سے جب میں اقدس کے قریب
یا حبیبی کا زباں پر مری نعرا ہووے

روضۂ پاک کے چوگرد پھروں میں ایسا
جیسے پروانہ سرِ شمع پہ پھرتا ہووے

جوڑ کر ہاتھ کروں عرض میں یا ختمِ رسل
حالِ خستہ پہ نظر میرے خدارا ہووے

دلِ بسمل ترے کوچے میں تڑپتا ہووے
تو بھی ہو گرمِ تماشا یہ تماشا ہووے

امریکہ کے نامور اور مشہور و نگار پادری سلوئینس سٹال کا شہرہ جو ہندوستان میں ویسا نہ ہو جیسا کہ یورپ میں ہے - وہاں اُن کی مفید کتابوں سے کوئی گھر خالی نہیں ؛ - لاکھوں کی تعداد میں چھپیں اور ہاتھوں ہاتھ

ہیں تاہم ہندوستان میں بھی کہیں کہیں نظر آجاتی ہیں مگر حیث کم النادر کالمعدوم۔ انگریزی خواں اُن سے مستفید ہوتے ہیں مگر اردو داں محروم۔ دولت لٹ رہی ہے مگر ہم مفلس اور قلاش۔ فیضِ عام کا دریا موجیں مار رہا ہے اور ہم تشنہ لب۔ ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اس حرماں نصیبی کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سرے سے علم کی قدر ہی نہیں ہے یہاں لہو و لعب۔ بٹیر بازی۔ پتنگ بازی۔ بازی بازی با ریشِ بابا ہم بازاری ناچ رنگ، تماشوں، تھیٹر۔ رنگ رلیوں سے کب فرصت ہے جو اس طرف رخ کریں۔ ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

رہے غریب اُن کو پیٹ کے دھندے ہی سے نجات نہیں ملتی وہ بیچارے حصولِ علم کے لیئے سر پٹخیں مگر پلے ٹکا نہیں کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی نتیجہ یہ کہ امیر خوابِ غفلت میں مدہوش غریب فکرِ معاش سے بے ہوش۔ ؎

خوش ہیں غریب اپنے اُن جھونپڑوں کے اندر
جو دھوپ کی تپش سے دوزخ کی بھٹیاں ہیں
نالاں ہیں اہلِ دولت حالانکہ اُن کے گھر ہیں

پنکھا بھی کھنچ رہا ہے اور خس کی ٹٹیاں ہیں

ہندوستان میں بیشتر لوگ **غفلت** کا شکار ہیں۔ غفلت کا ایسا دبیز
پردہ اُن پر پڑا ہوا ہے کہ لاکھ جھنجھوڑو مگر کروٹ تک نہیں لیتے۔ ع

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

سب سے پہلے تو ہم کو مرض غفلت کا علاج کرنا لازم ہے کہ بجائے غفلت کے
افراد قوم میں اپنی حالت کے احساس کی **بیداری** پیدا ہو جائے اور
اگر یہ ہو جائے تو جانو سب کچھ ہو گیا۔ ؎

غفلت سے اس جہان میں سارا فساد ہے
غفلت کو آؤ مار ہٹائیں جہاد ہے

یہاں علم کا تھوڑا بہت چرچا جو دکھلائی دیتا ہے وہ کیا ہے جیسے اُڑد پر سفیدی
ہم علم کو علم کی طرح حاصل نہیں کرتے بلکہ پیٹ بھرنے اور روٹی کمانے کے
لیئے اور اُتنا ہی جتنا کہ ہماری ضرورتِ اضطراری کو رفع کر دے۔ پھر
ایسا سطحی علم کب کسی کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ اُس کا شمار اکابرِ قوم میں
ہو سکے۔ ایک جمِ غفیر اُن لوگوں کا بھی ہے جو مدارسِ سرکاری کے تعلیم یافتہ
کہلاتے اور بڑے بڑے ڈپلومے لے کر نکلتے ہیں یا جو طوطے کی طرح
رٹے تاریخ کے سنہ یاد کر کے خود مجسم تاریخ ہو گئے ہیں۔ فنِ ریاضی
میں آسمان زمین کے قلابے ملاتے اور ہمہ دانی کے مدعی ہیں۔ شک
نہیں کہ وہ ایسی محنت کرتے کہ ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔
اُن کی ساری ذہانت اور قوتِ نامیہ کالج کی چار دیواری کے اندر دفن

ہو جاتی ہی غیر معمولی محنت کی بدولت حافظے پر اس قدر دباؤ پڑتا ہی کہ یا تو
اُس کی تاب نہ لا کر نیم مردہ ہو جاتے ہیں یا نکلے تو بہزار خرابی بالکل ڈھیول
کا ڈھانچ یا ایسے تھکے ہارے کہ کہیں برسوں میں جا کر اُن کے ہوش و
حواس بجا ہوں تو ہوں۔ ؏

حسرت کسی طرف ہی تمنا کسی طرف — مجموعہ اپنے دل کا پریشاں ہو گیا
ہوش و حواس تاب و تواں داغ جا چکے — اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

ایک مصیبت یہ بھی ہی کہ مدارس سرکاری کی تعلیم شوق کی نہیں ایک حد تک
جبریہ ہی۔ مثل داروئے تلخ کے سنگ آمد و سخت آمد نصاب مقررہ کو پورا
کرنا پڑتا ہی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو کتاب کو
اُلٹ کر دیکھنے یا علم کو تازہ رکھنے اور معلومات عامہ کو بڑھانے کی دردسری
مول لیتے ہوں۔ جب تک مدرسے میں رہے۔ طفل ہمکتب نمی رود ولے
برندش کے مصداق یا قیدیوں کی طرح میعاد کاٹتے رہے اور جب قید
سے چھوٹے تو دنیا کے دھندے میں ایسے پھنسے کہ سر کھجانے کی مہلت
نہ ملی یا آزاد ہو کر کُھل کھیلے یہی وجہ ہی کہ قحط الرجال ہی۔ اگر معدودے چند
علم کے شائق اور صاحب تصنیف و تالیف ہیں تو اُن کا قدردان کوئی نہیں
وہ اپنی جان کھپائیں اور کتابیں لکھیں تو کس برتے پر۔ پڑھے گا کون ؏

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد
اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں

ناقدردانی اور بے توجہی جس کے ہم شاکی ہیں ایک حد تک ترویج علم

کی راہ میں روڑا اٹکانے والی ہو اور یہ شکایت نہیں رفع ہو سکتی جب تک
کہ تعلیم و تعلم کا دلی شوق اور طلب صادق نہ ہو اور اس کو جیسے ایک زمانہ۔ ع
تا سال دگر می کہ خورد زندہ کہ ماند

لیکن اس کساد بازاری کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم دست و پا شکستہ ہو کر
ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں اور تصنیف و تالیف کا اس طرح سدّباب
کر دیں کہ علم کے تھوڑے بہت فیضان سے بھی قوم کے ہونہار محروم
رہ جائیں۔ حرکت میں برکت ہے۔ ع بے کار مباش کچھ کیا کر۔

ڈاکٹر سٹال صاحب کو بچوں کے دلوں میں مطالب کے ذہن نشین
کرنے کا خاص ملکہ ہے۔ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو سہل سے سہل طریقے
پر ظاہر کرنے میں پوری قدرت رکھتے ہیں۔ کلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدرِ
عُقُولِھِم[1] کا کلیہ ہمہ وقت اُن کے پیش نظر ہے۔ اُن کی ساری کتابیں
مذہبی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں اور روئے زمین کی چالیس مختلف
زبانوں میں اُن کے ترجمے ہوئے ہیں۔ ان کتابوں میں کچھ تو
ایسی کشش ہے جو غیر زبان والے ان کو دہراتے اور اپنے نوجوانوں
کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ مگر ان چالیس زبانوں میں باوجود کثرت
السنہ بے چاری اُردو کو جگہ نہ ملی۔ گویا یہ زبان کسی شمار قطار میں
نہیں۔ خاکسار نے اس داغ کو اُردو کی پیشانی سے مٹایا اور اس
کمی کو جہاں تک ممکن ہو پورا کیا اور ایک نہیں چار کتابوں کو اردو لباس سے

[1] جیسی جس کی سمجھ ویسی اُس سے بات۔ ۱۲

آراستہ و پیراستہ کیا اور ان بے بہا مضامین کے جواہرات کو ہندوستانی
جگمگاتے ہوئے لباس میں پیش کیا - میرے ترجمے تیلی کے بیل کی طرح
لکیر کے فقیر یعنی لفظی ترجمے نہیں - ایک زبان کے خیالات کو دوسری
زبان میں لانا اور پھر اصلی زبان کی انشاپردازی کی خوبیوں کو برقرار و قائم
رکھنا بڑی ٹیڑھی کھیر اور ترجمے کی مشکلات میں سب سے زیادہ دقت
ہے - میرے ترجمے اس قید سے اس وجہ سے آزاد ہیں کہ میں نے مضمون کا
اتباع کیا ہے لفظوں کی پابندی نہیں کی اور اس طرح **یورپین لطیف**
کو **ہندوستانی پوشاک** میں اپنے ملک و ملت کے مناسب حال
طرز میں پیش کیا ہے -

یہ کتاب جس کا ترجمہ میں اب شائع کر رہا ہوں اُسی لائق و فاضل مصنف
کی تصنیف موسوم بہ **With the Children on Sundays**
(بچوں کے ساتھ اتوار کے دن) ہے - اس کو بھی اُسی ڈھنگ پر
میں نے لکھا ہے جیسی کہ اور کتابیں لکھی ہیں - ناظرین خود ملاحظہ
فرمالیں گے اور شاید مشکل سے اسے ترجمہ خیال فرمائیں بلکہ
کچھ عجب نہیں کہ جداگانہ مستقل تصنیف سمجھیں کیوں کہ میں نے اپنی
طرف سے جو بات اپنی **سوسائٹی** کے مناسب حال سمجھی کہیں
بڑھا دی اور جو ہم سے میل نہ کھاتی تھی گھٹا دی - **خُذ مَا صَفَا وَ**
دَع مَا کَدَر - **ع** متاعِ نیک ہر دکاں کہ باشد -
پادری صاحب معزز نے بڑی خوشی سے مجھے اپنی کتابوں کے ترجمے

کی اجازت دی ہے جس کا میں نہایت شکرگزار ہوں کہ خَیْرُ النَّاسِ[1] مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ اور انھیں دنوں میں جناب ممدوح نے اپنی یہ کتاب بھی یکم جون ۱۹۱۱ء کو میرے پاس تحفۃً بھیج دی۔ چوں کہ میں دوسری کتابوں کے ترجمے میں مصروف تھا اور جب اُن سے فارغ ہوا تو اور کچھ کام ایسے لگ گئے جس سے آج تک اس کتاب کو ہاتھ نہ لگا سکا۔ اب چوں کہ دہلی کی مبسوط تاریخ کی تدوین سے سبکدوش ہوا۔ ع ایں بارگراں بود ادا شد چہ بجا شد۔ فرصت ملی تو اس کام کو دیر آید درست آید کہہ کر شروع کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اتمام کو بھی پونہچا دیا۔ ؎

مایوس نہ ہو کوئی زمانے میں خدا سے
ہونے کے لیئے غیب کے سامان بہت ہیں

یَا اَیُّھَا النَّاظِرِیْنَ! ابھی آپ نے اُس اہم ذمہ داری پر بھی غور کیا ہے جو ہمارے ہر سر دھرے کے سر دھری گئی ہے؟ یعنی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا[2]۔ یہ مانا کہ ہم آپ سے پوچھنے کا استحقاق نہیں رکھتے کہ آپ نے اپنے آپ کو اور نیز اپنے اہل وعیال کو نارِ دوزخ سے بچانے کی کیا عملی تدبیر کی

---

[1] آدمیوں میں کا بہترین آدمی وہ ہے جس سے خلق اللہ کو نفع پونہچے۔ ۱۲

[2] مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (وعیال) کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ ۱۲

لیکن آپ کا اپنی جگہ اس بات کو سوچ سمجھ لینا بھی بس کرتا ہے۔

بہ ذکرش ہرچہ بینی در خروش است
ولے داند دریں معنی کہ گوش است

مذہب کیا چیز ہے؟ - خدا اور بندے کے درمیانی معاملے کا نام مذہب ہے۔ مذہب کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ انسان کے دنیا و دین کو درست کرے۔ اور دنیا اور دین کی درستی ناممکن ہے جب تک کہ خود ہماری درستی نہ ہو۔ ع

قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

پس مذہب ہم کو راہ راست پر لاتا، برائیوں کو دور کرتا اور بھلائیوں کو سکھاتا ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیا کا برتنا، منزل عقبیٰ کے لیے سر و سامان کرنا بنی نوع انسان سے ہمدردی، رفاقت، رنج و راحت میں شرکت اور اسی طرح کی مبارک اور نفع بخش باتیں سکھلاتا ہے۔ یہ ہے اصلی نتیجہ مذہبی تعلیم کا۔

دل ترے جلوۂ رنگیں کو دیئے جاتا ہوں	ایک کانٹا سا کلیجے میں لیے جاتا ہوں
جانتا ہوں دل صد چاک کا بخیہ ہے محال	پھر بھی سودا ہے کچھ ایسا کہ سیئے جاتا ہوں

سب سے بڑا فریضہ والدین کا اولاد کی تعلیم و تربیت ہے۔ ع

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ اور تربیت نہ ہو تو ہم میں اور جانوروں میں کچھ فرق نہیں۔ لیکن تربیت کو بعض لوگ اُس کے اصلی اور وسیع مفہوم میں نہیں لیتے وہ اپنے ذمے اولاد کا فریضہ صرف اسی قدر

سمجھتے ہیں کہ پال پوس کر بڑا کر دیا کچھ پڑھا لکھا کر روٹی کمانے کے قابل کر دیا اور بہت ہوا تو اُن کی شادی کر دی چلو چھٹی ہوئی۔ ماں باپ مگن اور مطمئن ہیں کہ ہم اولاد کے حق سے سبکدوش ہوئے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایک بہت بڑی بات اُن سے رہ گئی یعنی اُن کے **اخلاق کی تہذیب** اُن کے **مزاج کی اصلاح** اُن کی **عادات کی درستی** اُن کے **خیالات اور معتقدات کی تصحیح** بھی ماں باپ پر فرض ہے۔ افسوس ہے کہ کتنے لوگ اس فرض سے غافل ہیں۔ کوئی شخص تربیتِ اولاد کے فرض کو پورا ادا نہیں کر سکتا تاوقتیکہ وہ خود اپنی شایستگی کا نمونہ اُن کو نہیں دکھاتا اور اولاد کے ساتھ برتاؤ محتسبانہ طور کا نہیں رکھتا۔ پرلے سرے کی بے وقوفی ہے اولاد کو اپنے کردار نا سزا کی بُری مثالیں دکھانا اور اُن سے یہ توقع رکھنا کہ یہ لوگ بڑے ہو کر زبانی پند یا کتابی نصیحت پر کاربند ہو کر صالح اور نیک وضع ہوں گے۔ بہت لوگ اولاد کے ساتھ غایت درجے کی شیفتگی پیدا کر لیتے ہیں۔ اُن کو اولاد کے عیوب پر آگہی نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو عیب کو عیب سمجھ کر نہیں۔ ہر شخص عقل خود بکمال و فرزند خود بجمال۔

تربیت اولاد [1] ایک فرض موقت ہے یعنی لڑکے جب تک کم سن ہیں تربیت پذیر ہیں اور بڑے ہوئے پیچھے اُن کی اصلاح مشکل یا متعذر بلکہ محال ہو جاتی ہے۔ ارادہ یہی تھا کہ بلا تخصیصِ مذہب تلقینِ حسنِ معاشرت

[1] از توبۃ النصوح ۔ لفظی ترمیم کے بعد ۔ ۱۲

اور تعلیمِ نیک کرداری اور اخلاق کی ضرورت لوگوں پر ثابت کی جائے لیکن نیکی کو مذہب سے جدا کرنا ایسا ہی جیسے روح کو جسد سے یا بو کو گل سے یا نور کو آفتاب سے یا عرض کو جوہر سے یا ناخن کو گوشت سے علیٰحدہ اور منفک کرنے کا قصد کرے۔ ادھر تو انضمام مذہب ایک امر ناگزیر ہی اور اُدھر اختلافِ مذہب جو اس مُلک میں کثرت سے پھیلا ہوا ہی آنکھیں دکھا رہا ہی۔ ناگزیر ہم کو ایک مذہب کا اتباع کرنے کے سوا مفر نہ تھا لیکن اس کتاب میں کوئی بات ایسی بھی نہیں جو دوسرے مذاہب کی دل شکنی یا نفرت کا موجب ہو بلکہ مذہبی تذکرہ جہاں کہیں آیا ہی وہ ایسے طور کا ہی کہ دوسرے مذہب والے بھی اُسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں صرف اصطلاح و عبارت کا تفرقہ ہی۔ ؎

بہر جا بنگرم بالا و گر پست
نہ بینم در دو عالم جز یکے ہست

مثلاً مسلمانوں کی روزہ نماز وہی ہندوؤں کی پوجا پاٹھ ہی۔ مسلمانوں کا روزہ ہندوؤں کا برت۔ مسلمانوں کی زکوٰۃ ہندوؤں کی دان پُن وَقِسْ عَلیٰ ھٰذَا۔

غرض دنیا میں جتنے مذاہب ہیں سب کی غرض اصلی اصلاحِ نفس ؎

مگر بُرا نہ سمجھنا کسی کے مذہب کو ہمیشہ چشمِ محبت سے دیکھنا سب کو
اصول میں ہیں صریحاً تمام مذہب ایک غرض ہی ایک ہی اصلاحِ نفس مطلب ایک

خدا کو سب سے برتر اور جزو و کُل کا مالک اور مختارِ کُل اور قادرِ مطلق

سب ہی مانتے ہیں۔ جزا و سزا، دوزخ و بہشت کو کون نہیں مانتا۔

رباعی

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

چوری چکاری۔ زنا۔ بدکاری۔ چغلی۔ غیبت۔ حسد۔ بغض۔ کینہ۔ جھوٹ۔ دغابازی۔ افترا۔ یتیموں کا مال ہضم کر جانا۔ غریبوں پر ظلم و جبر کرنا۔ لوگوں کو ستانا، تکلیف پونہچانا۔ حق دار کا حق غصب کرنا۔ قول و قرار توڑنا، اسی طرح کی ہزاروں باتیں ہیں جو جس طرح مسلمانوں میں بُری ہیں نہ صرف عیسائیوں اور ہندوؤں میں یکساں طور پر مبغوض ہیں بلکہ کل مذاہب میں مکروہ ہیں۔ اسی طرح حسنات کو لو۔ زہد و تقویٰ۔ عباداتِ الٰہی

لے ہم مسلمان صرف تین فرقوں کو اہلِ کتاب مانتے ہیں۔ سب سے پہلے یہود کہ اُن کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ شریف نازل ہوئی۔ یہود کے بعد عیسائی یا نصاریٰ کہ اُن کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل شریف نازل ہوئی۔ پھر آخر میں ہم اہلِ اسلام کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوا۔ ان میں سے یہودی عیسائیوں کو نہیں مانتے۔ عیسائی ہم مسلمانوں کو اور ہم مسلمان ہیں کہ یہود اور عیسائی دونوں کو مانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی توراۃ اور عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی انجیل سب برحق۔ موسیٰ عم عیسیٰ عم خدا کے پیغمبر توراۃ انجیل خدا کا کلام ہے۔ ۱۲ (از ترجمۂ نذیریہ)

وریاضت خشیۃ اللہ - ماں باپ کا پاس ادب و احترام - خیرات ومبرات نیکی اور بھلائی - کسی کا دل نہ دکھانا - راست بازی اور راست معاملگی قول وقرار کا ایفا - اور ایسی صدہا باتیں جس طرح اسلام کی تعلیم میں داخل ہیں سب مذہبوں میں بلا کم وکاست ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ تعلیم وتلقین کے طریقے البتہ مختلف ہیں - اصول متحد فروع میں اختلاف اور وہ بھی جزئی، مگر پھر بھی جسے دیکھو اُس کو اُسی کی دُھن لگی ہوئی ہے اور سب ایک ہی طرف سرپٹ دوڑے چلے جاتے ہیں دوہا

کبیر کبیر تو کیا کہے ٭ کھو جو آپ سریر
پانچ اندری بس میں کرو آپ ہی داس کبیر

کسی مذہب کو بُرا جاننا یا اُن کے معتقدات پر طعن وتشنیع کرنا داخلِ تعصب ہے اور تعصب بری بلا ہے - دوہا

تلسی جگ میں آن کے سب سے ملیئے دھائے
نا جانوں کس بھیس میں نارائن مل جائے

ہم کون جو کسی کے مذہبی معاملے میں دخل دیں - ع تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو - ہ

درحیرتم کہ دشمنیِ کفر ودیں چراست
از یک چراغ کعبہ وبت خانہ روشن است

ہم مذہبی جھگڑوں سے کانوں پر ہاتھ دھرتے اور کوسوں دور بھاگتے ہیں ہمارے مخاطب جس طرح مسلمان ہیں اُسی طرح ہندو بھائی اور عیسائی

ہماری نصیحتیں جس طرح ایک مسلمان بچّے کے حق میں مفید ہیں اُسی طرح دوسرے مذاہب کے بچوں کے لیئے بھی سودمند ہیں۔ کڑوی چیز کا کڑوا ذائقہ ہوتا ہی اور میٹھی کا میٹھا۔ اس میں ماوشما کسی کی تخصیص نہیں۔ دوہا

کاگا کس کا دھن ہرے اور کویل کا کو دیں

میٹھے بچن سنائے کے جگ اپنو کر لیں

کتاب حاضر ہی۔ والدین غور سے ملاحظہ فرمائیں پھر بچّوں کو سنائیں یا وہ پڑھ سکیں تو پڑھائیں۔ اخلاق کی بہت سی کتابیں ہیں، مگر اس میں جدّت یہ ہی کہ جو بات کہی ہی اُس کو صرف زبانِ قلم سے ادا نہیں کیا کہ ادھر پڑھیں اُدھر ذہن سے اُتر جائے۔ ع چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل پڑی۔ بلکہ ہر بات کو عملی جامہ پہنایا گیا ہی اور مادی تمثیلوں سے اُسے پایۂ ثبوت کو پہنچایا گیا ہی کہ پوری طرح ذہن نشین ہو جائے اور دل میں اس طرح بیٹھ جائے کہ جس کا اثر زوال پذیر نہو بلکہ مستقل اور جس کا ثبوت ذہنی نہ ہو بلکہ عینی۔ ع شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ۔ سُنی سنائی بات بھول بسر جاتی ہی مگر آنکھوں دیکھی کب بھولتی ہی۔ پانچ چوک بیس طوطے کی طرح رٹا دینے سے کچھ فائدہ نہیں نہ بچہ سمجھ سکتا ہی۔ ہاں جب اُس کے سامنے پانچ پانچ آموں کی چار ڈھیریاں ہم لگا کر رکھ دیں اور اُس سے کہیں کہ بتاؤ بھئی یہ کے ڈھیریاں ہیں، تو وہ کہے گا چار، پھر کہیں کہ "اچھا! ان چاروں ڈھیریوں میں سب ملا کر کتنے آم ہیں تو وہ جھٹ گن کر بلا تکان کہہ اُٹھے گا بیس اور یہی

ہمیں بچوں سے کہلوانا تھا۔

بچوں کے دل چوں کہ بھولے بھالے اور بے لوث ہوتے ہیں اسی لیے اُن میں مادہ قبولیت کا ہوتا ہے اور جو بات بچپنے میں **لوحِ دل** پر ایک دفعہ جم جاتی ہے وہ پھر مٹائے نہیں مٹتی اور ہمارا مطلب بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بُرائی کے کاموں سے ہشیار کردیں اور بھلائیوں کی خوبیاں اُن کے دل میں گاڑدیں۔

جس سوزِ دل اور خلوص نیت سے خالصاً لوجہ اللہ[1] یہ کتاب لکھی گئی ہے اگر کسی قوم کے کسی ایک بچے کو بھی اس سے فائدہ پونہچا تو میں الدال علی الخیر کفاعلہٖ[2] کے زمرے میں داخل ہوا۔ میری محنت وصول اور مقصد حصول وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ فقط

دہلی
۱۴ر اگست سنہ ۱۹۲۱ء

حررہ العبد المذنب
بشیر الدین احمد کان اللہ لہٗ ولوالدیہ

۱؎ صرف اللہ کے واسطے ۲؎ جو بھلائی کی سمجھائے اُس کو یوں سمجھو کہ خود بھلائی کرتا ہے۔۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا

یہ (باتیں) نصیحت (کی) ہیں تو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے کا) رستہ اختیار کرے۔

آنکھ اور کان کی کھڑکیوں میں سے جھانکے روحانی شہر کے اندر

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا[۱]

(کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہونی ہے)

(۱) آلسٹر (کستور) اور کیکڑا

ایمان ہے تو جہان ہے

چہ پرسی چہ می بایدت وقتِ مرگ — بجز وصلِ جاناں نمی بایدم
جدائی مبادا مرا از خدا — دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

[۱] انسانی معلومات کے چند ذریعے ہیں حواس ظاہر و باطن اور انسان کو ان ہی ذریعوں سے کسی بات کا یقین ہو سکتا ہے لیکن بے دین آدمی خیالی تکّے چلاتا اور ذہنی منصوبے گھڑا کرتا ہے چنانچہ جو حالات بعدِ مرگ پیش آئیں گے اُن کے بارے میں مشرکین اور دوسرے منکرینِ حشر سدا ایسے ہی ڈھکوسلے ہانکتے رہے ہیں۔ اسی طرح معلومات انسانی محدود ہیں بہت لوگ حدِ بشری سے تجاوز کر کے اُن باتوں میں جھگڑا کرتے ہیں جو اُن کی فکر کی رسائی سے باہر ہیں اس آیت میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ انسان اپنی حدِ فطرت سے قدم باہر نہ رکھے اور انکل پر اعتماد نہ کرے اور نفسِ بشری کا پابند رہے **فائدہ** از ترجمۂ قرآن مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم مغفور۔

میرے عزیز بچو! - آج میں تم سے کچھ ذکر ایمان داری کا کرنا
چاہتا ہوں - یہ ایک مشکل مسئلہ ہے مگر میں تم کو بہت سلیس طور پر مثال دے کر
سمجھاؤں گا - بھلا بتاؤ تو سہی کہ میرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ -
لامحالہ تم جھٹ سے کہہ دوگے کہ آئسٹر لیکن درحقیقت یہ آئسٹر نہیں بلکہ
خالی خولی اُس کا **خول** ہے یعنی وہ **سیپی** ہے جس میں آئسٹر رہتا ہے - شاید
تم کو معلوم نہ ہو کہ اس سخت چھلکے کے اندر علاوہ آئسٹر کے بسا اوقات
کیکڑا بھی گھس جاتا ہے - اب تم کو یہ بتلانا ہے کہ گھر تو ٹھیرا آئسٹر کا اس میں
کیکڑا بطور ایک ناخواندہ مہمان کے کیسے جا براجتا ہے - آئسٹر دو سیپیوں کے
بیچ میں پانی کے اندر رہتا ہے - گرمی دھوپ اور تپش کی تاب نہ لاکر جس طرح
ہم لوگ ہوا آنے کے لیئے اپنے گھر کے دروازے اور کھڑکیاں چوپٹ کھول دیتے ہیں یا
باہر برآمدے میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھانے کو نکل بیٹھتے ہیں اسی طرح
آئسٹر بھی اپنی سیپیوں کو کشادہ کر دیتا ہے تاکہ ٹھنڈے پانی کی لہر اُس کے
اندر سے بہے - اس حالت میں آئسٹر اپنے گھر کے دروازے کھولے
مزے سے پڑا رہتا ہے - مچھلی تاک میں لگی رہتی ہے جہاں اُس نے دیکھا کہ
آئسٹر صاحب کے مکان کا دروازہ کھلا ہوا ہے بس لپکی - آئسٹر بے چارے
کے نہ آنکھیں ہیں کہ دیکھ سکے نہ کان کہ آہٹ معلوم کر سکے - اللہ تعالیٰ نے **حواسِ
خمسہ** (پانچ حواس) دیکھنا، سُننا، سونگھنا، ذائقہ اور چھونا ہم کو

لے آئسٹر زیادہ تر سمندر میں ہوتا ہے چنانچہ بمبئی اور مدراس میں بہ کثرت ملتا ہے اور یورپ میں تو
ہر جگہ موجود ہے - انگریز بہت کثرت اور شوق سے کچے کو چبا جاتے ہیں - مگر ہندوستانی اس سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عطا کیئے ہیں مگر آئسٹر ان نعمتوں سے بالکل محروم ہی اُسے کسی بات کی خبر
تک نہیں ہوتی۔ کہنے کو جان دار مگر بے جانوں سے بدتر۔ ہاں تو مچھلی کو خوب
موقع ملتا ہی وہ درانی اُس کھلے گھر میں اپنا مُنہ ڈال کر آئسٹر کو گھسیٹ کر چپ
نگل جاتی ہی۔ جب وہ موت کے مُنہ میں چلا جاتا اور جان پر بن جاتی ہی تب
کہیں جاکر اُسے خبر ہوتی ہی۔ اگرچہ کیکڑا بھی اُسی کا بھائی اور پڑوسی ہی مگر وہ
اس کی طرح لُنڈ مُنڈ نہیں ہی۔ اُس کو اللہ نے آنکھیں دی ہیں وہ مچھلی کی
گھاتوں کو خوب جانتا ہی جہاں مچھلی نے اُس کی طرف ذرا رخ کیا یہ ساؤنٹا
ہوگیا اس کی کئی ٹانگیں ہیں جھپٹ کر اُس کی زد سے نکل جانے کی کوشش
کرتا ہی لیکن کدھر مچھلی کی لپک اور کہاں کیکڑے کا رینگنا وہ پلک جھپکاتے
میں اس کا لقمہ کر لیتی ہی۔ اچھا تو پھر کیکڑا اپنی جان بچانے کی کیا تدبیر
کرتا ہی کیوں کہ جان تو سب کو پیاری ہی۔ وہ اپنی جان بچانے کو وہیں
پاس کے پاس مسٹر آئسٹر کے کاشانے میں جاکر دبک جاتا ہی اور اس طرح
کیکڑے اور آئسٹر کی ملی بھگت ہو جاتی ہی۔ اس کے بعد جب آئسٹر اپنی سیپی
کو کھولتا ہی تو کیکڑا چوکنا ہو کر چوطرف نظر دوڑاتا ہی کہ مچھلی آ تو نہیں رہی
اگر مچھلی آتی ہوئی دکھلائی دی تو چپکے سے وہ چٹکی لیتا ہی اور چٹکی کا اشارہ
پاتے ہی آئسٹر جھٹ سیپی کو سکیڑ لیتا ہی یعنی آنے کا رستہ بند کر لیتا ہی اور

نوٹ صفحہ گزشتہ۔ کراہت کرتے ہیں۔ یہ سینڈھی (تاڑی) کے درختوں کے پھل (ڈُنبل) کی شکل کا
سفید رنگ کا ایک مضغہ ہوتا ہی مچھلی کیکڑے کو بھی انگریز کھاتے ہیں ہم نہیں کھاتے۔ یوں تو بعض لوگ
مینڈک بھی کھاتے ہیں جسے Water chicken یعنی آبی چوزہ کہتے ہیں۔۱۲

اس طرح دونوں کی جان معرضِ خطر سے بچ جاتی ہے۔ ؎

کچھ بھی کمی نہ کی تھی دلِ بے قرار نے
مجھ کو بچا لیا مرے پروردگار نے

لڑکے لڑکیو! ہماری مثال بھی آئسٹر سے ملتی جلتی ہے۔ ہم کو ہر وقت گناہ میں پھنسنے اور برباد ہونے کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ ؎

ملکے بودم و فردوسِ بریں جایم بود
آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم

گناہ کو نہ ہم آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں نہ ٹٹول کر معلوم کر سکتے نہ کوئی ذریعہ اُس کے علم کا ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو **ایمان کا نور** دیا ہے۔ ایمان چیز کیا ہے؟ وہ خدا کا جاننا اور پہچاننا ہے۔ ؎

کچھ تیرا پتہ اے مرے مہ رو نہیں ملتا
سب آنکھوں کے آگے ہیں مگر تو نہیں ملتا

جب کبھی ہم کو کسی بُرے کام کی ترغیب ہوتی ہے فوراً اندر سے ہمارا دل ہمیں ملامت کرتا ہے اور صاف یہ کہتا ہے۔ "**دیکھو خبردار!** یہ کام بُرا ہے اگر کرو گے تو خدا تم سے ناراض ہو جائے گا" بس اسی ٹہوکے کا نام ایمان ہے۔ لاؤ میں اس مسئلہ کو کچھ اور وضاحت سے بیان کروں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا اور ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ چڑیاں درختوں پر چہچہا رہی تھیں اور چوطرف عجب لطف کا سماں تھا۔ ؎ قمریاں عاشق ہیں تیری سرو بندہ ہے ترا

بُلبلیں تجھ پر فدا ہیں گُل ترا دیوانہ ہے

لطیف نے دیکھا کہ او ہو یہ تو مدرسے جانے کا وقت آگیا۔ یہ لڑکا پہلے ہی مدرسے کے نام سے بھاگتا تھا اور پڑھنے سے جی چُراتا تھا۔ اُس کا دل للچایا کہ آج مدرسہ اُڑا دوں۔ وہ جانتا تھا کہ اماں باوا سے کہنا فضول ہے وہ چھٹی دلوانے والے نہیں۔ اس لیے وہ اپنا بستہ لے نو بجے ہی چلتا ہوا کہ رستے میں پھرتا پھراتا مدرسے کے وقت تک پونچ رہے گا۔ لیکن اُونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ۔ شیطان نے اُبھارا کیسا مدرسہ اور کہاں کا پڑھنا "چلو گلی ڈنڈا کھیلیں" جب وہ گلی کے نکڑ پر مچلتا چلاتا پونہچا اُس نے پیچھے مڑکر دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ جب ادھر سے اطمینان ہوا تو اُس نے بازار کا رخ کیا کہ خوب کھیل کھال کر وقت مقررہ پر گھر جا پونچوں گا کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی کہ کہاں رہا۔ جوں ہی لڑکے نے مدرسے کا رستہ چھوڑا اور دوسری طرف رخ موڑا۔ **ایمان** تاڑ گیا کہ ہاں اب یہ چلا۔ ایمان نے آگے بڑھ کر کہا۔ "**صاحب زادے** ذرا ہوش کی لو۔ دیکھو ہوشیار۔ سنبھلو یہ کام بُرا ہے۔ پچھتائے گا۔ تیرے ماں باپ کا دل کڑھے گا اور پھر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا سو الگ"۔ اگرچہ اس لونڈے نے ایمان کے ٹھوکے کی کچھ پروا نہ کی لیکن سارے دن اُس کا دل دُھکڑ پکڑ کرتا رہا کیونکہ ایمان اُس کو بار بار ملامت کرتا تھا اور ایک دم اُسے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ ٥

ای ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست

حالِ شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اور ایک مثال لو **ممدو** گلی میں کھیل رہا ہے اُس نے **نواب صاحب** کے **کُتے** کو دیکھا کہ چُپ چاپ ڈیوڑھی میں پڑا ہے۔ دل میں جو شرارت آئی وہیں گلی میں سے پتھر اُٹھا لیا اور چاہا کہ کُتے کی خبر لے۔ معاً **ایمان** نے کہا "**دیکھ!** ممدو خبردار جو تو نے اس غریب کُتے کو مارا ہوگا۔ یہ بھی جان رکھتا ہے۔ اسے بھی چوٹ کی ویسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی تجھے کوئی پتھر مار دے" لیکن ممدو کب سُننے والا تھا اُس کے سر پر تو **شیطان** سوار تھا۔ اُس نے تان کر پتھر رسید کیا ؎

غمگیں ہو تو سوزِ نفسِ سرد کو سمجھے

جس دل میں نہ ہو درد وہ کیا درد کو سمجھے

مارتے تو مارا مگر قضائے کردگار نشانے نے خطا کی۔ کُتا تو بال بال بچ گیا مگر کھڑکی میں دھڑ سے پتھر لگا اور چھن سے آئینے کا چورا چورا ہو گیا۔ پتھر کے دھڑاکے سے کُتے سے زیادہ میاں ممدو حواس باختہ ہوئے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے اور مفت میں دھر نہ لیا جاؤں۔ تھوڑی دیر تو وہیں کہیں گلی میں چھپا رہا پھر ڈرا اور سہما ہوا دبے پاؤں نکلا او کتراتا ہوا لوگوں سے بچتا بچاتا چوروں کی طرح گھر میں تشریف لائے وہ بھی پچھواڑے سے۔ جہاں ذرا سی کوئی آہٹ یا کھٹکا ہوا تو پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا۔ **افسوس!** اُسے اپنے کرتوت کا کیسا خدشہ لگا ہوا تھا۔

ویسا ہی جیسا کہ آئسٹر کو مچھلی کا۔ اگر وہ کیکڑے کے ذرا سے اشارے پر
ہوشیار نہ ہو جائے تو بس جان گئی۔ اگر ہم بھی ایمان کے چٹکی لینے پر
چونک جاتا تو اس مخمصے میں نہ پھنستا۔ پس ای لڑکے لڑکیو! خوب
جان لو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایمان اسی واسطے دیا ہے کہ
ہم کو چونکاتا رہے۔ پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ معصیت میں نہ پھنسیں
تو ہم کو بلا پس و پیش معاً ایمان کی تلقین کو مان لینا چاہیئے اس لیئے ہم سب کو
ایمان کی سلامتی کی دعا مانگنی چاہیئے کہ ہم اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں۔ رباعی

دولت وہ ہے جو عقل و محنت سے ملے   لذت وہ ہے کہ جوش صحت سے ملے
ایماں کا ہو نور دل میں وہ راحت ہے   عزت وہ ہے جو اپنی ملت سے ملے

(۲) کرم خوردہ سیب

انسان کے دل میں گناہ کا تخم

ہر آں کہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت   دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست

عزیزو! آج جو چیز میں تمہارے سامنے لایا ہوں اُسے کون
نہیں جانتا۔ یہ بڑا اور خوش نما سیب ہے۔ نہایت تر و تازہ شاداب
اور بالیدہ۔ دیکھو کتنا بڑا اور کیسا خوش رنگ ہے جسے دیکھ کر جی للچاتا ہے۔
ای لڑکو اور لڑکیو! میرے دوسرے ہاتھ میں بھی ایک
چیز ہے۔ اسے بھی دیکھ کر تم سیب ہی کہو گے اور واقعی ہے بھی سیب مگر
بات یہ ہے کہ یہ کرم خوردہ اور داغ دار ہے۔ شاید تمہارا یہ خیال ہو
کہ کیڑہ لگنے سے یہ پورے طور بڑھنے نہیں پایا اور ٹھٹر کر رہ گیا۔ ہاں

بے شک اس کو روگ لگ گیا ہے اور یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو اپنی درستی نہیں کرسکے اور اسی وجہ سے شرافت اور نیکی سے محروم رہ گئے۔ کیوں کہ اُن کے دلوں میں گناہ بیٹھ گیا۔ لیکن صورتِ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی سے کھوٹ تھی اور یہی آزار اُن کی ناکامیابی، صفاتِ مردانگی، شرافت، نیکی اور مہربانی کی صفات سے حرمان کا ہے۔ اگر یہ لوگ پہلے ہی سے گناہ اور بُرائی کو اپنے دل سے نکال باہر کرتے اور ان خیالاتِ بد کو جگہ نہ دیتے تو آج کو وہ سچے اور راست باز انسان اور نیک بخت، نیک دل اور کام کے آدمی ہوتے۔

اس کرم خوردہ سیب کی نسبت میں تم سے ایک بات پوچھنی چاہتا ہوں۔ لیکن پہلے سیب کو کتر کر اطمینان تو کرلیں کہ آیا واقعی اس میں کوئی کیڑا ہے بھی یا نہیں۔ (سیب کو تراشنے کے بعد) ہاں واقعی اسے کیڑا کھا گیا ہے۔ ایک نہیں بلکہ غالباً اس میں دو کیڑے تھے۔ لو ایک تو موجود ہے وہ کلبلا رہا ہے دوسرا شاید نکل گیا۔

اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کیڑا سیب کے اندر ہی اندر پیدا ہوا یا باہر سے اندر داخل ہوا؟

لڑکے - کیڑا تو سیب کے اندر ہی خود بخود پیدا ہوتا ہے۔

میں - تمھارا خیال صحیح نہیں۔ کیڑا اندر نہیں پیدا ہوتا بلکہ باہر سے داخل ہوتا ہے۔ اب ضرور تم یہ سوال کروگے کہ جب ایسا ہے تو کیڑا سیب کے اندر

کیوں کر پونہچ جاتا ہی - میں تم کو بتلاؤں - پچھلے سال موسم بہار میں جب کلیاں پھوٹ رہی تھیں اور یہ سیب بالکل ننھّا سا ٹہنی پر لٹک رہا تھا ایک مکھی اس پر آن بیٹھی اور اُس نے اس پر بیچال کر دیا - وہ بیچال کیا تھا ایک جز اثیم تھا - جوں جوں گرمی کا موسم آتا گیا ووں ووں سیب بڑھتا گیا اور ساتھ ہی ساتھ وہ کیڑا بھی پنپتا گیا یہاں تک کہ وہ اپنے قدوقامت میں پورا ہو گیا - جب کیڑے میں جان پڑ گئی وہ کلبلانے اور باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اُسے رستہ نہ ملا اور اُس نے اندر ہی اندر کھا کھا کر سیب کو کھوکلا کر دیا اور آخر کار اُس نے اپنا رستہ کر لیا اور باہر نکل گیا - یہ دوسرا کیڑا جو موجود ہی یہ بھی آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا اور شاید یہ کچھ کم زور تھا جو ابھی تک نکل نہ سکا - لیکن تم دیکھتے ہو کہ ان کم بخت کیڑوں نے سیب کو اندر ہی اندر کیسا نقصان پونہچایا ہی - سیب کی صورت بگاڑ دی اور داغیلا کر دیا - اگر سیب کو ہم نہ کاٹتے اور یوں ہی رہنے دیتے تو چند دنوں میں کھا کھو کر یہ بھی نیست ہو جاتا -

سنو بھئی! - یہ کیڑا کیا ہی ایک نمونہ ہی بدی یا گناہ کا جو انسان کے دل میں بہ تدریج جگہ کر لیتا ہی اور جب تم کسی کو بے راہ چلتے دیکھو تو جان لیکہ یہ طرز خبث باطن کا خارجی پہتو ہی - لڑکے محض اس وجہ سے خراب نہیں ہوتے کہ اُن کی صحبت بری ہی یا وہ خراب نمونہ دیکھتے ہیں بلکہ اُن کی خرابی کی جڑ اُن کے دلوں کی کھوٹ اور بدی ہی

اب شاید تم یہ پوچھ بیٹھو کہ کھوٹ اور بدی دل میں کیوں کر داخل ہوتی ہے تو یہ نٹ کھٹ پنا ہماری سرشت میں اس طرح داخل ہوا کہ انسان کی تاریخِ آفرینش یوں شروع ہوئی ہے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ نے **حضرت آدمؑ** اور **اماں حوا** کو پیدا کیا اور باغ جنت میں ان کو جگہ دی۔ وہ چین سے رہنے سہنے لگے لیکن سب سے پہلی مخلوقِ انسانی کو **شیطان** نے بہکانا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ خبردار **دانۂ گندم** کو تم کبھی نہ کھانا ورنہ مارے پڑو گے یعنی ایسا کرو گے تو خدا کی نافرمانی اور عتاب میں ماخوذ ہو گے اور جنت سے نکالے جاؤ گے۔ شیطان نے اُن کو دھوکا دیا کہ خدا نے تم کو اس سبب سے ممانعت کی ہے کہ اگر تم گیہوں کا دانہ کھالو گے تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہ پڑو گے اور سوت تمھارے پاس پھٹکنے نہ پائے گی۔ یہ دونوں آخر انسان تھے شیطان کے سبز باغ دکھانے میں آگئے اور شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا گئے اور اس قصور کی پاداش میں جنت سے نکالے گئے اور اُسی دن سے انسان کے خمیر میں یہ نقص پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے اور شیطان ملعون کی باتوں پر کان دھرتا ہے۔

وہ بچے جن کا رجحانِ طبع اور میلانِ خاطر ماں باپ کی نافرمانی بڑوں کا لحاظ اور پاس ادب نہ رکھنے، پند و نصائح پر عمل نہ کرنے۔ ادھر اُدھر خدائی خوار بھٹکنے اور مارے مارے ڈانوا ڈول پڑے پھرنے، سیر سپاٹے، ماٹرگشت کی طرف ہے وہ ایسا نہیں کرتے نہ صرف اس وجہ سے

کہ اُن کو آزادی ملتی ہے اور سیر تماشے میں لطف؛ بلکہ محض اس سبب سے
کہ سرے سے اُن کے دل ہی گندے اور ناپاک ہیں۔ اس لئے جب
بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے، چوری چکاری کرتے یا اور کوئی بُری حرکت
کرتے ہیں تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ صرف بُری صحبت یا بُرے نمونے دیکھنے
کا اثر ہے اور وہ بیرونی اثرات سے متاثر ہو کر افعالِ قبیحہ کے مرتکب
ہوتے ہیں بلکہ یہ ثمرہ ہے بدی اور دل کی کھوٹ کا جو گنہگاری کی جڑ ہے اور
جو اُن کے دلوں میں چھپی ہوئی ہے اور جو اندر ہی اندر نامعلوم طور پر اُن کے
دلوں کو کھائے اور کھوکلا کئے چلی جا رہی ہے اور اُن کی زندگی کو برباد کر رہی
ہے۔ اگر اُن کی طبیعت میں یہ گھُن نہ لگا ہوا ہوتا تو آج یہی بچے راست باز،
دیانت دار، مردانہ وار ایک اچھے انسان کا نمونہ ہوتے۔ میں امید
کرتا ہوں کہ جب کبھی تمھارا میلانِ خاطر کسی بُرے کام کی طرف ہو تو جان لو
کہ ہو نہ ہو تمھارے دل کی کل بگڑی ہوئی ہے اور اُس میں کچھ نہ کچھ خرابی
ضرور ہے تو تم کو چاہیئے کہ تم صمیم قلب سے گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگو۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [1]

اے خدا میرے دل سے اس ناپاک خیال اور وسوسۂ شیطانی کو دور کر اور مجھے
ایک پاک دل دے۔

[1] اے ہمارے پروردگار ہم کو راہِ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول
نہ کر اور اپنی سرکار سے ہم کو رحمت (کا خلعت) عطا فرما۔ کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے۔ ۱۲

اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْ قُلُوْبَنَا۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا۔[1]
بھلا تم یہ تو بتلاؤ کہ میوہ فروش کی دُکان سے کبھی تم جان بوجھ کر سڑا گلا
داغیلا سیب لوگے۔ ہرگز نہیں۔ جب لوگے صاف ستھرا بے داغ۔
اسی طرح تم اچھے دل کو ضرور گنہگار دل پر ترجیح دوگے اور یہ بات صرف
خدا ہی کے دست قدرت میں ہر کہ ہم کو ایک پاک اور درد بھرا اور محبت والا
دل دے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

اگر ہم ہر نماز کے بعد سچے دل سے دعا کریں تو اُس کے خزانے میں
کس بات کی کمی ہر وہ ہم کو ویسا ہی دل دے گا جیسا کہ ہم مانگتے ہیں
وہ وہ قلب سلیم دے گا جس کے اندر بدی اور کھوٹ کا نام نہ ہو گا۔
قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی۔[2]

(۳) بناس پتی اور پھول

آوارہ اور نیک منش بچے

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ۔[3]

---

[1] اے اللہ کشادہ کر ہمارے سینے۔ اے اللہ نگاہ رکھ ہمارے دل۔ اے اللہ منور کر ہمارے دل [2] کہو کہ اللہ کی ہدایت وہی (اصلی) ہدایت ہے۔
[3] کیا ہم (اپنے) فرماں بردار بندوں کو گنہگاروں کے برابر کردیں گے؟ تم لوگوں کو کیا ہو گیا، ہے کیسے (بیٹھے) حکم لگایا کرتے ہو۔ ۱۲

ہاں سر کا شرف پاؤں کو حاصل نہیں ہوتا
اسفل کبھی اعلیٰ کے مقابل نہیں ہوتا

تم دیکھ رہے ہو کہ میرے ہاتھ میں دو گل دستے ہیں۔ ایک تو بہت خوب صورت ہے جس میں گیندے گلاب اور رنگ برنگ کے خوش وضع اور خوش بودار پھول ہیں۔ اب رہا دوسرا وہ بھی کہنے کو گل دستہ ضرور ہے جسے میں نے بڑی زحمت اور تلاش سے کئی جگہ سے جمع کیا ہے پہلے گل دستے کے پھول کچھ تو پھول کی منڈی سے لیے ہیں اور کچھ ایک ہرے بھرے سرسبز و شاداب باغ سے لایا ہوں اور یہ دوسرا گل دستہ مجھے تو اسے گل دستہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے یہ خود رو اور جنگلی پھول ہیں جو گھاس پات اور بناس پتی کہلاتے ہیں۔ اس میں ایک جنگلی گلاب کا پھول بھی ہے مگر دوسرے گل دستے کے گلاب میں اور اس میں آسمان زمین کا فرق ہے اب میں تم کو بتلاتا ہوں کہ ان دونوں گل دستوں میں اتنا بڑا تفاوت کیوں ہے۔ جو پھول بہت خوش نما ہیں وہ ایک خانہ باغ کے ہیں جس کے گرد احاطہ تھا اور کئی مالی اس پر متعین تھے جو ہر وقت درستی میں لگے رہتے تھے اور ارد گرد کے جھاڑ جھنکاڑ کو فوراً نکال دیتے تھے۔ کیاریاں گھاس پات سے صاف۔ پودوں کی کانٹ نگرانی اور آب رسانی۔ نالیوں میں پانی دوڑتا ہوا۔ بارش کی کمی ہوئی یا پودے مرجھانے لگے تو فوراً اوپر کا پانی دے کر اُن کی تر و تازگی کو برقرار رکھا جاتا تھا جس سے پھول ہمیشہ کھلے اور عمدہ حالت میں رہتے ہیں

یہ دوسرے پھول جو ہیں ان کی کسی نے اُلٹ کر خبر تک نہ لی۔ جنگل۔
ندی نالے۔ کھڈے کھودروں۔ سڑک کے کناروں میں جہاں جگہ
ملی خود بخود اُگ آئے۔ عدم خبر گیری اور جانوروں کی روندن اور
بروقت پانی نہ ملنے سے یہ پنپ نہ سکے۔ آفتاب کی تمازت نے ان کو
الگ جھلسا دیا۔ برسوں ان کی کسی نے خبر نہ لی اور اسی سبب سے پوری
طرح نشو و نما نہ پاسکے اور ٹھٹھر گئے، پھر تر و تازگی اور بالیدگی۔ خوش نمائی
آئے تو کہاں سے آئے۔

کیا تم جانتے ہو کہ ان تر و تازہ اور خوش نما پھولوں کی بھی پہلے
یہی حالت تھی یہ بھی خودرَو اور جنگلی تھے جو جابجا سڑکوں کے کنارے
کھیتوں کی باڑھوں میں اُگے ہوئے تھے۔ وہاں سے ان کو اکھیڑ لائے
اور ایک محفوظ اور محاط جگہ میں کیاریوں یا گملوں میں ان کو لگایا۔
علاوہ پرورش اور نگرانی کے کھاد بھی دی جانے لگی پانی بھی پڑنے لگا
تب یہ اس حال اور عمدگی کو پہنچے اور ایسی نکھری اور سُتھری من موہنی
شکل و صورت نکالی جو آج تم دیکھ رہے ہو یعنی یہ ترقی اور بہتری کی
حالت صرف خبر گیری اور دیکھ ریکھ ہی کا نتیجہ ہے۔ انسان کے بچوں کا
بھی یہی حال ہے۔ جن کی خبر گیری نہیں کی جاتی کھلنڈرے اور بے قابو
ہو جاتے گلیوں میں مارے مارے پڑے پھرتے اور دن دہاڑے
خدائی خوار آوارہ گردی کرتے، سر راہ کبڈی اور گلی ڈنڈا اور خدا جانے
کیسے کیسے بیہودہ کھیل کھیلتے اور خاک اُڑاتے پھرتے اور کھیل کود کے

پیچھے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچوں کی مثال جنگلی اور خودرو پھولوں کی سی ہے جن کا کوئی دیکھنے والا نہیں۔ ایسے بچوں سے جن کا اوائل عمر میں یہ حال ہو بہتری کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ خدا ان کے پرچھاویں سے بچائے۔ ع۔ مرا ز خیر تو امید نیست بد مرساں۔ رہے یہ خوب صورت پھول یہ شریف بچوں کا نمونہ ہیں جن کے ماں باپ ہر وقت خبر لیتے رہتے ہیں۔ بات بات پر روکتے ٹوکتے اور اپنی اولاد کو پوری طرح اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔ بری باتوں سے نفرت دلاتے اور اچھی باتوں پر شاباش دیتے ہیں، یہی وہ بچے ہیں جو آگے چل کر شریف مرد اور شریف عورتیں ہونے والے ہیں اور جو ایک سچا نمونہ اشرف المخلوقات کا پیش کر سکیں گے۔ ؎

سہل شیرے داں کہ صف ہا بشکند
شیر آنست آں کہ خود را بشکند

جو والدین اپنی اولاد کی ڈوری ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں تو ان کو کبھی توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ ان کی اولاد اچھی اٹھے گی۔ کافی نگرانی تعلیم و تربیت کے بدون ممکن نہیں کہ بچوں کا چال چلن درست ہو۔ دیکھو کھیتوں اور باغات کی ہر قسم کی پیداوار اور روئیدگی کو انسان اپنی محنت سے کس طرح ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ ان پھولوں کی نوعیت میں ترقی دینے میں کیا زحمت ہوئی ہے۔ کبھی ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگاتے ہیں۔ کبھی قلم لگاتے، کبھی پیوند باگدھتے، کبھی کاٹتے

چھانٹتے اور طرح طرح کی مناسب حالت کھاد دیتے - گوڑتے اور خس و خاشاک سے پاک صاف کرتے تب کہیں جا کر ان کو اس کمال پر پونہچایا ہی - جتنے عمدہ نفیس پھل پھول تم خانہ باغوں میں دیکھتے ہو شروع شروع میں جب تک انسان نے ان میں تصرّف نہیں کیا اور ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا یہ سب بھی بد قطع اور ادنیٰ قسم کے تھے - سیب چھوٹے ٹھنٹرے ہوئے بد مزہ کھٹے اور سیٹھے - آم ریشہ دار بڑی گٹھلی کے - امرود چھوٹے اور بجبجے - آلو بالکل اُونٹ کی سی مینگنیاں - گوبھی کا پھول چھدرا اور چھوٹا شلغم، چقندر - اروِیاں سب معمولی اور چرپلی - لیکن قلم لگانے - پیوند باندھنے اور طرح طرح کی تدبیروں سے آج جس چیز کو دیکھو خوش نما اور مزے دار اور اعلیٰ درجے کی بالیدہ اور نفیس - جھاڑی بوٹی کے بیروں کو دیکھو اور اُن بیروں کو ملاؤ جو اب بازار میں ملتے ہیں - کھٹی نارنگیوں کو لو اور ناگ پور کے بڑے بڑے سنتروں کو - شہبل امردوں کو دیکھو اور الٰہ آباد کے امرود جو بسکے کے مزے کے ہیں - سہارن پور کے گنّے جو ہونٹوں سے باتیں کرتے ہیں - غرض ہر چیز میں ترقی کے آثار نمایاں ہیں - یہ سب کمال فن زراعت کی ترقی اور تدابیر اور حضرت انسان کی نئی نئی ایجادوں کی بدولت ہی کہ بیسیوں قسم کے اچھے اچھے آم - طرح طرح کے انگور - صدہا قسم کے پھول اور پھل نظر آتے ہیں - جب ہمارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت دی ہی کہ ہم نباتات تک میں تصرّف

کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنی نسل کو ترقی نہ دے سکیں۔ بے شک
ہم لڑکے لڑکیوں کو عمدہ تعلیم اور اچھی تربیت دے کر اور خاص کر مذہبی
تعلیم کی برکت سے اُن کو کام کے آدمی اور کام کی عورتیں بنا سکتے ہیں۔

؎ اگر تن را نباشد دل منوّر زیرِ خاکش کن
نباشد در شبستانِ عزّتے فانوسِ خالی را

جب تمہارے ماں باپ تم کو کسی بات سے روکتے یا ڈانٹتے اور
ناخوش ہوتے ہیں تو تم کو ناگوار ہوتا ہے اور تم ناک بھوں چڑھانے لگتے
اور بڑبڑاتے ہو اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر کہتے ہو کہ یہ زبردستی
کی چھیڑ خانی اور ہر وقت کی دار و گیر کیسی ہے کیوں کہ تم دیکھتے ہو کہ تمہارے
ہی جیسے بہت سے لڑکے اور لڑکیاں مطلق العنان ہیں اُن کو نہ روک
ہے نہ ٹوک نہ ہر وقت کی کوفت۔ لیکن یاد رکھو کہ تمہارے ماں باپ ہی
سب سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں اور جب تک تم خود باپ نہ ہو گے
تمہیں اس کی قدر نہ ہوگی۔ ع قدرِ بابا آں زماں دانی کہ خود بابا شوی
وہ تمہارے اصلی اور دلی بہی خواہ ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں محض تمہارے
ہی فائدے کے لئے۔ اب تم کو اُن کی بات ناگوار ہوتی ہے مگر آگے چل کر
اُن کی قدر آئے گی اور تمہارے دل سے اُن کے حق میں دعا نکلے گی۔

تم اپنے آپ کو مریض سمجھو اور ماں باپ کو طبیب۔ بیمار کا فرض ہے کہ طبیب
کی رائے پر چلے اور جو وہ کہے سو کرے۔ اگر کوئی مریض بد پرہیزی کرے
تو وہ اچھا ہو چکا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو میرے والد مرحوم

خدا انھیں غریقِ رحمت کرے شب برات میں میرے آتش بازی چھوڑنے پر بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ کیا واہیات اور خطرناک کھیل ہے۔ دیکھو جل جاؤ گے۔ خبردار! تم اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ اُس وقت تو مجھے ان کا کہنا بہت برا لگا اور میں نے اُن کی بے جا سختی سمجھی کیوں کہ میرے ہم عمر بچے خوب انار پٹاخے چھوڑ رہے تھے۔ آخر اُن کے بھی ماں باپ تھے مگر کسی نے کان تک بھی تو نہ ہلایا مگر ہمارے ہاں کا باوا آدم ہی نرالا تھا۔ بات بات پر روک ٹوک ہے۔ پیسہ ہمارے ہاتھ میں قسم کھانے کو بھی نہ رہتا تھا۔ جب میں بڑا ہوا یعنی نیک و بد کو سمجھنے لگا تب معلوم ہوا کہ جو کچھ مجھے مرحوم و مغفور نے ارشاد فرمایا تھا وہ بالکل نیک نیتی پر مبنی اور ہمارے فائدے کے واسطے تھا ہماری اُس وقت کی تنگ دستی ہی ہماری آج کی فارغ البالی کی جڑ تھی۔ اور ایسی بہت سی باتیں ہیں جن سے والدین کی شفقت ٹپکتی ہے کہاں تک بیان کی جائیں۔

جب میں اپنی ملازمت پر سے وطن آیا اور فاتحہ پڑھنے قبرستان میں گیا تو میں نے ایک ہاتھ تو باپ کی قبر پر رکھا اور دوسرا ماں کے مزار پر۔

رباعی

گھر اپنا اُجاڑ کر بسایا تجھ کو ڈھانپا جو کفن سے منہ دکھایا تجھ کو
ہر قبر کہاں کہاں نہ کی تیری تلاش جب خاک میں مل گئے تو پایا تجھ کو

میرا دل بھر آیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور اسی حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور

یہ دعا پڑھی :- رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا [1] ۔ پھر
بے اختیار ہو کر اپنے ماں باپ کا شکریہ تہ دل سے ادا کیا کہ یا الٰہی وہ
تیرے کیسے نیک بندے دانش مند اور مآل اندیش تھے کہ مجھے
راہِ راست سے ڈگمگانے نہ دیا، نہ مجھے اپنی مرضی پر چھوڑا، نہ بے جا
لاڈ پیار میں خراب کیا، بلکہ ہمیشہ عاقلانہ رہنمائی کی۔
پس اے لڑکو لڑکیو! جوان ہوئے پیچھے یہی حال تم سب کا ہوتا ہے۔
جب تم کو سمجھ آجائے گی تو آج کی نکتہ چینی بھلی لگے گی اور تم اپنے
ماں باپ کے حق میں ایک دعا نہیں ہزاروں دعائیں دو گے کہ وہ
تمہارے سچے خیر خواہ ہیں کہ تم کو ڈانٹا ڈپٹا اور ہر طرح کی تنبیہ و تاکید
کی مگر تم کو بے راہ نہ چلنے دیا۔ اُن کے دل کو لگی ہوئی تھی اور وہ
تم کو اپنے سے بلکہ دوسروں سے بھی بہتر انسان بنانے کی کوشش
ساری عمر کرتے رہے۔ ؎

از راستی است جائے الف درمیانِ قد ۔ و از کجی ہمیشہ بود درمیانِ خُوں

(۴) بادام اور اخروٹ وغیرہ

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى [2]

بے عزمِ درست و سعیِ کامل ۔ کس را نشود مراد حاصل

---

[1] اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا پوسا اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں اسی طرح تو بھی ان پر اپنا رحم کیجیو۔ [2] اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی اس نے کوشش کی ۱۲۔

لڑکے لڑکیو! - آج میں تمھارے لیئے کچھ بادام اخروٹ
اور پستے وغیرہ سخت چھلکے والی چیزیں لایا ہوں اور تم کو وہ خوبی بتلانا
چاہتا ہوں جو ان کو اس مضبوطی اور حکمتِ عملی سے بند کرنے میں مضمر ہے۔
حضرت آدم اور ماما حوّا کو جب جنّت کے باغ سے نکالا گیا تو باری
تعالیٰ کا حکم ہوا کہ دنیا میں جاؤ اور اپنی محنت مشقت سے روزی
کماؤ۔ اس سبب سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر حضرت آدم اور ماما
حوّا خدا کی نافرمانی نہ کرتے تو یہ بلا ہمارے سر نہ منڈھی جاتی۔ ؎

دل میں ہیں درد و غم کے فسانے بھرے ہوئے
برسوں سناؤں گر کوئی درد آشنا ملے

لیکن یہ خیال غلط ہے کیوں کہ جنّت میں بھی وہ بے کار نہ تھے بلکہ باغ
کی نگرانی اُن کے سپرد تھی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہ کام کچھ ایسا سخت
نہ تھا جیسا کہ دنیا میں ہم کو کرنا پڑتا ہے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میووں سے ہم کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے۔ بہت سے
لڑکے اور لڑکیاں ان میووں کو بڑی خوشی سے کھاتے رہتے ہیں
مگر کبھی تم نے یہ بھی خیال کیا کہ پہلے چھلکے کو توڑنا پڑتا ہے جب گری نکلتی
ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مُنہ میں لقمہ جانے سے پہلے تھوڑی بہت محنت
ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو ایک سخت اور مضبوط خول میں
بند کیا ہے جو مشکل سے ٹوٹتا ہے یہ اشارہ ہے اُس تعلیم کی طرف کہ "جو سیوا
کرتا ہے وہی میوا کھاتا ہے"۔ بے ہاتھ پاؤں ہلائے کچھ نہیں ہو سکتا ہے

حال اناج کا ہی ۔ بھلا کوئی چیز بے جوتے بوئے اُگی ہی؟ ۔ گھاس پات
تو بے شک خودرَو ہوتے ہیں مگر گیہوں چانول اور ہمہ قسم کا اناج جب تک
نہ بوؤ اور اُس پر محنت نہ کرو نہیں اُگتا ۔ پھر اُس کے ساتھ ہزار جھمیلے ہیں ۔
ضرورت ہو تو پانی بھی دینا پڑتا ہی ۔ چڑیاں اُڑاؤ ۔ حفاظت کرو تب کہیں
فصل ہاتھ آتی ہی ۔ اس کی زحمت غریب کسانوں سے پوچھو کہ راتوں دن
وہ اسی میں گھتے رہتے ہیں ۔ ممکن ہی کہ تمھارے دل میں یہ وہم ہو کہ میں
غلط کہہ رہا ہوں ۔ باغوں میں آم ۔ جامن ۔ سیب ۔ ناشپاتی، انار، آڑو،
بیر، امرود، انگور ہمہ قسم کے میوے لدے رہتے ہیں ان میں سے
کسی پر بھی سخت چھلکا ہی نہ ہر سال جوتنا بونا پڑتا ہی ۔ لیکن تم کو یہ بھی
خبر ہی کہ اس قسم کے تر و تازہ اور لذیذ میوے ہم کو کبھی میسر نہ آتے
اگر ہم برسوں پہلے سے ان درختوں کے پودے نہ لگاتے، اُن کی
پرورش نہ کرتے ۔ اُن کو پانی نہ دیتے، اُن میں پیوند نہ باندھتے تو
آج ٹوکروں سے میوے کہاں دکھلائی دیتے ۔ پس معلوم ہوا کہ
یہ محنت ہی کا ثمرہ ہی ۔ اگر ہم پھل دار درختوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیتے
اور خبر نہ لیتے تو یا تو وہ مر جاتے یا پھل دیتے مگر ناقص، ٹھٹرے ہوئے
اور بدمزہ ۔ خیر اسے چھوڑو اللہ تعالیٰ نے ہمیں محنت کرنے کا سبق اور کئی
طرح پر بھی دیا ہی ۔ مختلف قسم کی دھاتیں لوہا، تانبا، سونا، چاندی وغیرہ
خزائن الارض یعنی زمین کے خزانے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان
بیش قیمت چیزوں کو زمین کی بالائی سطح پر نہیں بکھیر دیا بلکہ ان کو زمین کے

اندر پوشیدہ رکھا ہے جن کے نکالنے میں بڑی محنت اور جانفشانی
کرنی پڑتی ہے - یہی حال ہے کوئلے اور تیل اور بہت سی معدنی اشیاء کا
جو خدا نے ہم کو اپنی مہربانی سے بخشی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی
بے ہاتھ پاؤں ہلائے نہیں مل سکتی - ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار — شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

انسان خلقۃً آرام طلب، کاہل الوجود، سست اور سہتی طبیعت
کا بنایا گیا ہے مگر دنیا اُس کو اس طرح کب بیٹھنے دیتی ہے جو سمجھ دار ہیں وہ
اپنے آپ کو محنت کا عادی بناتے ہیں - خداوند تعالیٰ کا بھی یہی منشا
ہے کہ انسان ہاتھ پاؤں ہلاتا رہے، احدی بن کر نہ بیٹھ جائے - کچھ نہ کچھ
مشغلہ ضرور ہے - ع بے کار مباش کچھ کیا کر -

کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ محنت کا بار ہم پر کس غرض
سے ڈالا گیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اُس کی سکت سے زیادہ مبتلائے
مشقت نہیں کرتا - [1] لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - خدا کے
نزدیک کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ ہمارے لیے پکی پکائی غذا آسمان سے
اُتار دیتا - وہ مینہ کی طرح آسمان سے اناج برسا سکتا تھا جیسے اُس نے
بنی اسرائیل کے لیے مَن و سلویٰ [2] اُتارا - وہ صرف ہمارا پیٹ ہی

[1] اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُسی قدر جس (کے اُٹھانے) کی اُس کو طاقت ہو

[2] رات کو جو اوس پڑتی ترنجبین کی طرح کی کوئی چیز میٹھی جنگلی درختوں کے پتوں پر
جم جاتی وہی مَن تھی اُس کو گھرچ لاتے اور شیرینی کی جگہ کھاتے اور سلویٰ بٹیر کی

(باقی بہ صفحۂ آئندہ)

نہیں بھر سکتا بلکہ چاہے تو ہمارے لیئے سلے سلائے بہشتی حُلّے بھی بھیج سکتا ہے، مگر وہ نور کے حُلّے ہوتے جس میں حضرتِ انسان کے ایجاد کردہ فضول فیشن نہ ہوتے جن تکلفات کی بدولت لباس کی اصلی غرض جو تن ڈھانکنا ہے فوت ہو گئی۔ ایجادِ بندہ از ہمہ گندہ۔ خدا فیشن کے خبط کا ستیاناس کرے جس نے سیدھے سادے لباس کو اس قدر گراں اور دولت کی جونک بنا دیا ہے کہ یہ اسراف کا ذریعہ دیوالا ہی نکال دیتا ہے ؎

اے ذوق تکلّف میں ہے تکلیف سراسر

آرام سے ہیں وہ جو تکلّف نہیں کرتے

خورش اور پوشش ہی پر کچھ موقوف نہیں، وہ چاہتا تو وعظ ونصیحت کا بھی کوئی دوسرا رستہ نکال دیتا۔ ؎

خدا گر بہ حکمت ببندد درے

کشاید بہ فضل و کرم دیگرے

بجائے اس کے کہ ہم پر قرآنِ شریف جیسی آسمانی کتاب نازل کی جاتی، جس کا وعظ ہم جابجا کرتے اور اپنے بھائی بندوں کو اُس کے احکام پہنچاتے اور سناتے ہیں، وہ اس بات پر بھی بخوبی

نوٹ صفحہ گزشتہ۔ قسم کا ایک جانور بٹھارات کو جہاں بنی اسرائیل کا پڑاؤ پڑتا یہ جانور آپ سے آپ آس پاس جمع ہو جاتے یہ اُن کو بھون کر کباب بناتے مگر حکم یہ تھا کہ کل کے لیئے ذخیرہ نہ کرو اُن لوگوں سے صبر نہ ہو سکا اور لگے سینت سینت کر رکھنے آخرِ کار من وسلویٰ کا اُترنا بند ہو گیا۔ فائدہ از ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم ۱۲

قادر تھا کہ جس طرح چھاپے خانے والا ٹائپ جما کر مختلف مضامین کو عبارت کی شکل میں منضبط کرتا ہے وہ ایک خاص زبان کی تعلیم کرتا جس کو ساری دنیا جانتی اور تاروں کو اس وسیع آسمان پر اس طرح چمکا دیتا کہ صرف رات کو ہی نہیں بلکہ دن میں بھی اُس کے قوانین و احکام چمکتے رہتے۔ پھر نہ قرآنِ شریف چھپوانے پڑتے نہ واعظوں کو اطراف و اکناف عالم میں گشت لگانا پڑتا، نہ بڑی بڑی مسجدوں کے بنانے کی ضرورت ہوتی لیکن مشیّت ایزدی اس کی مقتضی نہ تھی۔ ہم نے یہ مانا کہ کاہل اور مجہول لوگ اپنی تن آسانی کے لحاظ سے اسی کو مغتنم سمجھتے مگر مالکِ ارض و سما کی مصلحتیں وہی خوب جانتا بوجھتا ہے، اور جو کام ہماری مناسب حالت ہوتا ہے وہ بہترین طریقے پر کرتا ہے۔ لیکن پھر اگر ہم غور کریں تو ہم اُن حکمتوں میں سے بعض کو سمجھ سکتے ہیں جو ہمارے معروف بکار رہنے میں مضمر ہیں۔ دو تین باتیں تو اس وقت بھی میرے خیال میں ہیں جن سے اُس کی بے انتہا دانش مندی ظاہر ہوتی ہے۔ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ[1]۔

ہماری بناوٹ کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ ورزشِ جسمانی کے بدون ہم اپنی صحت کو عرصہ دراز تک قائم و برقرار نہیں رکھ سکتے۔ ع

تن درستی ہزار نعمت ہے۔ جسے تن درستی نصیب نہیں اُسے دنیا میں کچھ بھی نہیں۔

[1] حکیم کا (کوئی) کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ۱۲

اے خالقِ ہر بلند و پستی شش چیز عطا بکن زہستی
علم و عمل و فراغ دستی ایمان و امان و تن درستی

پس اگر ہم اپنے آپ کو تن درست اور توانا رکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو کچھ نہ کچھ محنت اور مشقت کرنی ضرور ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جو لوگ کچھ کام نہیں کرتے اور کھاتے خوب پیٹ بھر کے ہیں۔ "کام کے نہ کاج کے سیر بھر اناج کے" وہ آئے دن طرح طرح کی شکایتوں میں مبتلا رہتے ہیں اور جب دیکھو کچھ نہ کچھ آزار موجود اور وہ درحقیقت ہوتے بھی ایسے ہی کانچھ جو ہیں۔ آج سوء ہضم کی شکایت ہے۔ کل دوران سر اور تبخیر ہے۔ کبھی اعضا شکنی ہے تو کبھی حرارت۔ لیکن اگر وہ خدا کی منشا کے موافق چلتے پھرتے رہتے اور کچھ کام کیا کرتے تو اُن کو آئے دن اس قسم کی شکایتیں نہ رہتیں اور یوں ہر زا چھو یا نہ بنے رہتے۔ سو بیماریوں کی ایک بیماری تو بے کاری ہے۔ جس کے آگے کچھ کام نہ ہو اور وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے سارے دن خالی بیٹھا رہے تو سوائے اس کے اُس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ خیالی پلاؤ پکایا کرے اور ہر آئے گئے کے سامنے اپنی ناسازیِ طبع کا دکھڑا رونے بیٹھے اور اس طرح ہر بے کار آدمی شکایت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اگر ہم خوش رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو دل بہلانے اور وقت کاٹنے اور اپنے آپ کو مشغول رکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ مشغلہ چاہیے۔

ان دو باتوں کے سوا ایک اور بات بھی ہو کہ ہماری روحانی قوت کا تقاضا بھی یہی ہو کہ ہمیشہ متحرک رہے اس لیئے لازم ہو کہ انسان کچھ نہ کچھ کرتا ہی رہے - بے کاری بیماری بلکہ قبل از وقت موت کا گھر ہو- میرے والد مرحوم نے مجھے ایک خط میں لکھا تھا کہ "اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں پنشن کا ایک صیغہ خاص ہو" وہاں یہ بات مستنبط کی گئی ہو کہ پنشن خواروں کی عمروں کا اوسط عامۂ اعمار کی اوسط سے ایک ثلث کے قریب گھٹا ہوا ہو- سوچنے سے معلوم ہوا کہ لوگ زمانۂ اشتغال میں لوازمِ خدمت کو شرطِ زندگی بنا لیتے ہیں- خدمت سے علیحدہ ہوئے پیچھے زندگی وبالِ جان ہو جاتی ہو اور جلد مرجاتے ہیں فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ[1]-

کام کرتے رہنا اور کام کی عادت ڈالنا موجب برکت ہو- بے کار آدمی کا دل گھبرا جاتا ہو- دیکھو قیدوں میں سب سے کٹھن قید قیدِ تنہائی ہو- کیوں؟ اس سبب سے کہ اُس میں کوئی سامان دل لگی یعنی مشغلہ نہیں- جو شخص کچھ نہیں کرتا اُس کے خالی دل میں شیطان گھر کرلیتا ہو- خانۂ خالی را دیو می گیرد- دیکھا گیا ہو کہ ایک کاہل آدمی کبھی راست باز اور باخدا آدمی نہیں ہوتا- ایک سُست اور مجہول آدمی دھونی کا کُتا ہو جو گھر کا ہو نہ گھاٹ کا- نہ دنیا کے کام کا نہ دین کے مطلب کا-

---

[1] تو اے لوگو! جن کے (مونھ پر) آنکھیں ہیں (اس واقعے سے) عبرت پکڑو- ۱۲

ایسے کاہل انسان کو اللہ تعالیٰ تو ناپسند کرتا ہی ہے اور طرفہ یہ کہ وہ شیطان کے کام کا بھی نہیں۔

اس لئے اگر صحت جسمانی اور روحانی کے طلبگار ہو اور تم سچی خوشی کے متلاشی ہو اور اپنے آپ کو ایک اچھا اور کام کا آدمی دیکھنا چاہتے ہو اور خدا کی مرضی اور اُس کی منشار پر چلنا اور تخلیق آدم کے مشن کو پورا کرنا چاہتے ہو تو بھائی! اچھے کام کرو۔ کام کا عادی بنانے کے لئے بچپنے سے زیادہ کوئی زمانہ موزوں نہیں۔ ہم کو صرف ہاتھ پاؤں سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ دل و دماغ کو بھی ہمیشہ کُتھار کھنا چاہئے اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ جو کچھ بھی کریں خدا کی راہ کا سودا ہو یعنی ہر کام میں بھی حکم الٰہی اور اُس کی خوشنودی سب سے مقدم رہے۔

کوشش کیئے جاؤ

دُکاں بند کرکے رہا بیٹھا جو ۔۔۔ تو دی اُس نے بالکل ہی لُٹیا ڈبو

نہ بھاگو کبھی چھوڑ کے کام کو ۔۔۔ توقع تو ہے خیر جو ہو سو ہو

کیئے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل ۔۔۔ تو گھس جائے پتھر کی بے شبہ سِل

رہو گے اگر تم یونہیں مستقل ۔۔۔ تو اک دن نتیجہ بھی جائے گا مل

کیئے جاؤ کوشش مرے دوستو

اگر طاق میں تم نے رکھ دی کتاب ۔۔۔ تو کیا دوگے کل امتحاں میں جواب

نہ پڑھنے سے بہتر ہی پڑھنا جناب ۔۔۔ کہ ہو جاؤ گے ایک دن کامیاب

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو   جہاں تک بنے کام پورا کرو
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو   طلب میں جیو جستجو میں مرو

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو تم شیر دل ہو تو مارو تکا   کہ خالی نہ جائے گا مردوں کا وار
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار   جو ہمت کرو گے تو بیڑا ہے پار

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو بازی میں سبقت نہ لے جاؤ تم   خبردار ہرگز نہ گھبراؤ تم
نہ ٹھٹکو نہ جھجکو نہ پچھتاؤ تم   ذرا صبر کو کام فرماؤ تم

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں!   بچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلواں
کرو پاس تم صبر کا امتحاں   نہ جائے گی محنت کبھی رائگاں

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

تردد کو آنے نہ دو اپنے پاس   یہ بیہودہ خوف اور بے جا ہراس
رکھو دل کو مضبوط قائم حواس   کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ آس

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

کرو شوق و ہمت کا جھنڈا بلند   گراؤ اولوالعزمیوں کا سمند
اگر صبر سے تم سہو گے گزند   تو کہلاؤ گے ایک دن فتح مند

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

[illegible]

(۵) بینک

وہ دو دنیا سنوّر آخرت

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ [1]

کل جگ نہیں کرجگ ہے یہ　　　یاں دن کو دے اور رات کو لے

کیا خوب سودا نقد ہے　　　اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

میرے نوجوان دوستو! - میرے ہاتھ میں جو چھوٹی سی صندوقچی تم دیکھتے ہو یہ بینک کہلاتی ہے۔ بچے اس میں کچھ پیسے جمع کیا کرتے ہیں۔ قدیم زمانے میں نہ ایسی صندوقچیاں تھیں نہ بینک۔ لوگ اپنی دولت زمین میں گاڑ کر رکھا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں چور چکار بہت کثرت سے تھے اور آئے دن لوٹ مار اور لڑائیاں بھی رہتی تھیں زلزلے بھی کثرت سے آتے رہتے تھے جن سے چشم زدن میں شہر کے شہر تباہ ہو جاتے تھے۔ جو لوگ اپنی پونجی زمین میں گاڑ دیتے ہیں کبھی تو وہ لوگ لڑائی میں مارے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کو موت ایسی اچانک آجاتی ہے کہ وہ کسی سے کہہ سن بھی نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ

[1] جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی خیرات کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑی گنجائش والا اور ہر ایک چیز کے حال سے واقف ہے۔

پرانے پرانے شہروں اور عمارتوں کے کھنڈروں میں اب بھی دفینے ملتے ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ جتنی چادر دیکھے اُتنے ہی پیر پھیلائے۔

کفایت شعاری ایک عمدہ عادت ہے۔ انسان کو اڑے وقت کے لیئے کچھ نہ کچھ پس انداز کرنا ضرور ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ داد و دہش کا بھی خیال ضرور ہے۔

رباعی

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر — دولت جو ملے تو اُس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے جو عظمت تجھ کو — جو اہل ہیں اُس کے اُن کی تعظیم بھی کر

ہم کو اپنی کمائی کا کچھ حصہ نیک کام میں بھی لگانا چاہیئے۔ مثلاً غربا کی پرورش، بڈھوں اور محتاجوں کی خبر گیری۔ مصیبت زدوں کی امداد، حاجت مندوں کی کاربر آری۔ اگر تم نے صرف جمع ہی کرنا سیکھا اور دینے دلانے کا کچھ ذکر فکر نہیں تو تم **بخیل یا کنجوس مکھی چوس** مشہور ہو جاؤگے اور صبح سویرے کوئی تمھاری صورت دیکھنے کا روادار نہ ہوگا

بخیل شخص ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتا ہے نہ اس سبب سے کہ اُس کے پاس دولت کی کمی ہے نہیں۔ بلکہ خاص کر اس سبب سے کہ اُسے موجودہ دولت سے سیری نہیں ہوتی" اُس کی حرص بانسوں بڑھ جاتی ہے، وہ جائز اور ناجائز ہر طریقے سے دولت جمع کرنے پر تُلا رہتا ہے اور ہمہ وقت اُسی اُدھیڑ بُن سرگرداں و پریشان رہتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جتنی مرغی موٹی ہوتی ہے اُتنی ہی دُم سکیڑتی ہے۔

لیکن جب تم کو اس چندروزہ دنیا میں دولت جمع کرنے کی فکر ہو تو تم کو بدرجۂ اولیٰ اُس دوسری دنیا کا بھی فکر چاہیئے جہاں ہم کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو۔ یہاں کی ہر چیز فانی ہو۔ دولت کو بھی زوال ہو سو طرح کے خدشے لگے ہوئے ہیں مگر اُس جہان کے لیئے جو دولت ہم جمع کریں گے نہ اُس کو چور چکار کا ڈر ہو نہ وہ کسی آفت ارضی یا سماوی یا حوادثِ زمانہ سے تلف ہو سکتی ہو۔

سب سے پہلے تو ہم کو ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ[1]۔ خدا ملا تو جانو سب کچھ مل گیا۔

رباعی

خاطر مضبوط و دل توانا رکھو امید اچھی خیال اچھا رکھو

ہو جائیں گی مشکلیں تمھاری آساں اکبر اللہ پر بھروسا رکھو

سب سے پہلے ہم کو اپنے دل کو پاک و صاف کرنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ ہم خدا کے امین ہیں۔ دولت کا دینے والا وہ ہو ہم کس شمار قطار میں ہیں۔ ؏

نہ کس می دہاند نہ کس می دہد

خدا می دہاند خدا می دہد

اور دولت ہی پر کیا موقوف ہو۔ ہمہ اوست وہمہ از وست۔ ہماری جان مال گوشت پوست غرض یہ کہ ہر چھوٹی موٹی چیز سب اُسی کی دی ہوئی ہو

[1] کافی ہو مجھ کو اللہ اور اچھا نگہبان ہو، اچھا مالک اور اچھا مددگار ہو۔

اور اُسی کی ہے۔ وہی دیتا ہے اور وہی اُن چیزوں کے مصرف و استعمال کی توفیق دیتا ہے۔ پس ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنی فارغ البالی سے شکریے کے ساتھ حاجت مندوں کی مدد کریں اور اُس کی نعمتوں کو کارِ خیر و حسنات میں لگائیں اور اس طرح اُس کی خوشنودی حاصل کریں۔
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ[1]
بینک وہ جگہ ہے جہاں ہم روپیہ پیسہ جمع کرتے ہیں۔ اچھا تو اس صندوقچی میں دُونیاں چونیاں اور روپیے ہی جمع کرتے ہیں یا پیسے بھی ڈالتے ہیں؟ اگر ہر لڑکا اس بات کا منتظر رہے کہ جب پورا روپیہ بندھ جائے تب ہی صندوقچی میں ڈالے تو بس یہ صندوقچی بھر چکی۔ صندوقچی بھرنے کی تو یہ ترکیب نہیں ہے۔ بلکہ چاہیئے یہ کہ جو ہاتھ لگے پیسہ ٹکہ جب کے تب ڈالتے چلے جاؤ۔ آج اس میں دو پیسے پڑے کل ایک آنہ ہو جائے گا اور ہفتہ بھر میں شاید دونی چونی کی نوبت آئے اور ختم سال پر جب صندوقچی کھول کر دیکھو گے تو اچھی خاصی رقم نکل آئے گی۔ اسی کو کہتے ہیں کہ "بھیئوں بھیئوں تالاب بھر جاتا ہے"
ہم لوگ بہشت میں خزانہ تو جمع کرنا چاہتے ہیں لیکن تھوڑا تھوڑا دینے میں

[1] خدا اُن سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے اُن کے لیے (بہشت کے ایسے) باغ طیار رکھے ہیں جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی (اور یہ) اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔ ۱۲

پس وپیش کرتے اور آگے پیچھے ہوتے ہیں اور اس سوچ بچار
میں رہتے ہیں کہ ایک معتد بہ رقم ہولے تو کسی کار خیر میں لگائیں۔
لیکن کار خیر میں دیر نہ کرنی چاہیئے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست
لگے ہاتھوں جو توفیق ہو کر دیں۔ جو شخص ہر روز بلکہ ہر گھنٹے بلکہ ہر لمحے
کچھ نہ کچھ بھلائی کا کام تھوڑا یا بہت نہیں کرتا اُس سے یہ توقع نہ بھی
چاہیئے کہ وہ عاقبت کے لیئے کچھ خزانہ جمع کر سکے گا۔ پیسوں ہی
سے روپیئے اور روپیوں ہی سے اشرفیاں بنتی ہیں۔ قطرہ قطرہ
کرکے دریا بھر جاتا ہی۔ کار خیر میں مداومت اور استقامت شرط ہی
اللہ اُس میں برکت دیتا ہی۔ تھوڑا تھوڑا کرنے ہی سے انسان بہت
کچھ کر سکتا ہی۔ ضرور نہیں کہ ہم کسی بڑے کام کے انتظار میں خیرات
کا دروازہ بند کر دیں۔ ایک اچھا شخص وہی ہو سکتا ہی جو ہمیشہ کچھ نہ کچھ
بھلائی کرتا ہی۔ دس کی لاٹھی ایک کا بوجھ۔ تم اپنا خزانہ عاقبت
کے لیئے برابر جمع کرتے رہو وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ[1]
يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ۔ جس طرح اس صندوقچی
میں روزانہ کچھ نہ کچھ ڈالتے رہتے ہو اسی طرح کوئی نہ کوئی بھلائی کا کام
بھی کیا کرو۔ روپیئے پیسے ہی سے خلق اللہ کی امداد نہیں ہوتی نیکی
کرنے کے صدہا ذریعے ہیں۔ نیکی کرکے احسان جتانے یا شکر گزاری کی

[1] اور خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرج کروگے وہ تم کو پورا پورا بھر دیا جائے گا اور (کسی طرح بھی) تمھاری حق تلفی نہ ہوگی۔ ۱۲

متوقع نہ رہو۔ کیوں کہ احسان جتانے سے ساری نیکی اکارت جاتی ہے
بلکہ نیکی کر کے بھول جاؤ۔ نیکی کن و بہ دریا انداز۔ اگر یہ طریقہ اختیار کرو گے
تو تم بڑا بھاری خزانہ آنے والی زندگی کے لیے جمع کر سکو گے اور وہ
کیا ہی بہتر سرمایہ ہو گا۔ ۵

عبادت کرتے ہیں جو لوگ جنت کی تمنا میں
عبادت تو نہیں ہے اک طرح کی وہ تجارت ہے

جو ڈر کر نارِ دوزخ سے خدا کا نام لیتے ہیں
عبادت کیا وہ خالی بزدلانہ ایک خدمت ہے

مگر جب شکرِ نعمت میں جبیں جھکتی ہے بندے کی
وہ سچی بندگی اور اک شریفانہ اطاعت ہے

نقش (۶)

خطروں سے بچو

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ[1]

دیکھا دنیا کے کارخانے کو
مکر کو، زور کو، بہانے کو

ہم زمانے کو کیا کہیں ابتر
ہم ہی بدتر ملے زمانے کو

لڑکے لڑکیو! دنیا میں ہم سب چند دنوں کے مہماں ہیں۔
دنیا ایک سرا ہے اور آج رہے کل کوچ۔ كُنْ فِي الدُّنْيَا
غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ[2]۔ رباعی

---

[1] اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

[2] دنیا میں مسافرانہ مثل رہ رَو کے رہو۔ ۱۲

کیا تم سے کہیں جہاں کو کیسا پایا
غفلت میں ہی آدمی کو ڈوبا پایا

آنکھیں تو بے شمار دیکھیں لیکن
کم تھیں بخدا کہ جن کو بینا پایا

سفر شروع کرنے سے پہلے ہر مسافر کو ضرور ہی کہ رستے کی اونچ نیچ معلوم کر لے اور یہ کام **نقشے** سے خوب نکلتا ہی کہ ہم کو رستے کا پورا پورا حال پیش نظر ہو جاتا ہی دیکھو میرے ہاتھ میں یہ **ہندوستان کا نقشہ** ہی جس میں ہر ہر صوبہ اور مقام دریا اور پہاڑ اور ریل کی سڑکیں سب دکھلائی ہیں۔ اگر تم کو کسی اجنبی ملک میں سفر کا اتفاق ہو اور وہاں کا نقشہ بھی تمھارے پاس نہ ہو تو احتمال ہی کہ تم ناواقفیت کی وجہ سے کہیں پہاڑوں کے دروں میں بھٹک نہ جاؤ یا کوئی ایسا بڑا دریا حائل نہ ہو جائے جسے تم عبور نہ کر سکو تو بتاؤ کیسی مشکل کا سامنا ہو گا۔ ایسی بہت سی دقتیں **نقشے** سے حل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب کوئی بحری سفر کرنا چاہتا ہی تو خشکی سے زیادہ تری کے **سفر** میں **نقشے** کی ضرورت پڑتی ہی جو **چارٹ** کہلاتا ہی۔ یہ چارٹ جہاز کے **کپتان** کے پاس رہتا ہی جس میں۔ پہاڑ، گھاٹیاں، گہران، بھنور، وہ دریا جو سمندر میں گرتے اور جس مقام پر ملتے ہیں، سمندر کے کنارے کے شہر سب کچھ بتلایا گیا ہی۔

جس طرح زمین پر پہاڑ ہیں اسی طرح سمندر کی تہ میں بھی پہاڑ ہیں۔ تم نے اکثر سنا ہو گا کہ جہاز چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ یہ چٹانیں پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں جو سمندر کی سطح کے قریب تک پونہچ جاتی ہیں

پس جس کپتان کے پاس چارٹ نہ ہو وہ گویا اندھا ہی اور سخت خطرہ ہی کہ کہیں رستے کی عدم واقفیت سے کسی پہاڑ پر جہاز کو چڑھا دے اور وہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ **جزیرے** کیا ہیں وہ بھی ان ہی پہاڑوں کی سطح مرتفع ہیں جو زمین کی شکل میں سمندر کے اوپر اُبھر آتے ہیں اور اِردگرد پانی سے گھرے رہتے ہیں۔ ان ہی میں لوگ بستے ہیں ان کو جزیرہ اس واسطے کہتے ہیں کہ جس **برِ اعظم** پر ہم بستے ہیں اُس کے مقابلے میں وہ بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔

سمندر کا چارٹ خاص کر مخدوش مقامات کو بتلاتا ہی۔ جہاں جہاں جہاز ڈوب چکے ہیں اور ہزارہا آدمیوں کی جانیں تلف ہو چکی ہیں وہ مقامات واضح طور پر نمایاں کیئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے دریا اور وہ بڑی بڑی تموّج گاہیں اور دھارے بھی بتلائے گئے ہیں جو **گلف سٹریم** کہلاتے ہیں۔ جب جہاز گلف سٹریم کے دھارے پر پڑ جاتا ہی تو رستہ چھوڑ کر سیکڑوں میل کہاں کا کہاں نکل جاتا ہی۔ اگر کپتان کے پاس چارٹ نہ ہو تو وہ اپنے جہاز کو ان مخدوش مقامات سے کسی طرح محفوظ نہیں رکھ سکتا نہ وہ رستے سے بھٹک جانے کے بعد یہ معلوم کر سکتا ہی کہ کہاں کا کہاں جا نکلا آیا جنوب میں چلا گیا یا شمال میں یا کسی اور طرف ہم سب بھی دنیا میں مسافرانہ وارد ہیں۔ یہ سفر بڑا کٹھن ہی اور

ایسے صعب سفر میں چارٹ کی ازبس ضرورت ہے اور وہ چارٹ جو ہم کو دونوں جہان میں رہنمائی کرے نہیں ہے مگر قرآن مجید جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو باخبر کرنے کو بھیجا ہے۔ اُس میں دنیا کے سارے نشیب و فراز اور مقامات مخدوش اور وہ قلب مقامات جو ہماری نظروں سے قعر سمندر کی طرح پوشیدہ ہیں بخوبی لائح اور واضح کیئے گئے ہیں وہ قلب مقامات کیا ہیں جن میں پھنس کر انسان ٹھوکریں کھاتا اور مُنہ کے بل گرتا ہے؟ بعض بڑی بڑی چٹانیں جن سے کشتی عمر کے ٹکرانے کا اندیشہ ہے یہ ہیں۔ شرک، کفر، الحاد، زندقہ، دہریت، زنا، غیبت، چوری، جھوٹ بولنا، قسم کھانا وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو کتنے لوگ ہیں جو احکام الٰہی کی پروا نہیں کرتے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کا ایمان ڈگمگا جاتا اور نیت ڈانوا ڈول ہو جاتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ رباعی

گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں
بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں
گر علم نہیں تو زور و زر ہے بے کار
مذہب جو نہیں تو آدمیت بھی نہیں

یہ تو بڑی بڑی چٹانیں ہوئیں ان کے علاوہ اور بھی کئی چٹانیں ہیں جن کا ہم کو خیال رکھنا چاہیئے مثلاً والدین کا ادب۔ جھوٹی گواہی دینا۔ حق بات کو نگل جانا۔ لالچ۔ حسد۔ ان سب چٹانوں کا ذکر بھی

لے اس نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی، صریح گھاٹا یہی کہلاتا ہے۔ ۱۲

قرآنِ شریف میں اس لیئے کیا گیا ہی کہ مبادا ہم ناواقفیت کے سبب سے کہیں ٹھوکر نہ کھا جائیں اور دین کے بتائے ہوئے مسلک سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اور بھی کئی قسم کے خطرات ہم کو پیش آتے ہیں۔ ہر لڑکا جو درسے جاتا ہی اُسے اچھی بُری صحبت سے پالا پڑتا رہتا ہی۔ اگر وہ بُری صحبت میں بیٹھے گا ضرور اُن کی سی بدعادتیں سیکھے گا اور وہ اسی طرح راہِ راست چھوڑ کر دور نکل جائے گا جیسے کہ گلف سٹریم میں پھنسا ہوا جہاز کہیں کا کہیں جا پونہچتا ہی۔

"کپتان کے چارٹ میں محفوظ مقامات بھی بتلائے گئے ہیں۔ مثلاً مختلف بندرگاہیں، اُن کے رُخ، اُن کے رستے جدھر سے جہاز بے کھٹکے صحیح وسلامت منزلِ مقصود پر پونہچ جائے۔ اسی طرح قرآن شریف بھی ہم کو محفوظ ومصئون مقامات بتلاتا ہی جہاں ہم طوفان میں سر چھپا سکتے اور جہاں ہم مصیبت، بیماری اور آزمایش کی حالت میں پناہ لے سکتے ہیں۔ جہاز کے کپتان کے ساتھ سیکڑوں پُرخطر رستے ہیں جن میں پڑکر جہاز مصیبت میں پھنس جاتا ہی مگر منزلِ مقصود پر بلا کھٹکے پونہچنے کا ناک کی سیدھ میں ایک شارع عام ہی۔

اچھا بتاؤ تم ایسے کپتان کو کیا کہوگے جو ایسے چارٹ کو تہ کرکے طاقِ نسیان میں ڈال دے اور پھر بھول کر بھی نہ دیکھے۔ تو ایسے لاپروا اور غافل کپتان کا کیا حشر ہوگا، وہ خود ڈوبے گا سو ڈوبے گا مگر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبے گا اور اُس کا جہاز بیچ کھیت

سمندر کی تہ میں پونہچ جائے گا۔ اس کپتان کا وہی حشر ہوگا جیساکہ اُس کپتان کا ہوتا جس کے پاس سرے سے چارٹ ہی نہ ہوتا۔ پس جو کپتان اپنے جہاز کی سلامتی کا خواہاں ہو اُس کو تو ہروقت چارٹ سے مدد لینی چاہیئے اور وقتاً فوقتاً غور سے دیکھنا چاہیئے۔ قرآن تو مسلمانوں کے گھر میں ایک نہیں بلکہ کئی کئی ہوں گے مگر جزدان میں تہ کر کے رکھنے کو۔ بہت کم لوگ ہیں جو قرآن شریف کو پابندی اور التزام کے ساتھ پڑھتے ہوں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو بہت کم ایسے نکلیں گے جو اُس کو سمجھ کر پڑھتے یا اُس کے مطالب اور احکام پر غور کرتے ہوں۔ پس جو شخص قرآن کو بے سمجھے بوجھے طوطے کی طرح رٹتا ہے وہ ہرگز نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے کن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن کو منع کیا ہے۔ ہم نہ اوامر کا خیال کریں نہ نواہی سے پرہیز کریں یا یوں کہو کہ خداوند تعالیٰ کے احکام کی پابجائی کا ہم کو ذرا سا بھی خیال نہیں۔ وائے برحال ایسے غافلوں کے!۔

ہم کو نئی روش کے حلقے جکڑ رہے ہیں • باتیں تو بن رہی ہیں اور گھر بگڑ رہے ہیں
ذاتی ترقیاں ہیں اور قوم کا تنزل • گرہیں یہ کھل رہی ہیں یا پیچ پڑ رہے ہیں
ٹانکے وہ لگ رہے ہیں جو کروٹوں میں ٹوٹیں • بخیے جو دیرپا تھے وہ اب اُدھڑ رہے ہیں

(۷) لنگر

دنیا بامید قائم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا[۱]

[۱] اور سب (مل کر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو ۔۔ ۱۲

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفاں ہے　　مانندِ حباب ہستیِ انساں ہے
لنگر ہے جو دل تو ہے نفس بادِ مراد　　سینہ کشتی ہے ناخدا ایماں ہے

میرے نوجوان احباب! - آج میں تم سے ایک بہت ضروری اور اہم معاملے پر گفتگو کرنے والا ہوں - **امید** یعنی آس ایک بہت بڑی چیز ہے جو ہماری جسم و جان کے لیئے بطور لنگر کے ہے - تم میں سے بعض لوگوں کو غالباً جہاز پر سوار ہونے کا اتفاق ہوا ہوگا جہاز کی ایک جانب سامنے وار ایک طرف کونے میں ایک زنجیر لٹکتی ہوئی دیکھی ہوگی اسی کے آخری سرے پر لنگر لٹکا رہتا ہے - جس طرح اونٹ کی نکیل اور ریل میں بریک ہوتی ہے اسی طرح جہاز اور کشتی کی روک تھام کے لیئے لنگر ہوتا ہے - جس جہاز پر لنگر نہ ہو اُس کا کچھ بھروسہ نہیں نہ کوئی اُس پر سوار ہو کر اپنی بھلی چنگی جاں مفت خطرے میں پھنسائے گا - یہ مانا کہ جب سمندر میں تلاطم نہیں ہوتا تو ہفتوں بلکہ مہینوں بھی لنگر کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن لنگر رہنے سے خاطر جمع رہتی ہے کہ اگر خدا نخواستہ طوفان آجائے یا جہاز کسی چٹان سے ٹکرا جائے یا بھنور میں گھر جائے یا اُتھلے پانی میں جا پھنسے تو ایسے وقت میں لنگر بہت کام دیتا ہے اور اگر ان حوادث کے وقت لنگر نہ ہو تو پھر جہاز کا اللہ ہی مالک ہے - جہاز تباہ ہو گا اور سیکڑوں جانیں تلف ہوں گی سو الگ -

اسی طرح ہر انسان کے لیے خواہ وہ عورت ہو یا مرد بڈھا ہو یا جوان یا بچہ نادان امید کے لنگر کی سخت ضرورت ہے - ہم کو ہر وقت

خداوندِ کریم کی ذاتِ اقدس پر بھروسہ رکھنا چاہیئے - جہاز کی طرح جب ہم امن واماں اور خطرے سے محفوظ ہوں تب بھی امید سے ہم کو بڑی تسلی اور تشفی اور اطمینانِ خاطر رہتا ہے - کیوں کہ ہم نے ہر کام کو خدا پر چھوڑ رکھا ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور گو دنیا میں کیسا ہی انقلاب ہو جائے ہر حال میں اُسی کا آسرا ہے ہم اُس کو اور وہ ہم کو کسی حال میں چھوڑنے والا نہیں - ٥

من کارِ خویشتن بخداوندِ کردگار
بسپردہ ام کہ تا کرمِ او چہا کند

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ تکلیف اور مصیبت کے وقت مذہب تسلی بخش اور مفید ثابت ہوتا ہے یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے مگر اس کو اور وسعت دینی چاہیئے - مصیبت ہو یا راحت - تنگ دستی ہو یا فراغت مذہب ہر حالت میں راحت رساں ہے - ہم کو ہر حالت میں خواہ ہم تن درست و توانا ہوں یا بیمار اور ناچار مذہبی امداد اور تشفی کی ضرورت ہے - اس دنیا میں پیدا ہونے سے مرتے دم تک نہ صرف ہم کو مذہب کی پشت و پناہ کی ضرورت ہے بلکہ مرتے وقت اور بھی زیادہ - جس طرح دنیا میں ہر وقت مذہب کی پناہ درکار ہے عاقبت میں ہماری بخشش اور ابدی نجات کا بہت بڑا ذریعہ بھی مذہب ہی ہے -

رباعی

حیراں ہیں ملک بشر بچارا کیا ہے ۔۔۔ رکتا نہیں انقلاب جارا کیا ہے
جو کچھ ہے خدا کا ہے ہمارا کیا ہے ۔۔۔ تسکیں کے لئے مگر ہے کافی یہ خیال

اس میں کچھ شک نہیں کہ لنگر طوفان کے وقت بہت کام آتا ہے اور جب کبھی جہاز طوفان میں گھر جاتا ہے اور ڈگمگانے اور تھپیڑے کھانے لگتا ہے تب لنگر ہی کی بدولت لوگوں کی جانیں بچ جاتی ہیں۔ اگر لنگر نہ ہو تو جہاز یقیناً چٹانوں سے ٹکرا جائے اور پاش پاش ہو جائے اور اسی طرح لنگر مذہبی زندگی میں ایک ضروری اور بکار آمد شئے ثابت ہوا ہے۔ جب انسان مصائب یا مشکلات اور ناگوار واقعات میں گھر جاتا ہے اور ایسا کون ہے جسے کبھی نہ کبھی ناملائم اتفاقات کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا ہو تب اس مذہبی لنگر کی قدر معلوم دیتی ہے اور یہی ہم کو برے خیالات اور بدعقیدتی سے بچاتا ہے اور یہی ایسے نازک موقع پر ہمارے ایمان کو محکِ امتحان پر کس کے دکھاتا ہے ؎

زرِ قلب و زرِ نیکو و رعیار
نبے محک ہرگز نگردد اعتبار

لنگر کے لئے ضرور ہے کہ وہ اتنا بھاری ہو کہ جہاز کو تھام سکے اور اگر وہ اتنا ہلکا ہو کہ جہاز کے ساتھ ساتھ گھسٹا ہوا چلا جائے تو وہ کس کام کا، ایسا لنگر ہوا نہ ہوا برابر۔ ہم لوگ بھی جب کسی آفت یا مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو لنگر کو ڈال دیتے ہیں۔ یعنی اس کے دفعیے کے لئے کسی نہ کسی قسم کی تدبیر کرنے لگتے یا کسی کا سہارا پکڑتے ہیں۔

جس طرح کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ۔ اسی طرح اپنی گلوخلاصی کے لیئے انسان کچھ نہ کچھ ٹیکا تلاش کرنے پر مجبور ہے اور یہ سہارا صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ہے۔ ۵

جس کو بقا نہیں ہے وہ دلکشا نہیں ہے
جس کو فنا نہیں ہے اُس کا پتا نہیں ہے

ای وہ کہ بے بسوں کو آتی ہے یاد تیری
ہیر ابھی کچھ سہارا تیرے سوا نہیں ہے

جس طرح لنگر بوجھل ہونے سے سمندر کے قعر میں موجوں کے نیچے اُتر جاتا ہے اور نظر سے غائب ہو کر کسی مضبوط چٹان پر جا کر جم جاتا ہے جو سمندر کی تہ میں چھپی اور ہماری نظروں سے پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح ہر پابند مذہب کا عقیدہ پکا اور ٹھوس رہنا چاہیئے ہم کو صرف اُنھیں چیزوں پر بھروسہ نکرنا چاہیئے جو ہماری پیش نظر ہیں بلکہ اُن چیزوں پر بھی کہ جن کا ہم کو وہم و گمان نہیں۔ اللہ تعالیٰ غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے جن کا ہم کو سان گمان تک نہیں ہوتا۔

ع خدا خود میر سامان ست ارباب توکّل را

لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ مثل مشہور ہے داتا کے دینے کے سو ہاتھ۔ دوہا

چاکی چاکی سب کہیں اور کیلی کہے نہ کوئے
جو کیلی سے لگ رہا جو کھوں کبھی نہ ہوئے

۱؎ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ۲؎ شاید اللہ بعد میں کوئی صورت پیدا کر دے۔ ۱۲

اب میں تم کو ذرا وضاحت سے بتلانا چاہتا ہوں کہ ایمان اور امید کا لنگر کیوں کر ہمارے کام میں دخیل ہے۔ بسا اوقات ہم کو ایسے لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہے جو ہر اعتبار سے ہم سے بہتر حالت میں ہیں۔ دنیا کا عیش و آرام اور فارغ البالی اُن کو ہر طرح میسر ہے۔ ؎

ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا گئے کانٹے ہوئے
تم نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

بعض وقت دنیا کے مصائب و آلام سے ہمارا دل گھبرا اُٹھتا ہے کیسی کیسی ناگفتہ بہ مصیبتیں اور کیسی کیسی کڑیاں جھیلنی پڑتی ہیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا ؎

بلا کسی کی طرف آئے رُخ اِدھر ہوگا
نشانہ ہوں گے ہمیں تیر جس کماں سے چلے

لیکن ہر حال میں صبر بڑی چیز ہے۔ ایک لڑکے کا ذکر ہے کہ چھٹپنے ہی میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور تین برس نہ گزرے تھے کہ ماں نے بھی مُلک عدم کی راہ لی بہ ظاہر حال لڑکا بے یار و مددگار رہ گیا دنیا میں اُس کا کوئی سہارا نہ رہا۔ اس لڑکے نے چھٹی چپاتی پونہچانے پر کسی کارخانے میں نوکری کر لی اور نہ کرتا تو کرتا کیا۔ پیٹ بُری بلا ہے۔ اس خانماں برباد نے کئی برس تنگی ترشی سے کاٹے لیکن تھا وہ لڑکا بڑا پکا دین دار۔ اُسے خدا کی ذات پر کامل بھروسہ تھا اور بڑا اللہ والا تھا اور نتیجہ یہ۔ اُسے کامل یقین تھا کہ ع چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند۔ گھبرانے سے کیا ہوتا ہے دیر سویر کچھ نہ کچھ رستہ نکل ہی آتا ہے

شادی نہیں رہتی ہے سدا غم نہیں رہتا
دنیا کا کبھی ایک سا عالم نہیں رہتا

بتیجہ تھا، اُس وقت اُس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے اور کب تک ایسا ہوتا رہے گا۔ کسی طرف سے ٹھنڈی ہوا نہ آتی تھی۔ مایوسی کی ڈراونی گھٹا چھائی ہوئی تھی، عقل چکّر میں تھی لیکن آگے چل کر معلوم ہوا کہ یہ مصیبت کے دن آئندہ کی راحت کا پیش خیمہ تھے کیوں کہ جو خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں خدا بھی اُن کا ہو جاتا ہے ؎

کچھ غم نہیں دُکھ ہو کہ بلا آئے بلا پر
راضی ہوں خداوندِ دو عالم کی رضا پر

غرض اُس کا آگے چل کر خوب پھلا پھولا اور بہت ترقی کی۔ سارے غم غلط ہو گئے اور دنیا کی بہاریں لوٹنے لگا۔

اس لیئے اگر تم کسی کو دیکھو کہ زمانہ اُس کے موافق ہے اور اُس کا طوطی بول رہا ہے اور تم اُس کے مقابل میں گرے ہوئے اور درماندہ ہو تو اگر تم خدا کو خدا مانتے ہو اور اُس کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہو تو کبھی آزردہ خاطر نہ ہو اور جانے رہو کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے نہ یہاں کی خوشی کو ثبات ہے نہ رنج کو قیام اور نہ خود ہم کو قیام بس کسی فانی کا فانی چیز کے لیئے رنج کرنا فضول ؎

راحت کا جہاں میں نام نہیں، ایذا کے سوا آرام نہیں
جس روز سے دل نے یہ سمجھا، اُس روز سے کوئی غم نہ ہوا

بہرحال گھٹا کے بعد مطلع کا صاف ہونا، اندھیرے کے بعد اُجالا دنیا کا دستور ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا فرمانِ تسلی کیسا اطمینان بخش ہے۔ اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا[1]۔ ؎ کیا تو نے یہ معاملہ دیکھا نہیں کبھی شبنم کے آنسو دھو چمکتا ہے آفتاب

جب دریائے رحمت جوش میں آئے گا ساری مصیبتیں مبدل بخوشی ہو جائیں گی اور تمھارا بیڑا پار ہو جائے گا اور پردۂ غیب سے ایسے سامان ہو جائیں گے کہ باید و شاید۔ ع مترس از بلائے کہ شب درمیاں۔ لیکن سر دست جو تکلیف ہے وہ صرف ہمارے امتحان کی غرض سے ہے اور اُس کا بھید وہی خوب جانتا ہے کہ جس کے دستِ قدرت میں بھلائی برائی یعنی سب کچھ ہے۔ یٰاَیُّھَا[2] الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن۔

مطلب یہ ہے کہ انسان صبر کی عادت کر لیتا ہے تو اُس کو مصیبت کی ایذا کم محسوس ہوتی ہے۔ ؎

رنج سے خوگر ہو گر انساں تو مٹ جاتا ہے رنج

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

اور یہی حال ہے نماز کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۲۸؎ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ یعنی اللہ کی یاد سے دل کو تسکین ہو جاتی ہے اور پیغمبر صاحب صلعم کا بھی یہی دستور تھا کہ جب کسی طرح کا تردد پیش آتا

[1] بے شک ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے [2] مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو (اُس کے مقابلے کے لیے) صبر اور نماز سے مدد لو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

(۸) بال ہٹ (حرماں نصیب)

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[1]

انچہ دانا کند کند ناداں

لیک بعد از خرابیِ بسیار

لڑکے اوباش اکثر شریر ہوتے ہیں لیکن اُن کی شرارت سے بچپنے کی وجہ سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ بعض اُن میں سے آگے چل کر سنبھل جاتے ہیں اور بعض عمر کے ساتھ شرارت میں بھی ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اب ہم تم کو ایک من چلے اور ناعاقبت اندیش لڑکے کا عبرت ناک قصہ سُناتے ہیں جس نے اپنی بدکرداری کا خوب خمیازہ بھگتا اور آخرِ کار ذلیل و خوار ہو کر راہِ راست پر آیا۔

ہر سو دو آں کس ز درِ خویش براند

واں را کہ بخواند بدرِ کس نہ دواند

ایک شخص کے دو لڑکے تھے۔ بڑا تو خیر مگر چھوٹا بڑا نٹ کھٹ، چڑچڑا اور ہوا سے لڑنے والا تھا۔ وہ ایسا ہی اُجڈ تھا جیسے کہ اس زمانے کے بعض ناسمجھ اور کوتاہ اندیش لڑکے ہوتے ہیں۔

---

[1] ان کے دلوں پر ان (ہی) کے اعمالِ (بد) کے زنگ بیٹھ گئے ہیں۔ ۱۲

وہ چاہتا تھا کہ جو اُس کے دل میں آئے وہ کرے کوئی اُسے الا اللہ
نہ کہے۔ باپ کو وہ پاگل سمجھتا تھا حالانکہ خود پاگل تھا جب باپ
کا یہ وقر تھا تو ماں بے چاری کس شمار قطار میں تھی ہوئی نہ ہوئی برابر
صاحب زادے کو یار دوستوں کی صحبت، سیر سپاٹے، بناؤ سنگار
اور پر تکلف لباس کا شوق دامن گیر تھا۔ اب ان کو سیاحت کا بھی
شوق چرّایا۔ ع سمندِ ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے جی
اُکتا گیا۔ وطن سے باہر قدم نکالنے کا خبط سوار ہوا اور چاہا کہ کچھ دنیا
کی سیر کیجیے۔ یہ ناہنجار باپ کے سر پر سوار ہو گیا۔ اپنا عندیہ ظاہر کیا
باپ نے ہر چند سمجھایا بجھایا مگر یہ خدائی خوار کب سُننے والا تھا۔ ع
میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے۔ مرغے کی ایک ٹانگ
اپنی بات پر اڑا رہا۔ باپ بے چارہ آفت کا مارا جوان بیٹے کے کیا
منہ لگتا۔ سُنتا رہا اور طرح دیتا رہا۔ آخر ایک دن صاحب زادے
بلند اقبال نے جس کا ستارہ گردش میں تھا باپ سے کھُلم کھُلا کہا کہ
آخر میرا ترکہ آپ پر واجب ہے یا نہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا
اپنا ترکہ چاہتا ہوں۔ آپ دیر سویر دیں گے پر دیں گے۔ گیے گزرے بے لطفی سے
دیا تو کیا دیا اب سیدھے سبھاؤ بسم اللہ کرکے داہنے ہاتھ سے
دھر دیجیے۔ باپ کو اس لونڈے کی ناعاقبت اندیشی اور بے باکی
کا سخت قلق ہوا۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا کہ اللہ اکبر
میں نے کس کس طرح اونچ نیچ سمجھائی۔ پیار چمکار کر نرمی سے

کہا۔ ڈرا دھمکا کر سختی سے بھی کہا مگر اس کا نشہ ہے کہ کسی طرح
اُترتا ہی نہیں ۔ میرے اتنے مغز کھپانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ میرے
سر پر چڑھ کر آیا ۔ میں ابھی مرا نہیں اور اس کو دیکھو کہ ترکۂ پدری کا
طالب اور شیطان اس پر غالب ۔ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا
لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ
اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ باپ کہہ کہہ کر اور ہر طرح سمجھا سمجھا کر ہار گیا مگر صاحبزادے
کے کان پر جوں تک نہ چلی وہ آئے دن گھر سے نکل جانے کی دھمکی
دیتا اور طرح طرح کی بدعنوانیاں کرتا اور انواع و اقسام کے ظلم
توڑتا ۔ بڈھا ڈرائے مرنے سے اور جوان ڈرائے بھاگنے سے ۔
اس کی ان حرکاتِ ناشایستہ سے سارے گھر والوں کا نام میں دم
تھا ۔ باپ نے سوچا آخر دینا اوّل دینا ۔ اب نہ دوں گا تو میرے بعد
لے ہی گا لاؤ یہ بھی کر کے دیکھو کسی طرح اس عذاب سے تو نجات
ملے ۔ ع دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ ۔
غرض باپ نے جو کچھ دینا دلانا تھا دے دلا کر اپنا پیچھا چھڑایا

ۓ مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے (بعض، تمہارے (دین کے)
دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرتے رہو اور اگر تم (ان کے قصوروں کو) معاف کرو اور
درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے ۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد
(یہ) نرا جنجال ہے اور اللہ کے ہاں (ان بکھیڑوں میں دین پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے) بڑا اجر ہے۔ ۱۲

جان بچی لاکھوں پائے ۔ صاحب زادے روپیہ پیسہ سمیٹ سماٹ
باپ بھائی دوست احباب سب سے بڑی خوشی سے رخصت ہوئے
اور چلتے چلاتے بڑی ڈینگ کی لی کہ اب میرا ہاتھ کھلا ہے تم دیکھنا کہ میں
کہاں سے کہاں پونہچتا ہوں ۔ اس گھر میں میری کچھ قدر نہ تھی کہ گھر کی
مرغی دال برابر اب تم سُن لینا کہ میں کیسا نام و نمود پیدا کرتا ہوں ۔ اسی
قسم کے بُرے خیالات اور شیخی نے کتنے ناتجربہ کار لڑکوں کو کونئیں جھکائے
اور دربدر پھرایا ہے ۔ بعض وطن چھوڑ کر گھر سے بے گھر اور تباہ ہوئے
نہ گرہ میں پیسہ رہا نہ پیٹ کو روٹی نہ تن پر چیتھڑا اور دربدر بھیک مانگنے
کی نوبت آگئی ۔ جن کو بلا مشقت دولت کا گنج مل جاتا ہے وہ یوں ہی
اَللّے تللّے اُڑاتے اور گھر پھونک تماشہ دیکھتے ہیں ۔ ان کو پیسے کی
قدر کیوں ہونے لگی ۔ جب تک ان کی جیب پُر رہتی ہے اُن کی رعونت کا
کچھ ٹھکانا نہیں ۔ خیالی پلاؤ پکاتے اور بڑے بڑے منصوبے گانٹھتے
رہتے ہیں مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو ڈھاک کے تین ہی پات نظر آتے ہیں
اور ساری قلعی کھُل جاتی ہے ۔ مگر اب پچھتائے کا ہوت جب چڑیاں
چُگ گئیں کھیت ۔

خیر آمدم بر سرِ مطلب، صاحب زادے گھر سے بھرے پُرے نکلے
اور چند ہفتوں یا شاید چند مہینوں تک نواب بنے رہے اور جب تک
پیسہ رہا خوب مزے اُڑائے، دن عید رات شب برات تھی ۔ کبھی
بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ اس طرح دھڑی دھڑی کر کے روپیہ کمانے کا

کیا انجام ہو گا۔ صحبت دیکھو تو آوارہ چھٹے ہوئے بدمعاش اور لچوں کی

ع با بداں کم نشیں کہ صحبتِ بد گرچہ پاکی ترا پلید کند

آفتابِ چنیں درخشاں را اندکے ابر ناپدید کند

یہ سب اخوان الشیاطین ان کی دولت کے لیئے مگھونس یا جونک تھے
ان کو آگے دے کر خوب لٹوایا اور کھک کر دیا۔ لیکن یہ لیل و نہار
کب تک رہ سکتا تھا ایسے گل چھرّے اُڑانے کے لیئے تو قارون
کا خزانہ بھی کفایت نہ کرتا۔ غرض جب ہوا بگڑی یار دوست ایسے
غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ ع

تا کار بناں بود شکے نیست

چوں کار بجاں فتد یکے نیست

نتیجہ یہ ہوا کہ دمڑی پاس نہ رہی نانِ شبینہ کو محتاج ہو گئے پیٹ کے
لالے پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بنا کر نہ بگاڑے۔ ع

خاک باشی، خوک باشی یا سگِ مردار باش

ہر چہ باشی باش، لیکن اندکے زردار باش

صاحب زادے پڑھے لکھے کچھ تھے ہی نہیں نہ ہاتھ میں کوئی ہنر تھا۔

ع عزت نہیں ہنر نہیں پلّے ٹکا نہیں

دنیا میں اب تو جینے کا مطلق مزا نہیں

اب مفلس و قلاش بے یار و مددگار رہ گئے۔ وہ دوست جن کو
جاں نثاری کا دعویٰ تھا بھُٹے پر کی چڑیاں تھیں جو اُڑ اُڑا گئیں۔

بنی کے چہرے پہ لاکھوں نثار ہوتے ہیں
بنی بگڑتی ہے دشمن ہزار ہوتے ہیں

اب چاروں طرف ہجوم افکار تھا اور یہ ناشدنی ناہنجار گرفتار ستم
روزگار - اب سوائے محنت مزدوری کے پیٹ بھرنے کا کوئی
نہ رہا - کہاں وہ امارت کہاں یہ ذلت - پلاؤ کی رکابی پر ٹھوکر مار
اور کفرانِ نعمت کا یہ خمیازہ تھا - سنگ آمد و سخت آمد - بڑی
اور تلاش کے بعد کسی زمیندار نے وہ بھی ترس کھا کر بکریوں کا
چرانے پر اس آوارہ گردِ بادیہ مصیبت کو رکھ لیا - یہ حضرت جو آزادی
خود مختاری اور مطلق العنانی کا خواب دیکھ رہے تھے اب تقدیر الٹی
پھوٹی کہ چرواہے بنے - کہاں وہ بھرا پُرا گھر کدھر یہ دشتِ
کہاں وہ پُر لطف صحبت کہاں یہ آفت اور مصیبت کہ انسان جا کر
سے پالا پڑا -

رباعی

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا
افعالِ مضر سے کچھ نہ کرنا اچھا
اکبر نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی
جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا

گھر کے آرام دونوں وقت پکی پکائی ملنے کی قدر نہ آئی باہر
تو پیٹ بھرنے کی بھی کوئی شکل نظر نہ آئی - بھوکے مرنے لگے - تن
بندھ گئے اب سوکھے ٹکڑوں اور بچی کھچی روٹی پہ گزارا تھا وہ بھی
کبھی ملی کبھی نہیں

نازوں کے دعاؤں کے مرادوں کے پلے تھے
واحسرت و دردا ابھی بھوکے

جب اس مغرور لڑکے کو خدا نے ایسا نیچا دکھایا کہ روٹیوں تک کو محتاج کر دیا، کپڑے لتّے کا کیا ذکر، تب یہ خوابِ غفلت اور نشۂ سرشاریٔ دولت سے بیدار ہوا۔

بہرِ عبرت کیوں حکایاتِ الم کو دیکھئے
آپ کو آنسو بہانا ہو تو ہم کو دیکھئے

اگر یہ لڑکا پہلے ہی سوچ سمجھ کر چلتا تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن اُس کے دماغ میں تو کچھ اور ہی ہوا سمائی ہوئی تھی وہ آنکھوں کی چاٹ ہو رہی تھیں وہ اس بھرّے میں تھا کہ گھر سے نکلنے کی دیر ہے پھر وارے نیارے ہیں۔

نظر اُس کی نخوت کے زینے پہ تھی
کہ شانوں سے اُتری تو سینے پہ تھی

لیکن باہر نکلنے کی دیر تھی کہ قدر کھل گئی اب تنگ دستی اور افلاس نے اُس کے چھکے چھڑا دیئے، چھٹی کا دودھ یاد آگیا اور ہوش و حواس بجا ہو گئے۔

ہمدم کہیں عبرتِ خوابیدہ جاگ اُٹھے　　　ایامِ حسن و عشق کی پھر داستاں نہ چھیڑ
ہے خاتمہ قریب جوانی کی رات کا　　　محروم پھر فسانۂ زلفِ بتاں نہ چھیڑ

وہ خود دماغی اور گھمنڈ کی بدولت گھر سے نکلتے تو نکل کھڑا ہوا مگر بہت جلد خود سری کا نشہ ہرن ہو گیا اور ٹھوکر پر ٹھوکر کھانے اور تکلیف پر تکلیف اُٹھانے کا نتیجہ تھا جو اُسے کشاں کشاں راہِ راست پر لایا۔

قصہ مختصر اب گھر کا خیال آیا اور کڑی کڑی منزلیں طے کر کے اور سفر صورتِ سقر کی صدہا صعوبتیں اُٹھانے کے بعد بہ ہزار مشکل پہنچا گھر اپنے وطنِ مالوف کو کئی برس کے بعد واپس آیا یا یوں کہو کہ اس حرماں نصیب کو ہار کر جھک مار کر پھر گھر کو آنا پڑا۔ ؎

آتی ہیں ٹھہر ٹھہر کے سانسیں　　اب موت سے لَو لگا رہا ہوں
منزل ہے قریب خوف غالب　　رُک رُک کے قدم اُٹھا رہا ہوں

جوان لڑکے کا یوں گھر سے نکل جانا اور زندگی ہی میں چھٹ جانا اُس غم سے کم نہیں جو حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی جُدائی کا ہوا تھا۔ ؎

جُدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

اس صدمے میں بڈھا باپ لبِ گور ہو گیا۔ وَقَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

لے (اور یوسف کو یاد کر کے) لگے کہنے ہائے یوسف اور (ہر چند ضبط کرتے تھے مگر) مارے غم کے اُن کی دونوں آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں اور وہ (جی ہی جی میں) گھُٹا کرتے تھے (باپ کا یہ حال دیکھ کر) بیٹے لگے کہنے کہ بخدا تم تو سدا یوسف ہی کی یادگار میں لگے رہو گے یہاں تک کہ (گھُر گھُر کر یا تو) از کار رفتہ ہو جاؤ گے یا ہلاک ہی ہو جاؤ گے (یعقوب نے)

(باقی بصفحہ آئندہ)

لیکن باپ کے دلِ صفانہ دل میں اب بھی اس سرپھرے اور نافرمان ہٹیلے اور ہٹ چلے لڑکے کی محبت موج زن تھی۔ ایک دن باپ بیچارہ باہر بیٹھا بحرِ تفکر میں غرق تھا کہ دیکایک اُس کو دُور سے کوئی آتا ہوا نظر آیا ایک تو فاصلہ دوسرے بڑھاپے کی موٹی نگاہ' پہچان نہ سکا کہ کون ہے۔

رباعی

پیری سے جو دالِ قد میں خم اور ہوا ۔ دم تیز روِ ملکِ عدم اور ہوا

سمجھو نہ عصا سوئے عدم جانے کو ۔ دو پاؤں تو تھے' ایک قدم اور ہوا

جب قریب آیا تب بھی بسبب امتدادِ زمانہ و تغیرِ حالت کے بمشکل پہچانا کہ یہ تو میرا ہی لعل ہے اور اُچھل پڑا۔

بیگانے بھی اس دُکھ میں کنارا نہیں کرتے

تم ہو کے جگر' پاس ہمارا نہیں کرتے

باپ کی ماہتا نے جوش مارا۔ اُس کے دیکھتے ہی سارا دُکھڑا بھول گیا اور رنجِ فرقت کافور اور مبدل بسرور ہوا۔ بیٹا دوڑ کر باپ کے قدموں پر گرا۔ باپ نے اُٹھایا اور چھاتی سے لگایا۔ دونوں طرف سے آنسوؤں کا دریا اُمنڈ رہا تھا۔

اسرارِ محبت را ہر دل نبود قابل

دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

جب ذرا سکون ہوا تو لڑکے نے کہا "ابّا جان! ایں خدا کا اور آپ کا

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ ۔ کہا (میں تم سے کچھ نہیں کہتا) جو پریشانی اور رنج مجھ کو ہے اس کی فریاد خدا سے کرتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے مجھ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں

دونوں کا گنہگار اور اپنے کیے پر نادم اور شرمسار ہوں اور اس قابل نہیں کہ آپ مجھے اپنا بیٹا کہہ سکیں۔ آپ میرے قصوروں کو جو درحقیقت ناقابلِ معافی ہیں خدارا معاف فرمائیے اور مجھے رحم و کرم کے دامن میں چھپا لیجیے۔ باپ کا دل بے قابو ہو گیا۔ ؎

نزدیک تھا دل چیر کے پہلو نکل آئے
اچھا تو کہا منہ سے پہ آنسو نکل آئے

لڑکے کو غسل کروا کپڑے بدلوائے اور بڑی خوشی منائی اور شکرانے کی دعوت کی۔ یوسف گم گشتہ کیا ملا گویا لڑکا دوبارہ پیدا ہوا۔

بڑی دقت کم عمر لڑکے لڑکیوں میں یہ ہے کہ وہ کبھی اپنی حالت پر غور نہیں کرتے اور اپنی ناتجربہ کاری سے دامِ بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ ہم بے سمجھے بوجھے کوئی کام نہ کریں۔ خدا ہم سے صرف اسی قدر چاہتا ہے کہ ہم میں تفکر اور تدبر کی خصلت پیدا ہو لیکن بچپنے کا عالم تو خیر نادانستگی کا ہے مگر جوانی ایسی دیوانی ہوتی ہے کہ کچھ نہیں سوجھتا اور سمجھ ایسی اوندھ جاتی ہے کہ جب سوجھتی ہے اُلٹی ہی سوجھتی ہے۔ خدا ہم پر بڑا مہربان ہے وہ ہماری تمام واجبی ضروریات کا کفیل ہے بایں ہمہ جس کو دیکھو بڑبڑاتا ہی رہتا ہے ؎ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ جب دیکھو شکایت، جب دیکھو شومیِ تقدیر کی حکایت۔ بجائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احسان مند

؎ اور ہمارے بندوں میں بہت ہی تھوڑے بندے شکرگزار ہوتے ہیں۔

اور شکر گزار ہوں ہم اپنی ساری تکالیف اور مصائب کو نعوذ باللہ
خدا ہی کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔ حال آنکہ سارے مصائب ہمارے ہی
کردارِ ناسزا کا نتیجہ ہیں۔ چاہیئے تو یہ کہ مصیبت کے وقت ہم خدا کی طرف
اور زیادہ جھکیں اُس کے آگے سرِ عجز خم کریں لیکن اکثر دیکھا یہ گیا ہے کہ
لوگ خدا سے برگشتہ ہو کر پیٹھ موڑ لیتے ہیں یعنی خدا کو چھوڑ کر شیطان
کے ہم نوا ہو جاتے ہیں شیطنت کی باتیں ہمارے دلوں میں جگہ پاتی
جاتی ہیں اور اِس طرح خدا سے مکمل بغاوت پر کمر باندھ لیتے ہیں اور
ایک ذراسی تکلیف پہونچنے پر اُس کے منوں احسانوں کو بھلا دیتے
ہیں۔ اچھائی اور نیک کاموں سے ہمارا دل ہٹ جاتا ہے۔ لیکن
آخر کار اِس تمرد کا وہی نتیجہ ہوتا ہے جو اس چھوکرے کا ہوا۔ ٹھوکریں
کھاتے ہیں مگر پھر پھر اکر آتے اسی چوکھٹ پر ہیں۔ ؎

اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی تم سمجھے تو کیا سمجھے

دیکھو یہ چھوکرا جب گھر سے نکلا تو کپڑوں کا ڈھیر اس کے پاس تھا
اور جیب پُر۔ دل میں کیا کیا اُمنگیں جوش مار رہی تھیں اور کیسے کیسے
سبز باغ نظر آتے تھے لیکن جب گھر تشریف لائے تو کیا حال تھا۔
خدا دشمن کو بھی ایسے جنجال میں نہ پھنسائے۔ جیب خالی، دل شکستہ
نادم، تائب اور مارے شرم کے سر نہ اٹھا سکتا تھا۔ ؎

موت سے قبل زندگی کیسی؟ جی رہا ہوں ابھی خوشی کیسی؟

اسی طرح جب ہم گناہوں میں لت پت ہو کر پشیمان ہو جاتے ہیں اور خدا کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ اپنی بے انتہا مہربانی، کرم وعفو سے ہمارے گناہوں پر قلمِ عفو پھیر دیتا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ[1]۔

جس طرح اس نافرمان لڑکے کو اُس کی درماندگی کی حالت میں جب کوئی اُس کا ہمدرد نہ تھا اُس کے باپ نے کشادہ پیشانی اور نہایت فراخ دلی سے اُسے کلیجے سے لگالیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہماری ہر مصیبت میں کام آتا اور ہر وقت ہم کو اپنی پناہ میں لیتا اور ہمارے گناہوں کو بخشنے کو طیار رہتا ہے۔

شعر
محال است چوں دوست دارد ترا
کہ در دستِ دشمن گزارد ترا

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ[2]
پھر ارشاد ہوتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[3]۔ ہم سب کو چاہیے جب کبھی ہم سے کوئی خطا یا قصور سرزد ہو جائے فوراً توبہ کریں توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔

---

[1] جس نے گناہ سے توبہ کی (وہ ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ) گویا اُس نے (کبھی) گناہ کیا ہی نہ تھا۔ [2] بھلا کون ہے کہ جب کوئی شخص (بے قرار ہو کر) اُس سے فریاد کرے اور وہ اُس بے قرار کی فریاد کو پہنچے اور (اُس کی) مصیبت کو ٹال دے۔ [3] ہم سے دعائیں مانگتے رہو ہم تمھاری (دعا) قبول کریں گے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔[1]

گر کافر و گر بادہ پرستی باز آ | باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ | ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست

لیکن ہم کو چاہیئے کہ ادھ کچری توبہ نہ کریں توبہ جب کریں سچے دل سے اور پھر اُس کام کو بھولے سے بھی نہ کریں۔ تب تو توبہ ہے ورنہ نرا ڈھونگ اور موجبِ ذلت و رسوائی ہے۔ خبردار! کبھی خدا کی مرضی کے خلاف کرنے کی جرأت نہ کرنا۔ کیوں کہ گنہگار ہمیشہ رنج و مصیبت میں گرفتار رہتا ہے اور گناہ کا وبال ایک نہ ایک دن ضرور پڑتا ہے اور پھر ندامت، شرمساری اور رسوائی اور فضیحت اور جگ ہنسائی جدا۔

حج کو جائیں سر کے بل لیکن یہ آتا ہے حجاب
اُس خدائے پاک کو مُنہ اپنا دکھلائیں گے کیا

(۹) لوہا (قسمِ ادنیٰ و اعلیٰ۔ چال چلن اور اُس کی قدر و قیمت)

فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ[2]

کچھ خارِ مغیلاں گلِ تر ہو نہیں سکتا | قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں سکتا
ہر قطرہ ناچیز گہر ہو نہیں سکتا | مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں سکتا

(بے نظیر)

[1] اللہ کی رحمت سے ناامید نہ رہو کیوں کہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے (اور) وہ بے شک (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے [2] ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی (ہم نے)

جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے ٭ ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

پیارے لڑکے لڑکیو! - آج میں تم کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ
ہر ہر چیز کی قدر و قیمت میں بڑا فرق ہے - گو وہ ایک ہی چیز سے
کیوں نہ بنی ہو - اچھا پہلے انسان کو لو وہ مٹی سے بنا ہے - اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے - **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ
طِیْنٍ**[۱] - لیکن آدمی آدمی میں بڑا فرق ہے - آدمی آدمی انتر کوئی
ہیرا کوئی کنکر - یہ فرق ہر اعتبار سے پایا جاتا ہے کیا بلحاظ چال چلن
اور رویہ کے اور کیا باعتبار حرکات و سکنات اور افعال کے - ۵

گرچہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

میرے ہاتھ میں کچھ لوہے کے ٹکڑے ہیں، کچھ چھوٹی بڑی کیلیں اور کچھ گھڑی گھنٹوں کی کمانیاں -

خام لوہا اصلی حالت میں زمین سے کھود کر نکالا جاتا ہے مگر وہ خالص
نہیں ہوتا اُس کے ساتھ پتھر اور ریت کے اجزا ملے ہوئے ہوتے
ہیں - اگر ہم خالص لوہا چاہیں تو پہلے ہم کو ملونی کو دور کرنا چاہیے
لوہے کو ایک بڑی بھٹی میں چونے اور کچھ اور چیزوں کے ساتھ ڈالنے
سے لوہا میل کچیل اور فضلے سے پاک و صاف ہو کر نکھر جاتا ہے کیوں
کہ بھٹی میں بہت تیز آنچ ہوتی ہے جو آمیزش کی چیزوں کو جلا کے

[۱] اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا - ۱۲

بھسم کر دیتی اور صرف خالص لوہے کو چھوڑ دیتی ہے - تب لوہے کو
لمبی لمبی سلاخوں میں گھڑ لیتے ہیں - ان سلاخوں کی معمولی قیمت
ہوتی ہے - پھر ان سلاخوں کو دوبارہ گلا کر یا پیٹ کر کلوں کے مختلف
پرزے اور پہیئے ڈھال لیتے اور قسم قسم کے برتن بناتے ہیں - تم نے
دخانی کارخانوں میں قسم قسم کے لوہے کے پرزے اور اوزار
دیکھے ہوں گے اور گھروں میں لوہے کے برتن گھڑے اور
تسلے تو کثرت سے استعمال میں آتے ہیں کون گھر ان سے خالی
ہے - یہ لوہے کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے اور کیلیں وغیرہ ناکارہ چیزیں
جو تمھارے سامنے میز پر دھری ہیں کباڑیوں کے ہاں ملتی ہیں -
یہ پرانی کیلیں کوئی آٹھ دس آنے سیر ملتی ہیں - یہ کچھ قلم کی پتیاں
(نبز) ہیں جو درجنوں کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں - اور
کچھ کمانیاں ہیں جن کے زور پر گھڑی گھنٹے چلتے رہتے ہیں -
کمانی کی کوک اتر جانے سے گھنٹہ بند ہو جاتا ہے یعنی جب اس کے
چکر ڈھیلے پڑ گئے اور کمانی کھل گئی قوت باقی نہ رہی جو اسے چلا سکے -
کوک چڑھانے یا کنجی دینے کا کیا مطلب ہے - کنجی کے ذریعے سے
ہم کھلی ہوئی کمانی کو سکیڑتے یعنی تنگ کر دیتے یا کس دیتے ہیں
جس سے وہ طاقت جو چوبیس گھنٹے یا ایک ہفتے یا اس سے بھی
زیادہ مدت تک چلانے کے واسطے درکار ہوتی ہے اس کمانی میں
اکھٹی کر دی جاتی ہے یعنی پھیلی ہوئی طاقت کو سینٹر (مرکز) میں

لے آتے ہیں - یہ بال کی طرح کی پتلی لچک دار کمانی جو گھڑیوں میں لگائی جاتی ہے ہیئر سپرنگ کہلاتی ہے، جس کا لفظی ترجمہ **بال کمان** ہے، یہ بہت قیمتی ہوتی ہیں - یہ چھوٹے چھوٹے پیچ جو مکھی کے سر کے برابر ہیں جن سے گھڑی کے پُرزے جمائے اور کسے جاتے ہیں ان کی قیمت اور بھی زیادہ ہے - ہر کہ بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر - لیکن دیکھو کہ یہ چھوٹی بڑی جتنی چیزیں ہیں سب لوہے ہی کی ہیں مگر ان کی قیمتوں میں آسمان زمین کا فرق ہے - کوئی کوڑیوں کے مول ہے تو کسی کے دام سونے کے لگ بھگ ہیں - **بندوق، تلوار، چھری، کٹار،** پیش قبض، جنبیہ وغیرہ ہتیار ہیں تو سب لوہے ہی کے مگر دام دیکھو تو سونے کے - قیمت کے اُتار چڑھاؤ کے دو سبب ہیں ایک تو مال کا مول یعنی قماش اور محنت کے دام دوسرے جس کام کے لئے وہ خاص پُرزہ یا ہتیار یا اوزار بنایا گیا ہے اُس کا مصرف اور نوعیت اگر خدا ان چھوٹی موٹی چیزوں کو زبان دے دے تو اغلب ہے کہ کم قیمت اور رَدّی یا خُودَیا معمولی درجے کی چیزیں عمدہ اور نفیس ساخت کی چیزوں سے یوں کہیں گی کہ ہم میں تم میں فرق کیا ہے لوہا لوہا سب برابر - تم کو بھی زمین ہی سے کھود کر نکالا ہے اور ہم کو بھی - وہ وقت مجھے خوب یاد ہے کہ جب ہم تم دونوں ایک ہی بھٹی میں جھونکے گئے تھے - بعد اس کے ایک کو کارخانے

میں لے جا کر کیتلی کی شکل میں ڈھال لیا اور دوسری کو کمانی بنا دیا۔ کیتلی چند سال برابر چولھے پر چڑھتی رہی۔ اُس کے پیندے میں جل جل کر چھید پڑ گئے۔ ٹپکنے لگی گھر والی نے اُسے بیکار جان کر کوڑی پر پھنکوا دیا۔ خاک میں لت پت ہو گئی۔ دھوپ میں تپتی، جاڑے میں ٹھٹھرتی اور مینہ میں بھیگتی رہی۔ جو رستہ چلتا اُسے ٹھکراتا۔ گویا وہ ایک جنسِ ناکارہ تھی۔ لیکن بی کمانی بیگم کے بھاگ ایسے جاگے کہ سونے چاندی کے گھر میں اور پھر امراء کے مخملی کوٹوں کی جیبوں میں براجنے لگیں۔ یہ اپنا اپنا لہنا ہے۔ کیتلی بولی بی کمانی تم دون کی نہ لو ہمارا تمھارا خاندان ایک، ذات ایک، اصل نسل ایک۔ میں گو غریب اور خستہ حال ہوں مگر ہوں تمھارے ہی کنبے قبیلے کی۔ اُدھر سے کیل یوں بول اُٹھی کہ میاں پیچ خاں تم ایمان کی بو لو نا۔ تم میں مجھ میں کیا فرق؟ ہمارا تمھارا خاندان ذات جماعت ایک ہی یا نہیں۔ خدا لگتی کہنا۔ میری تقدیر یوں پھوٹی کہ دروازوں کے پٹوں میں مجھے زبردستی ٹھونک دیا جاتا ہے۔ ایک تو مجھ پر یہ مصیبت کہ تختوں کو جکڑے رہوں کہ کہیں درز نہ کھل جائے۔ تختے دانت نہ نکوس دیں اُس پر طرّہ یہ کہ رنگ ساز صاحب نے ایسا دستِ شفقت پھیرا اور رنگ کی ایسی گہری تہ پر تہ چڑھائی کہ مجھے سات پردوں میں چھپا دیا کہ اب میرا پتہ چلنا بھی محال ہے کہ میں کہاں دبی دبکائی بیٹھی ہوں اور تمھارا کیا کہنا لوگ تم کو آنکھوں پر رکھتے اور عینک

کی کمانی میں لگاتے - ٹھٹریوں کے اندر جا بجا تم سجے سجائے بیٹھے ہو نہ برسات کا ڈر نہ جاڑے کا خوف - لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ ان لوہے کے ٹکڑوں کو اس قسم کی شکایت اور واویلا کا کوئی حق ہے - ہرگز نہیں یہ ناحق آپس میں لڑ رہے ہیں ان کی اور ان کی نوعیت میں بڑا فرق ہے - گدھا گھوڑا کہیں برابر ہوا ہے - پھر ان کی غرض و غایت اور کام میں بھی بڑا تفاوت ہے - ؎

لاکھ اوج ہو پستے کو ہما ہو نہیں سکتا

بت سجدہ کافر سے خدا ہو نہیں سکتا

دھات کی اعلیٰ درجے کی بکار آمد اور نفیس چیزیں جب ہی بنتی ہیں کہ جب لوہے کو اس درجے پاک صاف کیا جاتا ہے کہ وہ سونے کو بھی مات کرتا ہے - اُس میں جوہر پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ چلا دی جاتی ہے کہ مُنہ دکھلائی دینے لگتا ہے - بار بار لوہے کو آگ میں ڈالتے تپاتے اور گلاتے ہیں اور خدا جانے کیا کیا ترکیبیں کرتے ہیں تب کہیں وہ اس درجے کو پہونچتا ہے - کوئی دھات بلا تپائے یا گلائے یا چھانے کھوٹ سے پاک نہیں ہو سکتی - جوں جوں وہ تپائی اور خراش کی جاتی ہے ووں ووں وہ صاف ہوتی اور اُس کے جوہر نکلتے ہیں - اس قسم کی دھاتوں کو بعض وقت سندان پر رکھ کر ہتوڑوں اور گھنوں سے کوٹتے پیٹتے، اوزاروں سے گھڑتے، جنتریوں میں

کھینچتے ہیں تب کہیں اُسے مختلف شکلوں میں بنا کر بکار آمد کرتے ہیں اور وہ نفاست کے اعلیٰ درجے کو پونہچتی ہے اور سونے سے بھی مول میں بڑھ جاتی ہے۔ فرض کرو کہ اس دھات میں حفاظتِ خود اختیاری کی قوّت یا گویائی ہوتی تو کیا وہ بار بار آگ میں ڈالے جانے کُٹنے پٹنے سوہنوں سے رگڑے اور گھسے جانے پر واویلا نہ کرتی اور بس چلتا تو بھٹّی میں سے نہ نکل بھاگتی۔ اس میں شک نہیں کہ آگ میں جلنا۔ ہتھوڑوں کی گھن گرج ضربات دھات کے حق میں بہ ظاہر حال کوئی پسندیدہ سلوک نہیں ہے لیکن اسی سلوک کا نتیجہ ہے کہ ادنیٰ لوہا سونے کا مرتبہ پاتا ہے۔

کم وبیش یہی حال لڑکے لڑکیوں کا ہے اگر وہ مطلق العنان چھوڑ دیئے جائیں اور والدین اُن کی خبرگیری نہ کریں، اُن کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہ کریں، نہ اُنھیں پڑھائیں نہ لکھائیں نہ کبھی خدا کا رستہ بتلائیں، نہ گھر پر اُن کی دیکھ ریکھ کریں، نہ اُن کے فرائض ذاتی اور ذمّہ داریوں، اپنے ہم جنسوں کے حقوق اور حقوق اللہ سے آگاہ کریں تو بتلاؤ کہ ایسے بچے کُندۂ ناتراش رہیں گے یا نہیں۔ حالتوں کا فرق بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے۔ ع گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی۔ آدمی بنانے سے آدمی بنتا ہے۔ کوئی گھوڑا نہ سواری کے قابل ہو سکتا ہے نہ بگھی میں چل سکتا ہے جب تک کہ وہ چابک سوار کے پلّے نہ بندھے۔ ایک لڑکا وہ ہے جس کا کام صرف گلیوں میں

جھاڑو دینا، سڑکوں کو صاف رکھنا ہے۔ وہ کوڑا کرکٹ سمیٹتا، موریوں کو صاف کرتا ہے وہ اُس لڑکے کو دیکھ کر ضرور شکایت کرے گا جو ایک شریفانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ جو ملنسار، ذی خلق اور ذی مروّت، راست باز ہونے کے علاوہ ایک معقول نوکری کے سر لگا ہوا ہے۔ ہیں دونوں لڑکے ہی مگر ان کی طرزِ زندگی اور حالات میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہاں راجہ بھوج کہاں گنگوا تیلی۔ ایک نے باقاعدہ تعلیم و تربیت پائی ہے اور ہمیشہ نگرانی کا محکوم رہا ہے دوسرے کی کسی نے خبر تک نہ لی، اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیا اور اسی وجہ سے وہ کچھ نہ سیکھ سکا اور بالکل ٹھوس رہ گیا۔ غرض دونوں کی پوزیشن میں کھلا فرق ہے اور یہی فرق ہے تعلیم و تربیت یافتہ اور جاہل و غیر تربیت یافتہ میں۔

اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ اُس کے بندے نیک اور پاکباز ہوں اور یہ بدوں تعلیم و تربیت کے ممکن نہیں۔ پس حصولِ علم ایک فریضہ ہوا۔ ہر شخص کو لکھنا پڑھنا جاننا چاہیئے اور حصولِ علم کے لیئے مدارس میں جانا اور باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا ایک ضروری بات ہے۔ انسان کو محنت کا خوگر بنانا چاہیئے تاکہ کام سے اُس کی ہڈی مرے۔ دنیا کے نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کرے۔ موافق، ناموافق حالات، اِبتلا و آزمایش، ایثارِ نفس، دُکھ بیماری، نفع و نقصان سب باتوں کا عادی کیا جائے اور ان تمام چیزوں کا

تجربہ حاصل کرے اُسی طرح جیسے کہ جنتری میں سے تار کھینچا جاتا ہے تاکہ انسان کی جوں جوں عمر بڑھتی جائے اُس کے ساتھ اُس کی معلومات عامّہ اور تجربہ بھی ترقی کرتا جائے اور سال بہ سال اپنی طرز معاشرت میں راسخ اور ثابت قدم ہوتا جائے جو عین مقصد ایک اچھے انسان کی زندگی کا ہے۔ دنیا کی منزل اتنی کٹھن نہیں جتنی کہ ایک تن آسان انسان کو معلوم دیتی ہے۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ لوہا بار بار آگ میں ڈھلے جانے، سندان پر کوٹے پیٹے جانے، توڑے مروڑے جانے کی شکایت کرتا ہے اسی طرح کام چور اور آرام طلب لڑکے لڑکیاں، مرد عورتیں، خدا کی آزمائشوں میں گھبرا کر توبہ تلّا شروع کر دیتے ہیں حال آں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو نہ صرف دنیا کے لیے ایک بکار آمد فرد بنانا چاہتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہم آنے والی زندگی کے لیے بھی ہر طرح طیّار رہیں اور ہم میں وہ صفات اور وہ قابلیتیں پیدا ہو جائیں جو ہماری دائمی زندگی کی فلاح و بہبود کا سرمایہ ہوں۔

اگر ہم دنیا میں ایک کام کا آدمی بننا چاہتے، اور نام و نمود اور نیک نامی حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور شریفانہ اور باعزت گزران کے متمنی ہیں اور اپنی عاقبت سنوارنا اور نیک اور برگزیدہ بندوں کے زمرے میں اپنا شمار کرانا چاہتے ہیں تو ہم کو ساری کڑیاں صبر، تحمل اور استقلال سے جھیلنی چاہئیں۔ حرف شکایت

تو درکنار کبھی دل میں بھی خیال نہ آئے کہ خدا نخواستہ اللہ تعالیٰ نے یہ فعل ہم سے دشمنی سے کیا ہی یا نعوذ باللہ وہ سخت گیر یا ظالم ہی۔ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

تا شانہ صفت سر نہ نہی در تہِ ارّہ — ہرگز بسرِ زلفِ نگارے نرسی
تا مہرہ صفت سودہ نگردی بہ تہِ سنگ — ہرگز بصفا چشمِ نگارے نرسی
تا ہمچو دُرے سُفتہ نگردی بانار — ہرگز بہ بنا گوشِ نگارے نرسی
تا گل شدہ بریدہ نگردی از شاخ — ہرگز بگلِ حُسنِ نگارے نرسی
تا خاکِ ترا کوزہ نسازند کلالاں — ہرگز بہ لبِ لعلِ نگارے نرسی
تا ہمچو قلم سر نہ نہی در تہِ کارد — ہرگز بہ سرِ انگشتِ نگارے نرسی
تا ہمچو حنا سودہ نگردی تہِ سنگ — ہرگز بہ کفِ پائے نگارے نرسی

سونا یا چاندی کھوٹ نکالنے کو جب کٹھالی میں ڈالا جاتا ہی تو بہت تیز آنچ میں پگھلاتے ہیں اور سُنار اُس کا تپانا نہیں چھوڑتا جب تک کہ پانی کی طرح وہ شفاف نہ ہوجائے یہاں تک کہ اُس میں چہرہ نظر آنے لگے۔ اسی طرح ہم جب کبھی مصیبت میں مبتلا کیئے جاتے ہیں تو اُس سے صرف ہمارا امتحان اور آزمایش مقصود ہوتی ہی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو دیکھتا ہی کہ دیکھوں اب بھی یہ ثابت قدم ہی یا نہیں اور آیا اس کے دل میں ایمان کا نور ہی یا نہیں۔ خدا اپنی شکل ہمارے دل کے آئینے میں دیکھنی چاہتا ہی

یعنی ہمارا جو کام بھی ہو اُس میں خدا کی راہ کا سودا ہو اور اُس کی جھلک نظر آئے اور جب دل ایسا پاک ہو جائے کہ اُس میں نورِ خدا سما جائے تو پھر دوئی کا پردہ اُٹھ جاتا ہے اور یہی ہیں وہ لوگ جن کا شمار خدا کے خاص بندوں میں ہوتا ہے۔ ۵

ای قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید | معشوق ہمین جاست بیائید بیائید
معشوقِ تو ہمسایۂ دیوار بہ دیوار | در بادیہ سرگشتہ چرائید چرائید

(۱۰) پاکٹ رُول (خدائی ماپ تول)

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ[1]

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش | عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش | کس نتواند کہ بجا آورد

میرے عزیز دوستو! - میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تم کہو گے گز اور دوسری چیز چوں کہ تہ ہوتی اور جیب میں رکھی جاتی ہے **پاکٹ رُول** کہلاتی ہے اور ایک چیز **ٹیپ** (فیتہ) ہے۔ میں اگر تمھارا قد ناپنا چاہوں تو ان میں سے کسی چیز سے بھی ناپ سکتا ہوں

[1] پھر (دیکھنا) اُس دن (یعنی قیامت کو) جس (کے آنے) میں کچھ بھی شبہ نہیں (ان کی) کیسی (گت) بنے گی جب کہ ہم ان کو (اپنے حضور میں حساب کتاب کے لیے) جمع کریں گے اور ہر شخص کو جیسا اُس نے دنیا میں کیا ہے پورا پورا بھر دیا جائے گا اور لوگوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہوگا۔ ۱۲

کہ اس میں گرہ انچ اور فٹ بنے ہوئے ہیں۔ کپڑے کے ناپنے میں گز کام آتا ہے۔ ماپ تول کے اور بھی کئی قسم کے پیمانے ہوتے ہیں۔ اناج وغیرہ اور خشک اشیا کی تول کے الگ اور سیال چیزوں کے جدا۔ خشک اشیاء کا وزن سیروں اور منوں سے کیا جاتا ہے۔ کم مقدار کی چیزوں کا تولوں، ماشوں رتیوں سے۔ عرقیات کا اونس گلاس اور ہیم مٹر سے۔ ضرور ہے کہ ماپ تول کے اوزان سب ٹھیک اور یکساں ہوں ورنہ کیسے اندازہ لگے گا کہ ہم کو اپنے روپیہ کا صحیح معاوضہ جنس میں ملا ہے۔ اس لیئے بازاروں میں سرکار کی نگرانی سے صحیح بٹے رکھے جاتے ہیں اسی طرح ترازو کو بھی جانچا جاتا ہے کہ کہیں پاسنگ نہ ہو۔ مختلف ملکوں میں مختلف قسم کے اوزان اور پیمانے ہیں، خود ہندوستان میں بھی بعض بعض حصص میں سیر اور من کے وزن میں فرق ہے لیکن جہاں کا جو رواج ہو اُس مطابق اوزان کا یکساں ہونا لازم ہے تاکہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں میں سے کوئی بھی گھاٹے میں نہ رہے۔ سکہ کیا ہے وہ بھی ایک قسم کا پیمانہ ہے، ایک ہاتھ سے ہم روپیہ دیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی قیمت کی برابر چیز لیتے ہیں۔ سکہ بھی ہر ملک کا جدا ہے ہندوستان میں روپیئے پیسے چلتے ہیں انگلستان میں پونڈ، شلنگ پنس، امریکا میں ڈالر اور سنٹ۔

قرآن شریف میں ماپ تول کے ٹھیک ٹھیک رکھنے کی بڑی

تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

میں نے تم سے ماپ تول کے مختلف پیمانوں اور بٹوں کا ذکر اس واسطے کیا ہے کہ خدا کے ہاں بھی مکیال اور میزان ہیں جن میں ہمارے اعمال کی ماپ جوکھ اور تول بڑے انصاف اور بڑی احتیاط سے کی جائے گی۔ وہ ماپ تول ایسی سچی اور منصفانہ ہے کہ اُس میں نہ رتی بھر ادھر ہو سکتا ہے نہ اُدھر۔ پولیس یا فوج میں جب کوئی سپاہی بھرتی ہوتا ہے تو اُس کا قد سینے کی چکلان ناپی جاتی ہے۔ خدا بھی انسان کو ناپتا ہے مگر ہمارے قد و قامت کو

۱؎ کم دینے والوں کی خرابی ہے، تباہی ہے کہ لوگوں سے ماپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب اُن کو ماپ کر یا اُن کو تول کر دیں تو کم دیں کیا اُن کو اس بات کا خیال نہیں کہ بڑے (سخت) دن (یعنی قیامت کو) یہ اُٹھا کھڑے کیئے جائیں گے (اور) اُس دن لوگ پروردگارِ عالم کے روبرو (اعمال کی) جواب دہی کے لیئے کھڑے ہوں گے۔ اور ایک دوسری جگہ بھی ماپ تول میں دغابازی نہ کرنے کی پھر تہدید کی گئی ہے۔ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا۔ اور جب ماپ کر دو تو پیمانے کو پورا بھر دیا کرو اور (تول کر دینا ہو تو) ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولا کرو (معاملے کا) یہ بہتر طریق ہے اور (اس کا) انجام بھی اچھا ہو۔ ۱۲

نہیں ناپتا بلکہ ہمارے **اعمال** کو تولتا ہے - وہ ہماری نیتوں کا وزن کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ہمارے عمل اچھے ہیں یا برے ، ہم نیک ہیں یا بد خدائی ماپ تول کی پوری صراحت قرآن شریف میں موجود ہے جیسا کہ اس آیت سے بخوبی واضح ہے - يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ -

ہم کو احکام الٰہی کے مطابق چلنا چاہیئے - قرآن شریف ہماری زندگی کا بہت مکمل اور مشرح دستور العمل ہے ہماری ہدایت کے لیئے ہر قسم کے احکام اُس میں موجود ہیں - لیکن وائے برحالِ ما کہ اکثر ہم خدا کے حکموں پر نہیں چلتے - وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ - اگر تم اپنی زندگی اچھی طرح بسر کرنی چاہتے ہو تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کے

---

[۱] گویا اُس دن کو پیش نظر رکھو جب کہ ہر شخص جو کچھ بھلائی (دنیا میں) کر گیا ہے (خدا کے ہاں چل کر) اُس کو موجود پائے گا اور (علیٰ ہذا القیاس) جو کچھ برائی کر گیا ہے (اُس کو بھی موجود پائے گا اور) آرزو کرے گا کہ اے کاش اُس میں اور اس (دن) میں زمانہ دراز حائل ہوتا اور اللہ تم کو اپنے (جلال) سے ڈراتا ہے اور حد (اپنے) بندوں پر حد درجے کی شفقت (بھی) رکھتا ہے [۲] اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے آگے بڑھ جائیں گے تو یہی لوگ بر سرِ ناحق ہیں - [۲]

حالات کو بہ غور پڑھو۔ ہم وہ مسلمان جو حضرت محمد مصطفیٰ کے پیرو کہلاتے ہیں اپنی زندگیوں کو اُس پاک زندگی کے نمونے پر بسر کرنے کی کوشش کریں۔ اس زندگی کا کمال یہ ہے کہ اگر ایک بادشاہ کے لیئے نمونے کا کام دے سکتی ہے تو ایک مزدور کے لیئے بھی وہی کام دیتی ہے۔ اگر ایک امیر کے لیئے اس میں ہدایت موجود ہے تو ایک مظلوم و مصیبت زدہ قوم کے لیئے بھی مشعل راہ ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں کسی شعبے کا کوئی کام کرنا ہو اور اُس کی مختلف حیثیتوں میں سے کوئی حیثیت اسے حاصل ہو ادنیٰ سے اعلیٰ تک، اُمّی سے لے کر اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ تک، عامی سے لے کر فلاسفر تک، سپاہی سے لے کر جرنیل تک غرض ہر ایک حالت اور ہر ایک حیثیت کا انسان خیر البشر کی سیرت میں اپنے لیئے ایک (بہترین) نمونہ پائے گا"۔ پیغمبر صاحب دنیا میں اسی لیئے پیدا کیئے گئے تھے کہ اپنی زندگی کا عمدہ اور قابلِ تقلید نمونہ ہم کو دکھلا جائیں جو سارے انسانوں میں ہر اعتبار سے افضل و اعلیٰ تھے

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ ۲

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہم کو اُن کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جس طرح ہم کسی خوش نویس کی کاپی پر لکھی ہوئی عبارت کو دیکھ دیکھ مشق کرتے ہیں اسی طرح ہم کو اس برگزیدۂ خلائق کے حالات دیکھ دیکھ کر

۱۔ ماخوذ از خیر البشر مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ۲۔ آپ کی تعریف جیسی ہونا چاہیئے ناممکن ہے ۱۲

اُس کے طرزِ زندگی اور اُس کے اخلاقِ حسنہ کی کاپی کرنی چاہیئے۔ انسان تو بھلا پیغمبر صاحب کی تعریف میں کیا زبان کھول سکتا ہی جب کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاق کی مدح فرماتا ہی۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔[1]

ہمارا اخلاقی قانون ہر طرح مکمل ہی جو ہماری روحانی ضرورتوں اور پاکبازانہ زندگی کے لیے کافی اور وافی ہی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مختلف دیار اور امصار میں مختلف پیمانے رائج ہیں لیکن خدا کا پیمانہ ساری دنیا میں اور ہر وقت ایک ہی سا ہی اُس میں کمی بیشی کی ضرورت نہیں۔ جھوٹ بولنا اور چوری کرنا جس طرح ہندوستان میں گناہ ہی اُسی طرح عرب اور یورپ اور ساری دنیا میں ہی خشکی ہو یا سمندر یا کوئی دُور سے دُور جزیرہ۔ غرض سارے عالم کا قانون ایک ہی ہی۔ جھوٹی قسم کھانا، قتل و غارت گری جس طرح آج بُرا خیال کیا جاتا ہی ہزاروں برس پہلے بھی بُرا تھا اور آیندہ بھی ان افعال کا جواز، جن سے کہ انسانی زندگی داغ دار ہو جائے، ناممکن ہی کیوں کہ خدائی قانون ایسا مکمل اور ہماری حالت کے مناسب ہی کہ اُس میں دنیاوی قوانین کی طرح آئے دن ردّ و بدل یا ترمیم و تنسیخ کی ضرورت پیش نہیں آتی نہ وہ کسی وقت یا مقام کے لیے مخصوص ہی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ بچوں کو اپنا نیک بندہ بنانا چاہتا ہے سی طرح

[1] اور بے شک تمھارے اخلاق البتہ بڑے ہی اعلیٰ درجے کے ہیں ۱۲

وہ جوانوں اور بڈھوں کو بھی پابندِ احکامِ الٰہی دیکھنا پسند فرماتا ہے۔ جس طرح کسی بزرگ یا مولوی یا عالم کا کسی تماشے یا تھیٹر میں جانا یا اور کسی لہو و لعب میں مشغول ہونا بُرا خیال کیا جاتا ہے اُسی طرح ہر شخص کے لئے منع ہے۔ اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں۔ خدا کے ہاں اعمال و اخلاق کی ناپ تول کا معیار سب کے لئے یکساں ہے۔

اگر ایک یا دو سال پیشتر میں نے تمہارا قد ناپا ہوتا اور لکھ لیا ہوتا اور آج پھر ناپوں تو ضرور کچھ نہ کچھ فرق نکلے گا کیوں کہ تم ضرور بڑھے ہو۔ خدا نے ہم کو خود بھی اخلاقی معیار بتا دی ہے۔ ہم اچھائی اور بُرائی، نیکی اور بدی، ثواب و عذاب، میں خود اپنے نفس سے محاسبہ اور اُس میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ہم اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ہم اُس تول میں آیا بھاری ہوئے یا کم اور جس طرح تم نے جسمانی ترقی کی اور ماشاء اللہ لمبے بڑھتے ہوتے چلے جاتے ہو آیا اسی مناسبت سے تم نے اپنی روحانی صفات میں بھی ترقی کی ہے یا نہیں۔ اگر تم قرآنِ شریف کو سمجھ کر بہ غور پڑھو گے تو تم کو اپنی ترقی اور تنزل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ تم نیک بندے کہلانے کے مستحق ہو یا نہیں اور تمہارا چال چلن نیک بختی کا اور شریفانہ ہے یا نہیں۔ خدا تم سب کو نیک توفیق دے اور پروان چڑھائے کہ تم نیک اُٹھو اور افرادِ انسانی میں ایک اچھی فرد بنو کہ دنیا میں بھی نیک نام رہو اور عاقبت میں بھی تمہارا بیڑا پار ہو۔ وَقَدِّمُوْا[ل]

ل اور اپنے لیے آئندہ (یعنی عاقبت کا) بھی بندوبست رکھو اور اللہ سے ڈرو۔
(باقی بصفحۂ آئندہ)

إِلَى أَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

(۱۱) مقناطیس

(نسبت تری توت کشش کی)

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ
عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

تجھے یقین ہو کہ کوئی لڑکا یا لڑکی ایسا نہ نکلے گا جس کے دل میں کسی نہ کسی وقت اچھے اور مفید کام کرنے کی ترغیب و خواہش پیدا نہ ہوتی ہو۔ جب کبھی ایسا نیک خیال دل میں آئے تو جان لو کہ وہ خدا کی طرف سے تھا۔ وہی ہے جو ہمارے دلوں کو اچھے خیالات اور نیک خواہشوں کی طرف کھینچتا ہے۔ دنیا کے پردے پر کوئی فرد بشر ایسا نہ ملے گا خواہ وہ کیسا ہی مرتد ہو کہ جس کے دل میں کسی نہ کسی وقت نیکی کرنے کی تحریک پیدا نہ ہوتی ہو۔ پس معلوم ہوا کہ نیکی ایک فطرتی جذبہ ہے جو کم و بیش سب میں موجود ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ایسی تحریکوں کے عملی نتائج مختلف لوگوں میں مختلف طریقوں میں ظہور پذیر ہوتے ہیں

نوٹ صفحہ گزشتہ ۔ اور جانتے رہو کہ تم اُس کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو ۔۱۲ لے بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے تو اس کے لیے اُس کا اجر اُس کے پروردگار کے ہاں موجود ہے اور ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے ۔۱۲

آج میں تم کو اس فطرتی کشش کی توضیح مثال دے کر سمجھاتا ہوں
جس کے لیے میں سنگِ مقناطیس کا ایک ٹکڑا لایا ہوں۔ دیکھو
میز پر لوہے کے کچھ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے، چھوٹی بڑی کیلیں اور کچھ
ہیں۔ ان میں سے کچھ کیلیں پرانی ٹیڑھی میڑھی اور زنگ آلودہ بھی
ہیں۔ جس طرح یہ کیلیں طرح بہ طرح کی ہیں اسی طرح انسان بھی
طرح بہ طرح کے ہوتے ہیں کوئی کیسا کوئی کیسا۔

جب میں اس مقناطیس کو ان کیلوں پر پھراتا ہوں تو بہت سی
کیلیں لپک لپک کر مقناطیس کو جا چمٹتی ہیں، اُن کو کوئی نامعلوم
طاقت اپنی طرف گھسیٹ لیتی ہے۔ بعض کیلیں مقناطیس سے
مس بھی نہیں ہونے پاتیں اور نہ براہِ راست متاثر ہوتی ہیں تو بھی
دوسری کیلوں کے زیرِ اثر اُن کے ساتھ لپٹی چلی جاتی ہیں۔
جب میں مقناطیس کے ٹکڑے کو ہلاتا ہوں تو چھوٹی چھوٹی کیلیں لپٹ
کر رہ جاتی ہیں۔ ان چھوٹی کیلوں کو بچے سمجھو۔ بچے معصوم اور پاک
ہوتے ہیں اور زیادہ تر خدا اور اُس کے رسول سے نزدیک ہوتے
ہیں۔ چھوٹے بچوں کو جس ڈھرے پر لگا دو لگ لیتے ہیں۔ کچی لکڑی
کو جس طرف چاہیں جھکا سکتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ یہ کہہ کر ٹال دیتے
ہیں کہ ابھی کیا ہے بچے ہیں بڑے ہو کر سنبھل جائیں گے مگر یہ نرا
خیال ہی خیال ہے۔ جو عادت بچپنے میں پڑ جاتی ہے وہ آگے چل کر
کبھی نہیں چھٹتی۔ پس مذہب کی چاشنی نوعمری ہی میں اچھی طرح

اثر کرتی ہے - بڑے ہوئے پیچھے بڑی مشکل آن پڑتی ہے - مثل مشہور
ہے کہ بڈھے طوطے بھی کہیں پڑھتے ہیں -
اب دیکھو مقناطیس کو کتنے بہت سے کوکے چمٹے ہوئے ہیں
ہیں سب کو الگ کر دیتا ہوں اب کیلوں میں پھراتا ہوں تو دو چار کے
سوا نہیں چمٹتیں - اسی طرح لڑکے اور لڑکیاں جب بڑے ہو جاتے
ہیں تو اُن کو تعلیم و تربیت سے وہ تعلق باقی نہیں رہتا جو کم سن
بچوں کو ہوتا ہے -
بڑی بڑی کیلوں کو وہ ایسی بوجھل ہیں کہ مقناطیس کی محدود قوت
اُن کو اپنی طرف نہیں گھسیٹ سکتی - اس کا سبب یہ ہے کہ زمین
کی جو قوتِ کشش ہے وہ غالب ہے اور زمین کی کشش ہی کا باعث ہے
کہ جو چیز اُچھالو وہ دھم سے نیچے ہی آن گرتی ہے - یہی مثال عمر رسیدہ
لوگوں کی ہے جو دنیا کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں - ہزارہا قسم
کے بکھیڑے اُن کی جان کو لگے ہوئے ہیں اور سچ مچ کے
سگِ دنیا ہو گئے ہیں - اُن کو دنیا کی چھل بل، زر و دولت
وغیرہ چیزوں نے ایسا موہ لیا ہے کہ اُن کو آنے والی زندگی کی
ذرا بھی فکر نہیں - ایسے پاگل لوگ گو کبھی کبھی اوپری دل سے
ایسی خواہش کرتے ہوں تو کرتے ہوں کہ کسی طرح دنیا سے اپنا
پیچھا چھڑائیں اور کچھ خدا کی طرف کا دھیان کریں لیکن وہ دنیا کے
امور میں ایسے لت پت ہیں اور طمعِ دنیا کی کشش ایسی زور دار ہے کہ

وہ اُن کو ٹس سے مس نہیں ہونے دیتی۔

اچھا ایک نظر ان زنگ آلود کیلوں کو بھی دیکھو کہ ان کا کیا حال ہے۔ مقناطیس کی کشش کا اثر ان پر ویسا قوی نہیں ہوتا جیسا کہ صاف ستھری کیلوں پر ہوتا ہے۔ مقناطیس کو پھرائے جاؤ مگر اُن میں جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ یہ نمونہ ہے اُن لوگوں کا جن کی ساری عمر گنہگاری میں گزری اور جن کے دل گناہ کے زنگ سے تیرہ ہو گئے ہیں۔ ؎

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

ان پر مذہب کی صیقل کچھ کام نہیں کرتی۔ زنگ جگر تک میں پیوست ہو گیا ہے جس طرح اُس نے لوہے کو کھا لیا اُسی طرح اُس نے ان سے نورِ ایمان سلب کر لیا۔ یہ بجائے خدا کے بندے ہونے کے شیطان کے بندے بن گئے۔ جوان ہو یا بڈھا میں سب کو متنبہ کرتا ہوں کہ جب کبھی خدا تم کو اپنی طرف کھینچے یعنی دل کسی وقت خدا کی جانب متوجہ ہو تو فوراً اُس طرف قدم بڑھاؤ تاکہ تم پر اور زیادہ گناہوں کے زنگ کی گہری تہ نہ بیٹھ جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری حالت اس درجہ ردی ہو جائے کہ تم میں اصلاح کی صلاحیت بھی باقی نہ رہے اور مرض لاعلاج ہو جائے۔

اگر ہم ان سب چھوٹی بڑی کیلوں کو گڈمڈ کر کے ہلا جلا دیں یا

اور اس حجمِ غفیر میں مقناطیس کو پھرائیں تو تم دیکھو گے کہ چھوٹی چھوٹی
کیلیں سب سے پہلے اُچٹ اُچٹ کر مقناطیس سے جا چمٹیں گی
یعنی یہ کہ قوتِ مقناطیسی کا اثر سب سے پہلے ان پر ہو گا اور ایک
کیل کا اثر دوسری میں اور دوسری کا تیسری میں اور اسی طرح
چھوٹی چھوٹی کیلوں میں جلد سرایت کر جائے گا لیکن زنگ آلود
کیلوں پر ذرا بھی اثر نہ ہو گا اور جب زنگ مانعِ تاثر ہی تو پھر زنگ آلود
کیلیں اپنی ہم جنس دوسری کیلوں کو کب اثر کا محکوم کر سکتی ہیں
اسی طرح بدکردار لوگ اچھوں کے درمیان حائل ہو کر اُن کو اثرِ بازی
کے مرکز تک نہیں پہونچنے دیتے - اگر ان کا قدم درمیاں نہ ہوتا
تو ظنِ غالب تھا کہ یہ لوگ کبھی نہ بھٹکتے - اسی لئے بُری صحبت سے
سخت پرہیز لازم ہی - بُرے لوگ جو جھوٹ بولنے اور بات بات پر
قسمیں کھانے کے عادی اور انواع و اقسام کے افعالِ ذمیمہ میں ملوث
ہیں اُن سے میل جول رکھنے کا اثرِ بد ضرور تمھارے مزاج اور اخلاق
پر پڑے گا اور اُن کا زنگ تم پر چڑھ جائے گا جس کا لازمی نتیجہ یہ
ہو گا کہ اچھی باتوں کو وہ تمھارے دل میں جمنے نہ دیں گے -

اگر ہیں چاقو کے پھل کو کہ وہ بھی لوہے کا ہی ان کیلوں میں
گردش دوں تو چوں کہ اس میں قوتِ مقناطیسی نہیں ہی وہ کیلوں
کو کھینچ نہیں سکتا - لیکن اگر اُس کو تھوڑی دیر سنگِ مقناطیس پر
رگڑا جائے تو یہ رگڑ اُس لوہے میں کچھ نہ کچھ قوتِ کشش پیدا کر دے گی

یہی حال انسان کا ہے - جب تک ہم خدا اور اُس کے رسول سے سچی محبت نہ رکھیں اور ذاتِ باری کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں تب تک ہم میں قوّتِ کششِ الٰہی نمودار نہیں ہو سکتی اور جب خود ہم میں وہ قوت نہیں تو ہم دوسروں پر کب اثر ڈال سکتے اور اُن کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں - ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

لیکن خدا نے ایسے بزرگ اور برگزیدہ نفوس بھی پیدا کیے ہیں جن کے فیضانِ صحبت سے ہزارہا مخلوقِ خدا ہدایت کا رستہ پاتی ہے - اُن کے ہاں ہر وقت وعظ و نصیحت کا دروازہ کھلا رہتا ہے - ؎

مدتے شد کہ می رسد از غیب ‏ ‏ لحظہ لحظہ بہ گوشِ ہوش خطیب
کہ جز او نیست در سرائے وجود ‏ ‏ بہ حقیقت کسے دگر موجود

جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما تھے تو ہمارے لیئے اُن کا عمدہ نمونہ موجود تھا اور ساری دنیا اُن کی طرف رجوع تھی لیکن اب کی حالت اَور ہے کہ اُس افضل البشر کی مقدس ذات ہمارے درمیان نہیں اور ہم ان آنکھوں سے اُس وجود باجود کی زیارت سے محروم ہیں تاہم اُس کے بتائے ہوئے رستے پر چلے جاتے ہیں، لیکن تم کہہ سکتے ہو کہ جب وہ ذات ہی

نہ رہی تو اُس کا اثر کیسے رہ سکتا ہی - میں کہتا ہوں کہ اُن کا اثر جوں کا توں قائم ہی اور اس کو میں ایک مثال سے ثابت کروں گا یہ دیکھو کاغذ کا تختہ ہی اس کے نیچے لوہے کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہی اور اُوپر مقناطیس ہی دونوں کے بیچ میں کاغذ حائل ہی نہ لوہا مقناطیس کو دیکھ سکتا ہی نہ مقناطیس لوہے کو مگر مقناطیس کی قوّتِ جاذبہ بدستور قائم ہی اور وہ لوہے کو گھسیٹتی ہی لیکن اگر اس کاغذ کے تختے کی بجائے ہم ایک اتنا بڑا کاغذ لیں جو اس کمرے کی چھت کی برابر ہو تو ایسی حالت میں مقناطیس تمہاری نظروں کے سامنے نہیں رہے گا لیکن تب بھی مقناطیس کے ساتھ ساتھ یہ لوہے کا ٹکڑا پھرے گا یعنی اُس کی قوّتِ جاذبہ قائم رہے گی - اسی طرح گو جنابِ پیغمبر خدا ہماری نظروں سے نہاں ہیں مگر اُن کی قوّت بدستور باقی ہی اور لاکھوں آدمی اُن کے بتائے ہوئے رستے پر برابر چل رہے ہیں اور اسی واسطے کہتے ہیں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ[۱] ہمارا اعتقاد بس کرتا ہی ضرور نہیں کہ ہر چیز آنکھوں کے سامنے ہی ہو تب ہی ہم اُس کا کہا مانیں نہیں تو نہیں - پس ہر دین دار مسلمان کے لیئے نہایت ضرور ہی کہ وہ رسولِ خدا کے نیک نمونے کی پیروی کرے یعنی **سُنّتِ نبوی** پر قدم بقدم چلے - جب تو بیڑا پار ہی

[۱] جو غیب پر ایمان لاتے ہیں - جس کے ادراک سے انسان عاجز ہو وہ اس کی نسبت غیب ہی جیسے ماہیت ذات و صفاتِ خدا اور احوالِ آخرت و دوزخ و جنت وغیرہ (از ترجمۂ نذیریہ) ۱۲

دل کی کنجی

ورنہ مٹی خوار ہے۔ (۱۲) دل کی کنجی (دل تک رسائی کیونکر ہو سکتی ہے؟)

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [1]

روئے کہ زود لے نکشاید ندیدنی ست
حرفے کہ نیست مغز درو ناشنیدنی ست

پیارے بچو! ۔ آج میں کئی طرح کے قُفل لایا ہوں اور قسم قسم کی کنجیاں بھی ہیں جن سے یہ قفل بلا دقت کُھل سکتے ہیں ۔ یہ بات کُھلی ہوئی ہے کہ بڑی کنجیاں بڑے قفلوں کی اور چھوٹی چھوٹوں کی ہیں ۔ لیکن بااین ہمہ بعض کنجیاں بعض قفلوں میں ٹھیک نہیں بیٹھتیں اور وہ نہیں کُھلتے ۔ کیوں کہ ہر قفل کی ساختِ اندرونی جداگانہ ہے اور ان میں کئی کئی قسم کے لیور (پردے) ہیں جن کے مطابق کنجی میں گھر اور دندانے بنے ہوتے ہیں اور جب قفل کے پردوں اور کنجی کے دندانوں میں تطابق ہوتا ہے تو جھٹ سے کھٹکا پھر جاتا اور قفل کُھل جاتا ہے ۔ ایک قسم کی کنجی سکلٹن کی (ساںچے کی کنجی) کہلاتی ہے وہ ایسی بنائی جاتی ہے کہ جس سے معمولی قفل کُھل جاتے ہیں ۔ بہرحال کنجی قفل کھولنے کا ذریعہ ہے خواہ قفل کسی قسم کا بھی ہو، پیڈلاک (اوپر سے لگانے کا قفل) ہو یا دروازے یا صندوقچے کا، کُھلتے سب کنجی ہی سے ہیں ۔ قفلوں کی طرح کتابوں کی بھی کنجی (کُنجی) ہوتی ہے جو شرح کہلاتی ہے ۔ کوئی شرح فنِ ادب کی کتاب کی ہوتی ہے

[1] کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) کو نہیں سوچتے یا دلوں پر تالے لگے ہیں ۔۱۲

کوئی علمِ طب کی کوئی ریاضی کوئی قانون کی۔ اس طرح مختلف علوم وفنون کی مختلف شرحیں ہوتی ہیں جو نفسِ کتاب کے مضامین کو بذریعہ شرح کے سریع الفہم کر دیتی ہیں۔ شرحوں سے متعلّم کو بڑی مدد ملتی ہے اور فہمِ مطالب کی دقتیں رفع ہو جاتی ہیں۔

جو کتاب کسی شخص کو اچھی اچھی باتیں سکھائے اور نیکی کا رستہ بتائے وہی پڑھنے پڑھانے کے قابل ہوتی ہے۔ جو کتاب انسان کے جسم کی ساخت، اعضاء وجوارح کے افعال۔ بیماریوں کی علامات اُن کا علاج۔ ادویہ کے خواص اور طریقِ استعمال بتلاتی ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ اس کتاب کا موضوع (مقصد) لوگوں کی مدد کرنا اور اُن کی تکلیفوں کو کم کرنا ہے۔ ہر فن کی کتاب کا یہی حال ہے کہ وہ ایک قفل کی کُنجی ہے۔ جو کنجی قفل میں بھرپور بیٹھ جائے اور کھٹکے کو نہایت نرمی سے پھیر دے سمجھ لو کہ بس یہی اصلی کُنجی اس قفل کی ہے۔

جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ جس کے دستِ قدرت میں سب دلوں کی کنجیاں ہیں وہ بھی کُنجی ہی سے ہمارے دلوں کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ متبرک کُنجی کیا ہے؟ وہ اُس کا کلامِ پاک یعنی **قرآنِ شریف** ہے جو ہر شخص کے مناسبِ حال ہے اور وہ ایسی سچّی کُنجی ہے کہ ہر ہر پردے میں بھرپور بیٹھ جاتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ دل کا قفل اور اُس کی کُنجی دونوں کا بنانے والا ایک ہی ہے اور وہ نہیں ہے مگر اللہ! ۔ بعض قفل بڑی کج لپیٹ کے

ہوتے ہیں تو اُن کی کنجیاں بھی ویسی ہی پیچ در پیچ ہوتی ہیں۔ ایسے قفل کسی اور کنجی سے نہیں کھل سکتے اور جس کنجی سے بہ آسانی ایسا قفل کھل جائے تو معاً ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کنجی اسی قفل کی ہے اور قفل اور کنجی دونوں ایک ہی کاریگر کے بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کا **دل** بنایا ہے جو قفل کا ہم شکل بھی ہے۔ یہ قفل صنعت اور کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں ایسے نازک پردے ہیں کہ کوئی کنجی اس میں ٹھیک نہیں بیٹھتی سوائے اُس کنجی کے جو خدا ہی نے بنائی ہے اور وہ **قرآن شریف** ہے اور وہ ایسی نفیس اور اعلیٰ درجے کی کنجی ہے کہ کیا مجال کہ ویسی کنجی کوئی بنا سکے۔ انسان ایسی کنجی بنانے سے بالکل عاجز ہے جیسا کہ خود وہ صانعِ قدرت فرماتا ہے۔ **وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔**

جس طرح ایک چور جھوٹی کنجی سے قفل کھولنا چاہتا ہے اسی طرح **شیطان** نے بھی بہت سی جھوٹی کنجیاں انسان کو ورغلانے کے لیے بنوا رکھی ہیں۔ یہ کنجیاں عیش و نشاط، دھن دولت، سیر تماشے، لہو و لعب ہمہ قسم کے معاصی اور لغویات کی بنی ہوئی ہیں۔ شیطان ان ہی جعلی اور جھوٹی کنجیوں سے ہمارا دل کھول کر در آنا چاہتا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ جعلی کنجیاں کبھی اصلی کنجی کی طرح

ترجمہ: اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر (قرآن) اُتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو

دل کے قفل میں بھرپور نہیں بیٹھتیں اور کیوں کر بیٹھ سکتی ہیں جب کہ قفل کے بنانے والے نے یہ کنجیاں ہرے سے دل کے قفل کے لیے بنائی ہی نہیں۔ اس لیے وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ[1] ضرور ہے جس کا ثبوت بین یہ ہے کہ ہمارا نفس خود ہم کو ملامت کرتا ہے جیسے کہ کوئی کنجی لگ جائے تو جی سنبھلا رہتا ہے اسی طرح گو ہم برا کام کرنے کو کر بیٹھیں مگر ہمارا قلب ہم کو ضرور نفرین کرتا ہے۔

جب تک کہ خدا کے کلام اور نورِ ایمان کا پورا پورا دخل انسان کے دل میں جاگزیں نہ ہو ایسا دل ہمیشہ تیرہ و تار اور غیر مطمئن رہتا ہے اور کسی بات پر نہیں جمتا ہر وقت دھکڑ پکڑ لگی رہتی ہے۔ چور کے پاؤں کہاں؟ اسی طرح گنہگار کا دل کب قلبِ مطمئن ہو سکتا ہے۔ وہ شخص تن درستی اور توانائی کا دعویٰ کب کر سکتا ہے

نوٹ صفحہ گزشتہ ۔ (اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے اور اپنے اس دعوے میں) اچھے ہو تو اسی جیسی ایک سورت (تم بھی بنا) لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو۔ اور ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ :- قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر آدمی اور جنات جمع (ہو کر اس بات پر آمادہ) ہوں کہ اس قرآن کی طرح کا (اور کلام) بنا لائیں تاہم اس جیسا نہیں (بنا) لا سکتے اگرچہ ان میں سے ایک کی پشتی پر ایک (کیوں نہ) ہو۔ ۱۲

[1] کسی چیز کا بے موقع رکھنا یعنی استعمال کرنا۔ ۱۲

جس کا بدن بیماری کا شکار ہو۔ ایسا شخص ہمیشہ ایک ایسے اطمینان کا متمنی رہتا ہے کہ جو اس کو آج تک نصیب نہیں ہوا۔ وہ ہمیشہ بلا عین کبیدہ خاطر اور ملول بلکہ مضمحل رہتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال اس کم سن بچے کی سی ہے جو گھر سے بھٹک گیا ہو اور اپنے گھر واپس جانے کے لیے تڑپ رہا ہو۔ ؎

اُلجھن سی یکایک ہوتی ہے دم رُکتا دل بھر آتا ہے
جب کوئی تسلی دیتا ہے کچھ اور بھی جی گھبراتا ہے

ممکن نہیں کہ انسان اپنی روحانی زندگی کے راز کو بلا امداد کلامِ الٰہی کے حل کر سکے۔ کلامِ الٰہی کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو کھول دے بلکہ اُس کی کُنجی کا ایک مفید کام یہ بھی ہے کہ ہمارے دل کے دروازے کو ایسا مضبوط بند کر دے کہ شیطان اور اُس کے ساتھ گناہ کا گزر نہ ہو۔ اس لیے ہم جب تک روزانہ کلامِ مجید کا ورد نہ کریں نہ ہم شیطان کو روک سکتے ہیں نہ بُرے خیالات کو اپنے دل سے نکال سکتے ہیں۔ ؎

گوہرِ مقصود خود ملتا ہے ہمت چاہیئے
مضطرب رہتا ہے موتی اُبھرنے کے لیئے

پس جو لوگ کلامِ مجید کی تلاوت نہیں کرتے وہ گویا شیطان کے لیئے دل کا دروازہ چوپٹ کھول دیتے ہیں اور وہ دَراَنہ چلا آتا ہے۔ پس جس دل میں شیطان آن بسا وہاں خدا کا کیا کام۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ
بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ
بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ [1]

(۱۳) دام ۔ (بے خبر چوہے اور انسان)

قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ
مُّبِينٌ ۔ [2]

دکھایا کنجِ قفس مجھ کو آب و دانے نے ؎ وگرنہ دام کہاں میں کہاں کہاں صیاد

پیارے بچو! ۔ بداطوار لوگوں کی بدی انھیں تک محدود نہیں رہتی بلکہ جب تک وہ دوسروں کو اپنے **دام فریب** میں نہ پھانس لیں انھیں چین نہیں پڑتا ۔ جیسے دم کٹی لومڑی وہ اپنی دُم کی خیر نہیں مناتی چاہتی ہے تو یہ چاہتی ہے کہ ساری لومڑیوں کی دُمیں کٹ جائیں ۔ تم نے طرح طرح کے **چوہے دان** دیکھے ہوں گے ۔ چوہے دان کئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ صندوق نما، چھپکے کا، پنجرے کا، وغیرہ وغیرہ ۔ یہ سب چوہے کے پھانسنے کے لیے

1۔ اُن کے دل تو ہیں (مگر) اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کے کان بھی ہیں (مگر) سننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہوئے یہی وہ (لوگ) ہیں جو (دین سے بالکل) بے خبر ہیں ۔ 2 پھر (لگے) کہنے کہ یہ تو (مجھ سے) ایک شیطانی حرکت (سرزد ہو گئی) ۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان (آدمی کا) دشمن (اور اس کو) گمراہ کرنے والا ہے ۱۲

ہیں مگر وہ بے خبر محض -- ذرا کھٹکا گرا اور چوہا پھنسا - چوہا بو پر دوڑتا
ہی اور وہ نہیں جانتا کہ یہ چوہے دان اُس کے حق میں موت کا گھر
ہی - جہاں تیل یا گھی کی خوشبو پہنچی اور وہ لپکا اور بے دھڑک
چوہے دان میں جا گھستا ہی - ابھی ٹکڑا اُٹھایا نہ کترا کھٹکا ہلا پٹرا
دھڑ سے گرا اور چوہا پھنس گیا - یہ دیکھ کر اُس کے ہوش حواس پڑاں
ہو جاتے ہیں وہ نکل بھاگنے کی بہتیری کوشش کرتا اور چو طرف
گھبرایا ہوا دوڑا دوڑا پھرتا ہی مگر نکلنے کا رستہ نہیں ملتا - اس وقت
اُسے کھانے کی سُدھ نہیں رہتی بلکہ جان کے لالے پڑ جاتے ہیں -
کھٹکے کے ساتھ گھر والے دوڑ پڑتے ہیں اور چوہے کو بے جان سے
مارے نہیں چھوڑتے - یہی سلسلہ جاری رہتا ہی اور اسی طرح
سیکڑوں چوہے آئے دن مارے جاتے ہیں - یہ انجام ہی جال
میں پھنسنے کا -

اسی طرح بھولے بھالے معصوم اور ناسمجھ بچّوں کے لیئے
دنیا میں صدہا قسم کے جال پھندے اور پھانسے لگے ہوئے ہیں
مثلاً عشقیہ اور مخرّب اخلاق ناول - بُری اور مشتعل کرنے والی
کتابیں - عشقیہ غزلیں - مثنویاں - واسوخت - برہنہ اور شرمناک
تصویریں - یہ سب کیا ہیں وبائی کاغذ پا چھپا ہوا زہر
اخلاقی کوڑھ - یا جو کچھ بھی کہو سب بجا اور حق بجانب ہی - بچے
بے چارے ناتجربہ کار ان پھنسانے کی ترکیبوں اور چال بازیوں

سے بے خبر ہیں۔ دھڑام سے ان گڑھوں میں جا گرتے اور ساری عمر کو ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں۔

عالی شان نفیس اور سجے سجائے کمرے، جن کی دیواروں پر رنگی تصویروں کے سانپ بچھو رینگ رہے ہیں۔ مگر ان کو اس طریقے سے شیطانی ہاتھوں نے بنایا سنوارا ہے کہ دیکھتے ہی دل لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ آنکھیں وہیں کی وہیں جمی رہ جاتی ہیں۔

آ جائے اگر ہاتھ تو کیا چین سے رکھیے
سینے سے لگائے تری تصویر ہمیشہ

بجلی کی چمک سے مکان بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ ان تصویروں کا اس جگمگاہٹ میں جوبن نرالا ہے۔ غرض نظر اور دل دونوں ایک ساتھ رخصت۔

جب نظر سے نظر دو چار ہوئی
ایک برچھی جگر کے پار ہوئی

یہ وہ جگہیں ہیں جو انسان کی دین و دنیا دونوں کو لوٹ لیتی ہیں اور دیکھنے والا محو حیرت ہو کر غیرت، حمیت، عزت و ناموس سب سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ایسے دل کش اور دل فریب مقامات سے دل اٹھنے کو نہیں چاہتا پاؤں وہیں کے وہیں جمے رہ جاتے ہیں۔ عقل دفو چکر ہو جاتی ہے۔ ان سب جالوں میں بڑا گہرا جال جو تحت السریٰ کو پہنچا دے وہ کم بخت تھیٹر ہے جس میں

روشنی نے رات کو دن بنا دیا ہے۔ حُسن فروشانِ نازک اندام
مُنہ پر پوڈر ملے زرق برق لباس سے آراستہ، خوش نوا باجے۔
سُریلے گلے، گویا سانچے میں ڈھلے یہ تو ایکٹروں کا حال ہوا اب
رہا اصل تماشا سونے پر سہاگا اندر کا اکھاڑا، شدّاد
کی بہشت سامنے موجود۔ تماشے کا پلاٹ گویا تلوار کی کاٹ
جس کا زخم برسوں اندمال نہ پا سکے۔ غرض جس پہلو اور جس طرف
سے دیکھو بدی کا مخزن بدمعاشی کی کان۔ بھلا جن کو ذرا بھی غیرت
ہو یا کوئی باحیا شریف مرد یا عورت بلا شرم و حیا کو بالائے طاق
رکھے ایسے مجامع میں قدم دھر سکتا ہو۔ سین وہ دکھلائے جاتے ہیں جو
ایک منٹ میں بھلے چنگے آدمی کو دیوانہ بنا دیں۔ دل کو ناپاک
خیالات سے لبالب بھر دیں۔ شرافت پر آفت لائیں۔ غرض یہ کہ
ناک کٹوانے میں کوئی کسر نہ رکھیں۔ حیا، غیرت، شرم کو جڑ بنیاد
سے کھود کر پھینک دیں۔ انسانیت اور شرافت کو ملیا میٹ
کر دیں۔ چہرے کے بھول پن اور معصومیت کی وارنش پر
کول تار مل دیں۔ ایسا شخص دنیا میں تو تباہ ہوتا ہی ہے مگر
اُس کی عاقبت بھی کھوٹی ہو جاتی ہے۔ دونوں جہان سے جاتا رہتا ہے۔
ان کے علاوہ انسان کے پھانسنے کے اور بہت سے
جال ہیں۔ ہر قدم پر ٹھوکر ہی ٹھوکر ہے جالوں کی دوسری قسط
لیجئے شراب، تماکو، چرٹ، سگرٹ یہ سب نہ صرف

ہمارے روپئے پیسے کے برباد کرنے کے ذرائع ہیں بلکہ سچ پوچھو
تو ہماری جان کے بھی لاگو اور دشمن ہیں۔ جو لڑکا تماکو استعمال
کرتا ہے خواہ وہ کسی شکل میں ہو وہ اپنی جڑ کھوکلی کرتا ہے، وہ کبھی ایسا
توانا نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ لڑکا جو کہ تماکو چھوتا تک نہیں۔

لڑکوں کو سب سے پہلے **بیڑی** یا **سگرٹ** کی چاٹ پڑتی
ہے۔ اور ترقی کی **چرٹ** منہ میں ٹھنس گیا۔ کلّے میں **گلوری**
اور اس میں **ستماکو** یعنی زردے کی چٹکی "یک نشد دو شد" اور
اُبھج کی لی چوری چھپے **پگ بازی** (شراب نوشی) شروع کردی
شراب خانے کی **یونیورسٹی** میں جانے آنے لگے علانیہ **شرابی**
کہلانے لگے **ڈرنکرڈ کی ڈگری** کیا ملی ع کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود
پیدا شد۔ مآلِ کار یہ ہوا کہ ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

کبھی تم نے **مچھلی** کا شکار کھیلا ہے یا کسی کو شکار کھیلتے دیکھا ہے؟
گل کے ڈالتے ہی بہت سی مچھلیاں پانی کے اندر گوندے کے
گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر تماشہ دیکھو کہ پہلے کس احتیاط سے
پاس آتے ڈرتی ہیں اور دور ہی دور رہتی ہیں پھر جھکتی جھجکاتی
کبھی کوئی مچھلی پاس آتی ہے تو بھڑک کر دور بھاگ جاتی ہے۔ پھر
رفتہ رفتہ گوندے پر منہ مارتی اور کچھ کترا کچھ نہیں کہ بھاگی۔ اسی

طرح گوندے پر کئی وار کرنے کے بعد ڈھیٹ ہو جاتی ہے اور بے دھڑک گوندا نگل جاتی ہے۔ گوندا نگلا اور حلق میں کانٹا پھنسا آ پھر کیا تھا مچھلی پھنسی نہیں کہ شکاری نے ایک جھٹکا دیا اور مچھلی باہر تڑپنے لگی اور آخرِ کار تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ اسی طرح شیطان جس کسی پھانسنا چاہتا ہے اُس کے پاس دبے پاؤں آتا ہے تو کس طرح کہ روپیہ کی جھنکار، خوشی کی بہار اور دل بستگی کا سامان اپنے ساتھ لاتا ہے۔ جس چیز کو دل چاہتا ہے وہی لا موجود کرتا ہے اور قدم بقدم بہ تدریج تم کو تباہی کی طرف بڑھاتا ہے۔ سر سہلاتا اور بھیجا کھاتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ تم جیسے سیکڑوں آدمی اسی طرح کے لہو و لعب اور فضولیات میں گتھے ہوئے ہیں تم تو اپنے دل کو یوں سمجھا لیتے ہو کہ وہ احمق ہیں جو اس طرح بدنام ہیں، ہم ایسے احمق نہیں کہ پھنس جائیں۔ اگر ایک دو دفعہ تماشے میں چلے گئے یا کبھی کبھار ناچ دیکھ لیا تو کیا قباحت ہے نہ اس سے عادت پڑتی ہے نہ ہم روز جاتے ہیں۔ یہ بھی تمہارے نفس کا خدع اور شیطان کا پٹی پڑھانا ہے۔

تاروں کے پنجرے نما چوہے دان کو دیکھو اُس میں چاروں طرف ایک ایک سوراخ ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ ایک چوہے کو اندر پھنسا ہوا دیکھتے ہیں تب بھی دوسرے سوراخ میں سے دوسرا چوہا گھسا چلا آتا ہے بلکہ شاید ایک ہی سوراخ میں سے کئی کئی چوہے

آجاتے ہوں تو کچھ عجب نہیں۔ وہ کسی طرف سے بھی آئیں تو
کیا ان سب کا یقینی حشر موت نہیں ہے؟ تم خیال کرتے ہوگے کہ
ایک چوہے کو پھنسا ہوا دیکھ کر دوسرا چوہا اندر آنے میں پس و پیش
کرتا ہوگا لیکن نہیں، ایسا نہیں ہوتا جب ہی تو چوہے دان میں
کئی کئی چوہے وقتِ واحد میں آجاتے ہیں۔ یہی حال لڑکوں کا
ہے، وہ برابر دیکھتے ہیں کہ اُن کے ہم جولی سگرٹ پینے سے برباد
ہورہے ہیں وہ بُری صحبت میں اُٹھتے بیٹھتے اور دنیا بھر کی ناشائستہ
حرکات کرتے اور شاید شراب بھی پینے لگے ہوں تو عجب نہیں
لیکن اس سے کون سبق حاصل کرتا ہے۔ ؎

دیکھا ہے بت کدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

ہم نے صدہا شرابیوں کو خستہ و تباہ حال جوتیاں چٹخاتے دیکھا ہے۔
جو دھن دولت کو برباد کر چکے، مفلس و قلاش ہو گئے۔ باپ
دادا کی ناک کٹا چکے۔ گھر سے بے گھر ہو گئے شراب خانے میں
پڑے ہیں چہرے پر مکھیاں بھن بھن کر رہی ہیں ایک آدھ اندر
بھی گھس جاتی ہے۔ بیوی بچوں کو لیئے صبر و شکر سے گھر میں
بیٹھی ہے اور ایسی ناگفتہ بہ تکلیف میں ہے کہ دو دو وقت کڑاکے
کے فاقے گزر جاتے ہیں مگر زبان سے اُف نہیں کر سکتی، اپنی عزت
کو سنبھالے بچوں کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہے۔ بھیک مانگ نہیں سکتی

نوکری کر نہیں سکتی - سلائی کا سینتی اور آنکھوں کا تیل نکال نکال کر بچوں کو پالتی ہی مگر اُس خانہ خراب کو کچھ بھی پروا نہیں - شراب مل گئی تو جانو سب کچھ مل گیا - ہم روزان آنکھوں سے یہ پردرد تماشہ دیکھتے ہیں مگر کیا مجال کہ ڈریں اور توبہ کریں - نہیں پھر بھی اُسی گڑھے میں دیدہ ودانستہ گرتے ہیں - سگرٹ سے الف بے شروع کرتے ہیں اور شراب پر اس تختی کا خاتمہ ہوتا ہی اور آخر کار ایک شرابی کی موت مرجاتے ہیں - خداوند تعالیٰ نے شراب کو قطعی حرام کیا ہی اور کوئی شرابی بہشت میں گھسنے نہ پائے گا - ۵

کس سے کہوں کیا خون جگر پیتا ہوں ہی ہی
دل پہ تو چھری چل گئی اور جیتا ہوں ہی ہی

میں امید کرتا ہوں کہ میری آج کی تقریر سُننے کے بعد تم ہوشیار ہوجاؤ گے اور شیطان کے دامِ تزویر میں نہ پھنسو گے - دنیا کی حالت کو دیکھو اور غور کرو اور عبرت پکڑو - اگلا گرا پچھلا ہوشیار - یہ مخرب اخلاق قصّے کہانیوں کی کتابیں جن کا سر نہ پیر - تاش گنجفہ چوپڑ، شطرنج، ناچ رنگ کی محفلیں، تھیٹر، یہ جھوٹ، یہ فریب، یہ مکر، یہ دغا - غرض یہ کہ ساری دنیا کی خرافات کا انجام تمھارے سامنے ہی - پھر خیال کرو کہ اگر یہی باتیں تم میں بھی ہیں تو جانتے رہو کہ تمھارا انجام بھی وہی ہونا ہی جو ایسے لوگوں کا ہوتا چلا آیا ہی - کوئی وجہ نہیں کہ تمھاری کرتوتیں بھی تم کو اس گھاٹ نہ جا اتاریں

شیطان نے انسان کو خدا سے برگشتہ کرنے کے پھانسے جا بجا بچھا رکھے ہیں۔ ۵

دکھائیو نہ قدم آشیاں سے اے بلبل
لگائے بیٹھے ہیں پھندے جہاں تہاں صیاد

بہت سنبھل کر قدم دھرنا۔ مبادا ہم بھی کسی پھندے میں پھنس کر دنیا اور دین کی منزل کھوٹی کرلیں۔ ۵

انساں کرے وہ بات کہ اجر و جزا ملے
بندہ چلے وہ راہ کہ جس سے خدا ملے

یاد رکھو کہ دنیا میں اخلاقی قزاق اور ڈاکو دن دہاڑے لوٹ لینے والے بہت ہیں۔ ۵

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

ہمارے ہی ہم شکل اور ہم ہی جیسے انسان ہماری تاک میں لگے ہوئے ہیں، وہ خود تو ڈوبے ہیں مگر اپنے ساتھ ہم کو بھی ڈبونا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ہم کو جال میں نہیں ساری عمر کے جنجال میں پھنسا کر تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تم کبھی بھول کر بھی ان کے پاس نہ پھٹکنا۔ کام وہ کرو جو مالک کی پسند ہو رستہ وہ اختیار کرو جو منزل مقصود کو پہونچائے ۵

ہر نقد عمل اب زر بیجا نہ بنے گا
بے اس کے کبھی خلد کا سودا نہ بنے گا

(۱۴۱) **روٹی** (روحانی بھوک)

وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

تسبیح و دعا میں جس نے لذت پائی ہے اور ذکر خدا سے دل نے راحت پائی
کوئی نہیں خوش نصیب اس سے بڑھ کر بس دونوں جہاں کی اس نے نعمت پائی

چھوٹے بچو! جتنے لڑکے لڑکیاں ہیں سب جانتے ہیں کہ **بھوک** کیا چیز ہے۔ کون ہے جسے بھوک نہ لگتی ہو خصوصاً بچے تو بھوک کے بڑے کچے ہوتے ہیں۔ ہمارا نشو و نما اور ہمارے تن و توش کی بقا **غذا** ہی پر موقوف ہے۔

دیکھو میرے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی **ڈبل روٹی** اور کچھ **بسکٹ** ہیں جو تنور میں دم دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کے پیچھے پیٹ کی بلا لگا دی ہے۔ ہر جان دار کو بھوک لگتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، چھوٹا ہو یا بڑا۔ انسان کی سب سے بڑی اور عام پسند غذا "روٹی" ہے اور اسی وجہ سے روٹی کے مفہوم میں ہر قسم کی غذا داخل ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ "روٹی کپڑے کی تنگی ہے" تو اس سے مراد صرف چپاتیاں یا ڈبل روٹی ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر قسم کی غذا مراد ہے جو ہماری زندگی کو قائم رکھ سکے۔ یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں کہ ہم سب کا اصلی رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے **وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا**۔

ا؎ اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دے ۲؎ اور جتنے (جان دار) زمین میں چلتے پھرتے ہیں (ان) سب کی روزی اللہ ہی کے ذمے ہے۔ (باقی بقیہ آئندہ)

اللہ نے بنی اسرائیل پر مَن و سَلویٰ اُتارا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے،
لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے مُنہ میں نوالے بنا بنا کر رزق نہیں دیتا
مگر اس میں شک نہیں کہ سب کا رزّاق یعنی روزی رساں
وہی ہے مثل مشہور ہے "جیسے روزی بہانے موت" وہ ہمارے پیٹ
پالنے کا کفیل ہے وہ بھوک اُٹھاتا ہے مگر بھوکا سُلاتا نہیں۔

یہ تو تم جان گئے ہوگے کہ بھوک ہر دم کے ساتھ لگی ہوئی ہے لیکن
اس بھوک کے سوائے اللہ نے ایک اور بھوک بھی ہمارے پیچھے
لگادی ہے جو رُوحانی بھُوک کہلاتی ہے اور اس رُوحانی بھُوک
کی غذا کا دینے والا بھی وہی باری تعالیٰ ہے۔

ہمارا جسم مٹّی سے بنا ہے اور آخر کو مٹّی ہی میں جائے گا اس لیے
اس جسم خاکی کی غذا بھی زمین ہی میں سے پیدا ہوتی ہے لیکن انسان

نوٹ صفحہ گزشتہ۔ خدا نے جو تمام جان داروں کی روزی کا ذمّہ لیا تو اُس وعدے
کو یوں پورا کر اُتارا کہ روئے زمین پر تری اور خشکی اور پہاڑ و جنگل اور آبادی اور پانی اور ہوا
غرض جو جان دار جہاں کہیں بھی ہے وہیں اُس کی روزی بھی مہیا کردی گئی ہے۔ مگر طلب شرط ہے
اور ہر جان دار کی حالت کے مناسب طلب کے مدارج متفاوت۔ سہ

رزق ہر چند بے گماں برسد | شرط عقل است جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مُرد | تو مرو در دہانِ اژدرہا

بعض لوگ اس نکتے کو نہ سمجھ کر طلب میں کوتاہی کرتے اور اس کو توکّل قرار دیتے اور
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کو بھول جاتے ہیں۔ ۱۲۔ از ترجمہ تدبیر۔

کی اعلیٰ قسم کی صفاتِ روحانی کا تمام تر تعلّق چوں کہ آسمان سے ہی
اس لیئے ان صفات کو قائم اور تر و تازہ رکھنے کی غذا بھی آسمان
ہی سے اُترتی ہی۔ پس جو خدا سے لَو لگائے گا اُسے نہ بھوک کی
تکلیف ہوگی نہ پیاس کی۔ جو لوگ پاکبازانہ زندگی بسر کرتے ہیں
وہ خدا اور اُس کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہیں اُن کا دل
کچھ اسی کوچے میں خوب لگتا ہی۔ اُن کے لیئے **کلامِ الٰہی** اور
کلامِ نبوی یعنی **حدیث شریف** ہی کافی روحانی غذا ہی جس سے
اُن کو کبھی سیری نہیں ہوتی اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں سرشار رہتے
ہیں۔ ؎

آنرا کہ زیرِ سایۂ ہمت مقامِ شانست
در دل چرا تخیّلِ بالِ ہما کنند

شوریدگانِ حسن و جمالِ جلالِ یار
تسکینِ دل بملکِ دو عالم کجا کنند

دیوانگانِ بادیہ پیمائے عشقِ او
ہفت آسماں بچشم زدن زیرِ پا کنند

کبھی تم نے گملوں میں لگے ہوئے **پودوں** پر غور کیا
ہی جو اکثر مکان کی کھڑکیوں میں رکھے رہتے ہیں کہ کس طرح وہ
بے اختیار روشنی اور دھوپ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اگر تم
گملے کا رُخ کمرے کی طرف پلٹا دو تو پھر بھی دو تین دن کے بعد دیکھو
کہ پودا روشنی کی طرف ڈھل جائے گا۔ سورج کی طرف اُس کے
جھکنے کا صرف یہی سبب ہی کہ روشنی اُس کی خوراک ہی اور وہ اُس کو
جذب کرتا ہی۔ اسی طرح اگر ہم کو خدا سے سچّی محبت ہی تو اُس کا تقرّب

حاصل کرنے کو اُس کی طرف جُھکنا چاہیئے۔

یہ روٹی جو میرے ہاتھ میں ہے مفت نہیں ملتی اس پر پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں، لیکن کیسی بے انتہا نعمتِ الٰہی ہے کہ روحانی غذا ہر وقت ہر شخص کو بن داموں اور مفت ملتی ہے ہاں طلبِ صادق شرط ہے۔ اس لیئے ہم کو خلوصِ دل سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمارے دلوں کو کدورتوں سے پاک کرے اور ہم کو خاصانِ خدا کے زُمرے میں اُٹھائے۔ ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند
لیکن زخدا جُدا نباشند

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اُن کو رُوحانی غذا کی بھوک تو ہے لیکن سرے سے مذہب ہی سے غافل ہیں اُن کے کانوں تک یہ صدا پونہچی ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کو واقف کرانا، اُن میں جانا اور وعظ کہنا، اُن تک احکامِ الٰہی پونہچانا، اُن کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا ہمارا فرضِ عین ہے۔ اس لیئے انجمنوں کا قائم کرنا، واعظین کا مقرر کرنا اور ذرائعِ تبلیغِ اسلام کو توسیع دینا، مالی اور ہر طرح کی امداد سے انجمنوں کو تقویت دینا ہر دین دار کا ضروری فرض ہے۔

رُوحانی غذا سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے اور اُس کو جزوِ بدن کرنے کے لیئے سب سے پہلے تو ہم کو اپنے عقائد درست کرنے

چاہئیں، یہ نہیں کہ صرف منہ سے کہیں بلکہ عملی طور پر بھی اُن کی پابندی کریں۔ اپنے گھروں میں مذہب کا چرچا پھیلائیں نماز، روزے کو پابندی سے جاری رکھیں۔ بچوں کو قرآنِ عزیز پڑھوائیں، اُن پر نماز کی تاکید سختی سے رکھیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ صاحبِ خانہ خود اپنا نمونہ پیش کر سکے۔ وعظ کی مجلسوں میں جائیں اور اس طرح اپنے تاریک دلوں کو نورِ ایمان سے منور کریں اور ایک سچے اور پکے دین دار کا نمونہ بنیں اور جیسے نمونے حضرت رسولِ مقبولؐ، صحابہ کرامؓ، اور قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کے ہمارے سامنے موجود ہیں ہم بھی اُن جیسے ہونے کی کوشش کریں۔ اگر ہم بارگاہِ ایزدی کے دروازے کو کھٹکھٹائیں گے تو ضرور ہے کہ وہ دروازہ ہمارے واسطے کھلے گا۔

چوں بندہ خدائے خویش خواند
باید کہ بجز خدا نداند

(۱۵) پتھر (قلبِ سلیم اور قلبِ لئیم)

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ

مرا در دل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد
بخلوت خانۂ سلطاں کسے دیگر نمی گنجد

؎ پھر اس کے بعد تمہارے دل ایسے سخت ہو گئے کہ گویا وہ پتھر ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر۔ ۱۲

لڑکے لڑکیو! دیکھو میرے ہاتھ میں یہ پتھر ہی جو دل کی شکل سے ملتا جلتا ہی۔ یہ سُوئی اس پتھر میں چبھوتا ہوں تو ذرا بھی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر میں اس سوئی کو اپنی ہتیلی میں ذرسا بھی چبھوؤں تو فوراً دُکھ معلوم ہوگا، لیکن پتھر تو پتھر ہی ہی خبرے نباشد اگر میں پتھر سے محبت کرنے لگوں تو بھی اُسے کچھ خبر نہ ہوگی کہ وہ غیر ذی روح ہی اُس میں حس نہیں۔

یہی حال ہمارے دلوں کا ہی وہ کورے ہیں یا یوں کہو کہ بے حس ہیں جب تک کہ اُن میں ایمان کا نور نہ ہو۔ یہ مانی ہوئی بات ہی کہ خدا ہم پر ماں باپ سے بھی بدرجہا زیادہ مہربان ہی اُس نے ہمارے لیئے جنّت میں کیسے کیسے بے نظیر محل موتی اور جواہرات کے طیّار رکھے ہیں مگر ہم بھول کر بھی کبھی اُس کا احسان نہیں مانتے نہ اُس کا شکر یہ جیسا کہ چاہیئے ادا کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ[1] لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ

اُس نے اپنے رسول ہم پر بھیجے تاکہ وہ ہم کو پوری طرح مذہب کی تعلیم دیں اور خدا تک پونہچنے کا رستہ بتلائیں مگر ہمارے دل کچھ ایسے سیاہ ہیں کہ کسی بات کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس لیئے ہم کو دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اس پتھر کے دل کو ایک اچھے دل سے بدل دے جو اُس کی لامتناہی مہربانیوں کا اندازہ کر سکے اور جس میں اُس کی

[1] اس میں شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر (بڑا ہی) فضل رکھتا ہی (کہ اُن کو فوراً سزا نہیں دیتا) مگر بہت لوگ (اُس کا) شکر نہیں کرتے۔ ۱۲

محبت موج زن ہو۔

رباعی

جو قصر کرے حرص کو قیصر وہ ہے — تکیہ ہے جسے حق پہ تو نگر وہ ہے
آئینہ سکندر نے بنایا تو کیا — دل جس کا ہے آئینہ سکندر وہ ہے

دل محبت کا مخزن ہے، اُس میں خدا کی محبت پیدا ہونی چاہیئے گو دل گوشت کا ایک چھوٹا سا لوتھڑا ہے مگر سارے اعضاء و جوارح کا سردار ہے اور کرتا دھرتا سب کچھ وہی ہے۔ سارے اعضاء اُس کے حکم اور عندیئے کے تابع ہیں۔ گو دل چھوٹا ہے مگر بڑا کھوٹا بھی ہے۔

انگلستان میں ایک بڑا مشہور شخص ہو گزرا ہے جان بنیان جو ایک لاثانی کتاب پلگرمز پروگرس کا مصنف ہے اُس نے ایک دوسری کتاب ہولی وار د مقدس جنگ بھی لکھی ہے۔ جس میں روحِ انسانی کو ایک شہر سے تعبیر کیا ہے جس کا نام اُس نے روحانی شہر رکھا ہے۔ اس شہر کے کئی دروازے ہیں۔ دشمن اس شہر میں داخل ہو کر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ یہ دل ایک طرح کا شہر ہے۔ شیطان برابر ہمارے دل پر قبضہ کرنے کی تاک میں لگا رہتا ہے اور روحانی شہر کے کسی نہ کسی دروازے سے نامعلوم طور پر داخل ہو جاتا ہے۔ ۱؎ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ [illegible] صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

۱؎ میں بھی تیرے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں تو سہی ۔ پھر
(باقی بصفحہ آئندہ)

وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ -

ہمارے جسمانی شہر کے کئی دروازے ہیں مثلاً آنکھ۔ شیطان ہم کو بُری بُری تصویریں، فحش کتابیں، ناچ رنگ، تماشے دکھلاتا اور اس طرح آنکھ کے دروازے سے داخل ہو کر ہمارے دل میں بُرے بُرے خیالات جماتا اور دل پر اپنا تسلّط کر لیتا ہے۔ دوسرا دروازہ کان ہے۔ فحش گیت، عشقیہ قصّے کہانیاں۔ ہمارے کانوں تک پہنچاتا اور اس طرح اپنی طرف کھینچتا ہے۔ تیسرا دروازہ مُنہ ہے جس کے ذریعے سے وہ ہم کو حلال حرام سب کچھ کھلاتا اور پلاتا ہے۔ کبھی سگرٹ کی دھواں دھار چاٹ لگاتا ہے تو کبھی شراب کا چھلکتا ہوا جام سامنے لا کر دھر دیتا ہے اور اس طرح مُنہ کے دروازے سے دلوں پر قابض ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی اور طرف سے رستہ نہیں ملتا تو ناک میں سے ہی چڑھ جاتا ہے۔ جو چیز ہم کو نہ کھانی چاہیے اُس کی خوش بو سنگھا کر دل کو للچاتا اور جس طرح بن پڑتا ہے ہم کو بہکاتا اور بھٹکاتا ہے۔

نوٹ صفحۂ گزشتہ - اور اگر اُن کے آگے سے آؤں اور اُن کے پیچھے سے (آؤں)، اور اُن کی داہنی طرف سے (آؤں)، اور اُن کی بائیں طرف سے (آؤں اور جس طرح بن پڑے اُن کو بہکا کر رہوں) اور تو اکثر بنی آدم کو (دنیا) شکر گزار نہیں پائے گا - ۱۲

بعض وقت شیطان ہماری قوائے حسّیہ کے ذریعے سے بھی ہم پر قابو پاتا ہے۔ سیکڑوں قسم کی بُری بُری باتوں کی طرف ہم کو متوجہ کرتا، رغبت دلاتا اور اُن کو خوش نما کرکے دکھلاتا ہے اور اس طرح ہمارے دلوں پر پوری طرح قابض ہو کر نورِ ایمان کو بالکل جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکتا ہے۔

سب سے بہتر اور محفوظ طریقہ ہمارے لیئے یہ ہے کہ ہم اپنا دل پوری طرح خدا کے حوالے کر دیں اور اُسی کے ہو رہیں۔ وہ پتھر کا دل نکال لے گا اور پاک و صالح گوشت کا دل دے گا۔ وہ ہمارے دلوں کو بخوبی قابو میں رکھے گا اور وساوسِ شیطانی اور بُرے خیالات کا سدِّ باب کر دے گا۔ بشرطیکہ ہم اُس کی طرف رجوع کریں۔ ؎

ماجرائے من و معشوقِ مرا پایاں نیست
ہرچہ آغاز ندارد نپذیرد انجام

(۱۶) صاف ستھرا پتھر (جو دکھ اٹھاتا ہے وہی سکھ بھی پاتا ہے۔)

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؎

من ایسے نرمل بھیو جیسے گنگا نیر
پیچھے پیچھے ہر پھیرے کہت کبیر کبیر

؎ اور جو شخص خدا پر یقین رکھے گا (مصیبت میں)، خدا اُس کے دل کو ٹھکانے سے لگائے رکھے گا۔

میرے عزیز بچّو! - وہ کون سا بچّہ ہوگا جو اچھا بچہ کہلانے کا خواہش مند نہ ہو اور ہر شخص اسی خیال سے نیک کام کرتا ہے کہ نیک نام ہو - ہم خدا سے جس چیز کی ضرورت ہو مانگتے ہیں اور اس آس میں رہتے ہیں کہ منہ مانگی مراد ملے لیکن بسا اوقات ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی اور جو ہم چاہتے ہیں وہ میسر نہیں آتا - بعض وقت خدا کو ہماری آزمایش منظور ہوتی ہے وہ ہم کو بیماری یا کسی قسم کے غم یا فکر میں مبتلا کرتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے کہ ہمارے گھر میں موت کا کوئی نہایت جگرخراش اور سخت حادثہ پیش آجاتا ہے ممکن ہے کہ ظالم موت نے تمھارے پیارے ماں باپ کو تم سے بچھڑا دیا ہو اور تم دنیا میں بے یار و مددگار اور بے سہارے رہ کر گھبراتے ہو ایسی حالت مایوسی اور حرماں نصیبی میں یہ خدشہ دل میں ضرور آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو ماں باپ سے زیادہ مہربان اور اپنے بندوں کا محافظ و نگہبان کہا جاتا ہے لیکن پھر یہ کیا بات ہے کہ ہماری آرزوئیں دل کی دل ہی میں رہ جاتی ہیں اور مزید براں ہم پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں - آخر یہ بات کیا ہے؟ - دنیا میں رنج و غم سے کوئی خالی نہیں تم دیکھو گے کہ دنیا میں بہت سے نیک اور باخدا ہی زیادہ تر گوناگوں مصائب اور تکالیف میں مبتلا رہتے ہیں - کوئی فقر و فاقہ میں گرفتار ہے تو کوئی دکھ بیماری سے ناچار ہے - یہی دستور دنیا کا ہمیشہ سے چلا آتا ہے حضرت یعقوب

اور حضرت ایوب علیہ السلام پیغمبروں کو دیکھو کیسی کیسی مصیبتیں اُن پر پڑیں مگر اُنھوں نے سوائے صبر و شکر کے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں کسی بزرگ کی حکایت

لکھی ہے کہ وہ دریا کے کنارے رہتے تھے جن کو تیندوے نے زخمی کردیا تھا۔ وہ زخم ایسا کاری تھا کہ کسی طرح اچھا نہ ہوتا تھا۔ اسی تکلیف میں کئی برس گزر گئے مگر ہمیشہ اُن کی زبان پر شکرِ خدائے عزّ وجل جاری تھا۔ کسی نے پوچھا "یا حضرت! شکر کس بات کا کرتے ہو؟" آپ نے فرمایا کہ "شکر اس لیے کرتا ہوں کہ مصیبت میں گرفتار ہوں نہ کہ معصیت میں"۔ ؎

اگرم زار بہ کشتن دہد آن یارِ عزیز تا نگویم کہ دراں دم غمِ جانم باشد

گویم از بندۂ مسکین چہ گنہ صادر شد کہ دل آزردہ شد از من غمِ آنم باشد

اب میں تم کو مثال دے کر بتلانا چاہتا ہوں کہ تکلیف اور مصیبت کیوں آتی ہے۔ دیکھو میرے پاس دو پتھر ہیں دونوں ایک ہی کان کے نکلے ہوئے ہیں۔ ایک کو دیکھو کیسا سڈول صاف ستھرا اور چکنا ہے کہ نگاہ پھسلتی ہے جس دیوار میں اسے لگا دو باعثِ

ـــــــ

۱؎ اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلا چلی کے وقت ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں (جو دعوئ اسلام میں) سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو ہرگز ہرگز لکھنا چاہیے)۔ ۱۲

رونق ہوگا۔ دوسرا کھردرا اور ناہموار ہے جو نہ دیکھنے میں اچھّا ہے نہ کسی کام کا۔ ہاں بُنیاد میں بھر دو تو بھر دو۔ اِس مصفّٰی اور مجلّٰی پتّھر کی مثال ایک خداپرست شخص کی ہے۔ خدا جانے کب یہ پتّھر کسی پہاڑ کی چٹان کا ٹکڑا رہا ہوگا۔ کوئی امیر ایک محل بنوا رہا تھا اُس کو پتّھر کی ضرورت تھی پہاڑ کو جا کر دیکھا تو بعض چٹانیں بہت سُڈول اور قرینے کی معلوم دیں اُس نے پتّھر پھوڑوں کو ایک دم کام پر لگا دیا جنھوں نے برما کر کے چٹانوں کو اُڑایا پھر بڑے بڑے ہتوڑوں سے پتّھر پھوڑے اور سنگ تراشوں نے پتّھروں کو چھینیوں سے کاٹا چھانٹا اور گھڑا پھر رگڑا اور گھسا اور خدا جانے کیا کیا ترکیبیں کیں تب کہیں پتّھر کی یہ صورت نکلی اور جِلا آئی۔ اچھّا اگر اِس چٹان کے زبان ہوتی تو کیا وہ برما کرتے وقت واویلا نہ کرتی یا جب باروت بھر کر اُڑایا تو چُپ رہتی۔ یا پتّھروں میں قوّتِ گویائی ہوتی تو وہ سنگ تراش کی قطع و بُرید پر خاموش رہتے۔ کبھی نہیں۔

کہتے ہیں کہ کسی بُت تراش کا گزر ایک پتّھر کی کان پر ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ سنگِ مرمر کی بڑی بڑی بھاری سلیں کان میں سے نکالی جا رہی ہیں۔ اُس بت تراش نے اپنے ڈھنگ ڈھب کی ایک سِل چھانٹ لی پھر اُسے گھڑوا کر اُس میں ایک فرشتے کا بُت تراشا جو کئی مہینے کی محنت کے بعد طیار ہوا۔ یہ بُت ایک گزرگاہِ عام پر نصب کیا گیا۔ وہ ایسی بہتر اور نفیس صنّاعی کا

بنمونہ تھا کہ لوگ دُور دُور سے دیکھنے آتے اور محوِ حیرت ہو کر رہ جاتے
کہ تمھارے دیکھنے میں یہ کچھ بات نہ ہو لیکن پتھر اگر ذی روح ہوتا
تو وہ ضرور اپنی تکالیف اور مصیبتوں کو دُہراتا اور کہتا کہ کیسی کیسی
صعوبتیں اُٹھانے کے بعد اُس کو یہ کمال نصیب ہوا ہے کہ لوگ
اُس کو دیکھ کر تعریف وستایش کے پُل باندھ دیتے ہیں ۔
اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ بے تکلیف اُٹھائے راحت نہیں ملتی ۔
یاد رکھو کہ ہر مصیبت پیش خیمہ ہے کسی نہ کسی راحت کا ۔ دنیا کی تکلیفیں
درحقیقت ہمارے لیئے آزمایشیں ہیں جن سے چھٹ کر ہم پہلے
سے بہتر اور صاف تر ہو جاتے ہیں ۔ مصیبت ہماری روحانی
تن درستی کے لیئے ایک قسم کا مسہل اور تنقیہ ہے یا چند روزہ بیماری
کے بعد دوامی صحت ۔ دیکھو کیسے کیسے بزرگانِ دین کو دار پہ کھینچا گیا
سنگسار کیا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں پونہچائی گئیں مگر وہ ثابت قدم
اور صابر و شاکر رہے ۔ ایک بزرگ کو جب سنگسار کیا گیا تو لوگوں نے
بڑا ترس کھایا اور کہا کہ آپ پر بڑا ظلم کیا گیا ۔ آپ نے فرمایا کہ "کچھ پروا
نہیں، راہِ خدا میں سب روا ہے ۔ دکھ پانے والوں ہی کے لیئے جنت
کے دروازے کھلے ہوئے ہیں" ۔ ؎

بندہ پرور یہ عجب آپ نے اکرام کیا
صبر تو آپ دیا اور مرا نام کیا

ایک بزرگ جلا وطن کیئے گئے ۔ اُنھوں نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا

خوش نما شہر ہی جس میں بہت سے مرفہ الحال لوگ رہتے ہیں۔ پوچھا
یہ کیا شہر ہی اور یہ کون لوگ ہیں جو ایسے مگن ہیں کہ ان کے پاس غم اور
فکر پھٹکنا نہیں کھاتا۔ جواب ملا کہ " یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مصیبت کو
صبر و شکر سے جھیلا۔ یہ شہر جنّت ہی جس میں انسان کے لئے موتی
اور زمرّد کے قصور طیار کیئے گئے ہیں۔ ان کو ہر طرح کا امن چین ہی
اور سب سے بڑھ کر یہ نعمت ہی کہ یہ خدا کے دیدار سے مشرّف ہوں گے
ان کو حوض کوثر کے چھلکتے ہوئے جام ملیں گے اور ہمہ قسم کی نعمتیں ایسی
ملیں گی جو نہ کبھی دیکھی ہوں نہ سُنی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا غم غلط کر دیگا
اور ان کو وہ خوشی میسر ہوگی جس کو کبھی زوال نہیں"۔ ؎

مبارک ہیں وہ جو ہیں دل کے غریب
کہ ہی تختِ شاہی اُنھیں کو نصیب

دُکھ بیماری اور ناکامیابیاں جو آئے دن ہمارے گلے کا ہار ہیں
اور جن سے ہم گھبرا اُٹھتے ہیں ان سب کا معاوضہ اس فرمانِ
خداوندی سے ہو گیا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ اللہ صبر کرنے والوں
کے ساتھ ہی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے جس کے ساتھ خدا ہو
تو اُسے پھر کس بات کی کمی ہی۔ ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکیں
تیرا ہی ہی وہ دل کہ جہاں ہم سما سکیں

خدا کے نزدیک یہ بھی آسان تھا کہ جو بندہ مانگے مُنہ سے نکلتے ہی

اُسے مِل جائے ۔ ۵

مشکل ز توجہ تو آساں
آساں ز تغافلِ تو مشکل

لیکن اس میں بڑی قباحت لازم آتی ۔ مثلاً ایک نادان بچہ جو
بیمار ہے ضد کر رہا اور مچل رہا ہے کہ میں تو فلاں چیز کھاؤں گا جو اُس کے
حق میں زہر ہے، تو کیا والدین دے دیں گے؟ ۔ کبھی نہیں ۔
یہی دعا کی قبولیت کا حال بھی یہی ہے کہ خدا کے سوائے کسی کو غیب کا
حال تو معلوم نہیں ۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ دعا کرتا ہے اور فی علم اللہ
وہ اُس کے حق میں مضر ہے تو خدا محض اپنے فضل و کرم سے اُس کا
وہ مطلب نہیں ہونے دیتا ۔ ایسی حالت میں جو بندہ خدا سے تعلق
رکھتا ہے صبر کرتا ہے اور اُس کو ناکامی کا رنج نہیں ہوتا ۔ غرض دعا کی
مقبولیت کے دو پیرائے ہیں حصولِ مدعا یا دل کی تسلّی" ۔

۱ ۔ فائدہ ۲ از کلام مجید مترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم ۲ ۔ دین دار کی شان یہ ہے
کہ وہ خوش حالی میں اترائے نہیں، اپھرے نہیں اور خدا کی شکر گزاری کرتا رہے
اور مصیبت پڑنے پر گھبرائے نہیں، بے دل نہ ہو ۔ غرض ملائم اور ناملائم
جیسی حالت بھی پیش آئے خدا پر بھروسا کیئے مطمئن رہے ۔ فائدہ از کلام مجید
مترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب ۔ اسی مضمون کو اس شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے ۔

۵ ۔ شگوفہ گاہ شگفتہ است و گاہ خوشیدہ بد درخت وقت برہنہ و وقت پوشیدہ
۱۲

(۱۷) رسّیاں ۔ عادتیں کس طرح راسخ ہوجاتی ہیں

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست / نرود جز بوقتِ مرگ از دست

پیارے بچّو! آج میں پتلی موٹی ہر قسم کی رسّیوں اور ڈوریوں کے ٹکڑے لایا ہوں۔ موٹی رسّی کو اگر میں ایک جھٹکے میں توڑنا چاہوں تو ناممکن ہے۔ میں تو کیا اگر دو چار آدمی بھی لپٹ جائیں تو بھی اس رسّی کو نہیں توڑ سکتے اور تم جیسے دس پندرہ لڑکے لڑکیاں بھی چمٹ جائیں اور کھینچ کر زور کریں تو بھی نہیں توڑ سکتے۔

یہ دوسری رسّی ذرا پتلی ہے اس کو البتہ چار پانچ بچّے توڑ سکتے ہیں، رہی یہ سُتلی اس کے توڑنے کو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں اور اس سے بھی باریک ڈوری کو تو ایک خفیف سا جھٹکا کافی ہے۔ اچھا اس موٹی رسّی کے بل ہم کھول دیتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ کئی پتلی پتلی رسّیوں کو گوندھ کر بنائی ہے۔ پتلی رسّی کو کوئی بھی توڑ سکتا ہے مگر موٹی رسّی کا توڑنا بہت مشکل اور بڑے بل بوتے کا کام ہے۔

یہی حال ہماری عادتوں کا ہے۔ بُری عادتوں کا لپکا غضب ہے۔ بُری لت خدا کسی کے پیچھے نہ لگائے۔ ایک لڑکے کو جس نے

۱؎ تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ ہی پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسّی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں (اور یہ اس کا ہے بڑا پارہ ۳ع ۱۲) (؟)

ایک دن مدرسہ اُڑا دیا۔ اُس کے نزدیک تو یہ کچھ بات نہ ہوئی۔ مدرسے نہ گئے، نہ گئے، وہ بات ہی کون سی ہے۔ اسی طرح جو لڑکا ماں باپ کا کہنا نہیں مانتا نماز نہیں پڑھتا یا پڑھتا ہے تو گنڈے دار۔ بازاروں میں ٹہر گشت لگاتا ہے۔ پڑھنے سے جی چُراتا اور بھاگا بھاگا پڑا پھرتا ہے۔ اُس وقت تو اُس کے نزدیک یہ باتیں بالکل معمولی اور محض بے وقعت معلوم دیتی ہیں لیکن تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر ہم بار بار یہی طرز و روش اختیار کریں تو ہم کو اسی کی عادت پڑ جائے گی اور ہماری عادت ہو جاتے میں اور زیادہ پختہ ہوتی چلی جائے گی اور ہم کو کچھ خبر نہیں ہوتی آخر کار نوبت اس حد تک پونہچ جاتی ہے کہ پھر چھوڑنا بھی چاہیں تو گلے کا ہار ہو جاتی ہے اور چھوڑے نہیں چھوٹتی اور پنجے جھاڑ کر اس طرح پیچھے پڑ جاتی ہے کہ اُس سے گلو خلاصی قریب قریب ناممکن کے ہو جاتی ہے۔ لڑکے خیال کرتے ہیں کہ سگرٹ کے ایک دو دم کھینچ لیے تو کیا گناہ ہوا۔ لیکن یاد رکھو کہ بربادی کے زینے کی یہ پہلی سیڑھی ہے۔ سے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

کوئی عادت ایک دم اپنا قدم نہیں جماتی۔ چور پہلے پہل بہت چھوٹی چوری سے شروع کرتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے وہ ڈاکے مارنے لگتا بلکہ قتل کا مرتکب بھی ہو جاتا ہے۔ سگرٹ واقعی کوئی بڑی چیز نہیں مگر جب

عادت پڑ جاتی ہے تو یہ دو اُنگل کی چیز بھی نہیں چھُٹ سکتی - بہتیرا چاہتے ہیں کہ چھوٹ جائے مگر جی للچا جاتا ہے اور پھر چوری چھُپے پی ہی لیتے ہیں جب اس چھوٹی سی عادت کا چھوڑنا ایسا کٹھن ہے تو بڑی بڑی پُرانی عادتوں کا تو خدا ہی حافظ ہے - جان جائے مگر آن نہ جائے - خدا ہر بُری بلا سے بچائے - یہی حال جھُوٹی قسمیں کھانے، جھوٹ بولنے، لُترے پن - ہاتھ کے لپکے، چوری چکاری، فریب دغابازی مکاری شراب خواری اور ہر بُری لت کا ہے - شروع شروع میں ہم کو کچھ معلوم نہیں دیتا مگر جب عادت جم جاتی اور جڑ پکڑ لیتی ہے تو پھر اُس کا ترکِ محال ہے - ؎

نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا

اچھا تم کسی بُری عادت کو اُٹھا لو اور اُس کو تجزیہ کرو یعنی اُدھیڑو تو تم دیکھو گے کہ وہ بھی رسّی کی طرح چھوٹے چھوٹے اجزا سے بٹی ہوئی یعنی وہ مجموعہ مختلف اجزا سے مرکب ہے - بار بار ایک ہی بات کا دہرانا اور اُس پر مداومت ہی عادت کہلاتی ہے - میرے ہاتھ میں یہ دھاگے کی گُٹّی ہے اگر میں اس دھاگے کے تین چار بل دے کر تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ دوں تو ذرا سے جھٹکے میں تم توڑ تاڑ الگ کر دو گے لیکن اگر پچیس تیس یا پچاس چکّر سے جکڑ دوں تو توڑنا تو توڑنا تم اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکو گے -

اب تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ پہلے پہل جو کام ایک جھٹکے سے نکل سکتا تھا
آگے چل کر اس میں ہاتھی گھوڑوں کی طاقت درکار ہوتی ہے تب بھی
کام نہیں نکلتا اور تمھارے بل بوتے کی بات نہیں رہتی۔

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ بیل
چو پُر شد نشاید گزشتن بہ پیل

بجنسہٖ یہی حال عادت کا ہے جوں جوں کرتے جاؤ ووں ووں
وہ مضبوط اور جمتی جاتی ہے۔ شیطان آدمی کے ہاتھ پاؤں
ایسے جکڑ دیتا ہے کہ وہ بے چارہ جُنبش نہیں کر سکتا۔ اب سوائے
خدا کے کون ہے جو اس پھندے اور گورکھ دھندے سے ہم کو
چھڑائے۔ وہی اس قدر قدرت والا ہے کہ شیطان کی اس سخت
گرفت سے ہم کو چھٹکارا دلائے تو دلائے۔

تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ بُری عادتوں میں پھنسنا کیسا جنجال
ہے۔ اس لیئے بھولے سے بھی کوئی بُری عادت نہ ڈالنا خواہ
وہ شروع شروع میں تمھارے نزدیک کیسی بھی خفیف
کیوں نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہر گناہ میں کچھ نہ کچھ لذت ضرور
ہے جو انسان کو پڑ جاتی ہے، برخلاف اس کے ہر ریاضت، محنت
اور نفس کُشی کا نام ہے اور وہ ضرور اکھرتی ہے۔ ہم نے مانا کہ اچھی
عادتوں کا اختیار کرنا اوائل میں تکلیف دہ اور بے لطف معلوم
دیتا ہے لیکن اگر ہم برابر اسی میں لگے رہیں اور چندے دل پر

تھوڑا سا جبر کرکے کرتے رہیں تو پھر دیکھو کہ اس میں کیسا مزہ ملتا ہے

۵ این جانِ عاریت کہ بہ حافظ سپردہ دوست
روزے رُخش ببینم و تسلیم وے کنم

لڑکا جب مدرسے میں بٹھلایا جاتا ہے تو دیکھو اُس مرغ نو گرفتار کا دل کیسا اُچاٹ رہتا ہے، وہ گھبراتا اور روتا ہے، پڑھنے سے جی چراتا ہے لیکن جب وہ سکول میں گھل مل جاتا اور مانوس ہو جاتا ہے تو اُسی کو پڑھنے کا شوق اور علم کی چاٹ پڑ جاتی ہے۔ وہ اس مشغلے میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ سوائے پڑھنے کے اُسے کچھ نہیں سُوجھتا۔ یہ لڑکا پہلے پرہیمری سکول میں داخل ہوتا ہے پھر مڈل پھر ہائی سکول میں پڑھتا رہتا ہے اور ترقی کرتے کرتے کالج میں پونہچتا ہے اور گریجوایٹ بن کر نکلتا ہے اور پھر ساری عمر اُس کے ہاتھ سے کتاب نہیں چھوٹتی۔ اُس کا اوڑھنا بچھونا بس علم ہی ہو جاتا ہے۔ یہی حال نمازی کا ہے جو بچپنے سے عادت ڈالتے ہیں نماز اُن کی گھٹی میں پڑ جاتی ہے اور اگر کسی وقت کی ناغہ ہو جائے تو اِن کو ایک قسم کی بے چینی سی ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے کہا ہے کہ اَلْعَادَۃُ کَالطَّبِیْعَۃِ الثَّانِیَۃِ۔[۱]

عادتیں اس طرح پڑ جاتی ہیں کہ ہم کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ جیسے دریا کا شکم دپٹیا)۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر برس دریا برابر

[۱] عادت گویا دوسری طبیعت ہو جاتی ہے۔ ۱۲

کناروں کو کاٹتا اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اور اپنا رستہ نرم زمین یا سخت چٹانوں، سبزہ زاروں، گھنے جنگلوں میں سے نکال لیتا ہے مگر پھر بھی اپنا پیٹا نہیں چھوڑتا۔ یہی حال ہمارے دل کا ہے۔ وہ بھی ہمارے کسی کام کے بار بار کرنے سے اپنا رستہ نکال لیتا ہے۔ خواہ ہماری قوت فکر و تجسس کسی مشکل امر کی ہو یا آسان، ہم ہر حال میں جو کرتے ہیں اُس کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر آئے دن اور ہر برس برابر وہی کرتے چلے جاتے ہیں۔ پس بچّوں کو کم عمری ہی میں سیدھے رستے پر لگانا چاہیئے کہ بڑے ہو کر بھی وہ اُسی رستے پر چلیں۔ جیسا بیج ڈالو گے ویسا پھل ہو گا، جو بوؤ گے سو کاٹو گے۔ کام کی مداومت عادت کی ماں ہے۔ عادت کا بچہ (ثمرہ) چال چلن ہے اور چال چلن کا مآل کار تقدیر۔ اے بچّو! ہوشیار! دیکھ بھال کر قدم دھرو۔ آج جو کچھ بھی تم کر رہے ہو کل اُسی کی عادت ہو گی۔ اگر تم ابھی سے بُری باتیں کرتے ہو خواہ وہ چھپا کر ہی کیوں نہ ہوں تو جانتے رہو کہ تم بُری عادتوں کی بنیاد ڈال رہے ہو اور اگر تم اچھے کام کر رہے ہو تو پھر تمھاری عادات و اطوار بھی نیک ہوں گے جو تمھیں ساری عمر خوش رکھیں گے۔

"پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے"[1]

(۱) قطرہ ہائے حقیر پانی کے ۔۔۔ مل کے بنتے ہیں یم بے پایاں

ریت کے ذرہ ہائے بے مقدار ۔۔۔ خوب صورت زمیں کے ہیں ساماں

[1] میں شاعر نہیں ہوں میری اس کمی کو بڑی مہربانی سے میرے مکرم دوست منشی تلوک چند صاحب محروم (باقی صفحۂ آئندہ)

(۲) چھوٹے چھوٹے یہ وقت کے لمحے — جن کی کم مائیگی ہے سب پہ عیاں
آخر کار انہی سے بنتے ہیں — سالہا سال اور صدیاں

(۳) چھوٹے چھوٹے قصور انساں کے — کر ہی دیتے ہیں روح کو گمراہ
راہِ نیکی سے اس کو بھٹکا کر — ڈال دیتے ہیں درمیانِ گناہ

(۴) مہربانی کے چھوٹے چھوٹے کام — چھوٹے الفاظ، جن میں ہے شفقت
اسی دنیا کو ہیں بنا دیتے — آسمانِ بہشت کی صورت

(۱۸) گھڑی اور اُس کا خول (روح اور جسم)

کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ وَقِیۡلَ مَنۡ رَاقٍ وَظَنَّ اَنَّہُ الۡفِرَاقُ وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ الۡمَسَاقُ۔

نوٹ صفحہ گزشتہ۔ بی۔اے۔ نے نہایت حُسن وخوبی سے پورا کیا۔ اُن کی نظمیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ انگریزی نظموں کا ترجمہ وہی شخص کر سکتا ہے جو انگریزی میں یدِطولیٰ رکھنے کے علاوہ شاعر بے بدل بھی ہو اور یہ دونوں باتیں باحسن الوجوہ حضرت مرحوم میں موجود۔ اس کتاب میں جتنی نظمیں ہیں وہ سب اُنھیں کی ہیں۔ اُن کے ہاتھ بٹانے کا میں بہت بہت شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے دوستی کا حق ادا کیا۔ ۲؎ سنو جی! (جب جان بدن سے کھنچ کر گلے کی) ہنسلی تک آ پہنچے گی اور (مرنے والے کے بیمار دار) چلّا اُٹھیں گے کہ (ارے) کوئی جھاڑنے والا ہے؟ (تو اس کو اگر جھاڑے) اور اُس (بیمار) کو یقین ہو جائے گا کہ (اب) یہ (دنیا سے) مفارقت (کا وقت) ہے اور (جاں کنی کی تکلیف سے ایک پاؤں کی) پنڈلی (دوسرے پاؤں کی) پنڈلی سے لپٹ (لپٹ) جائے گی (اے شخص جب یہ حالتیں پیش آئیں گی) اُس دن (تجھ کو) اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہو گا۔ ۱۲

جس دن کہ فراق روح و تن میں ہوگا ۔۔۔ مشکل آنا اس انجمن میں ہوگا
نازاں نہ ہو رخت تو پہن کر غافل ۔۔۔ اک روز یہی جسم کفن میں ہوگا

لڑکے لڑکیو! یہ دیکھو میرے ہاتھ میں کیا ہی؟ - گھڑی۔ نہیں یہ صرف گھڑی کا خالی کیس ہی، اندر کچھ بھی نہیں، اس کے پُرزے جن سے گھڑی چلتی ہی وہ میرے دوسرے ہاتھ میں ہیں۔ بدون پُرزوں کے یہ خالی خول بے کارِ محض ہی۔ تم نے جنازہ تو دیکھا ہوگا اور تم سے یہ بھی کہا گیا ہوگا کہ یہ فلاں شخص کا جنازہ ہی جس کو شاید تم جانتے بھی ہو۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہی۔ ہر شخص جسم اور روح سے مرکب ہی۔ تن سے روح کے جدا ہونے کا نام مرنا[1] ہی۔ قالب سے روح نکلی اور اُس نے خدا کی راہ لی۔ خدا نے ہمارا جسم مٹی سے بنایا ہی اور اسی واسطے کالبدِ خاکی کہلاتا ہی۔

[1] معلوم ہی کہ کارخانۂ عالم کو خدا نے آب و خاک و باد و آتش چار عناصر مختلف الطبائع سے بنایا ہی اور ایک وقتِ خاص تک اُس میں کمی بیشی نہیں ہونے پاتی ورنہ وہ مخلوق جو عناصر سے مرکب ہی اپنی حالت پر قائم نہ رہے۔ مثلاً مخلوقات میں سے ہم ایک انسان کو لیتے ہیں جس کی نسبت سعدی نے اس مضمون کو عمدہ طور پر ادا کیا ہی - قطعہ چار طبعِ مخالف و سرکش ؛ چند روزے بوند باہم خوش ؛ چوں یکے زیں چہار شد غالب ؛ جانِ شیریں برآید از قالب - تو عناصر میں عدل و انصاف کا یہ پیرایہ ہی کہ اُن کی باہمی نسبت کو ایک وقتِ خاص تک نہ بدلنے دیا جائے - چنانچہ یہ حالت عالم کے ذرّے ذرّے میں دیکھی جاتی ہی اور بقائے عالم اس نسبت کے باقی رہنے پر موقوف ہی - یا اس مضمون کو
(باقی بعنوۂ آیندہ)

روح کے نکلتے ہی جسم بگڑنے لگتا ہے اور دیر تک رکھیں تو بدبو پھوٹنے لگتی ہے اس لیے کوئی زمین کے نیچے دفن کرتا ہے اور کوئی جلا دیتا ہے۔ بہرحال دونوں صورتوں میں نظر سے دور ہو جاتا ہے۔ دفن کے بعد یہی بدن جس کی پرورش کس جتن سے کی جاتی ہے کیڑے مکوڑوں کی خورش ہو جاتا ہے اور آخرِ کار گل سڑ کر اُسی مٹی میں جا ملتا ہے جس سے کہ وہ بنا تھا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ لیکن روح کا یہ حال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

نوٹ صفحہ گزشتہ۔ ہم انسانوں کی دوسری حالت پر منطبق کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ انسان میں باہم عداوتیں ہیں جھگڑے ہیں، زور و ظلم ہے، فساد ہے اور اگر خدا اقوام کو زیر و زبر نہ کرتا ہے تو یہ سب آپس میں کٹ مریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو دکر یعنی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر (بڑا) مہربان ہے) اور بقائے عالم کی تدابیر میں سے ایک بڑی تدبیر دین ہے۔ اگرچہ ظاہر میں حکامِ دنیا انتظام کرتے ہیں مگر انتظام میں بڑا دخل دین کو ہے۔ دین لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر اثر ڈالتا ہے جو حکام کی دسترس سے بالکل خارج ہے۔ یعنی قانونِ دنیا تو گویا مرض کے پیدا ہوئے پیچھے اُس کا ازالہ کرتا ہے اور قانونِ دین جو سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے سرے سے مرض کے پیدا ہونے کو روکتا ہے۔ (از ترجمۂ نذیریہ) ۱۲۔ ؎ (لوگو!) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور مرے پیچھے) اسی میں تم کو لوٹا کر لائیں گے اور اسی سے (قیامت کے دن) تم کو نکال کر کھڑا کریں گے۔ اگر آدمی کی پیدائش کا سلسلہ ہو تو سب آدمیوں کو

(باقی بصفحۂ آئندہ)

آدم کا پُتلا خاک سے بنایا، اُس میں روح پھونکی اور وہ جی اُٹھا
جسم کو فنا ہے مگر رُوح کو فنا نہیں وہ ابدالآباد تک زندہ اور برقرار
رہے گی - خدا کے نیک بندوں کے لیے جنّت ہے جہاں ہمہ قسم کی
نعمتیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کے نعمت خدا کا دیدار ہوگا -
جو بندے نافرمان ہیں اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے جہاں طرح طرح
کے عذاب ہوں گے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے -
قرآن شریف میں جنّتیوں اور دوزخیوں کی تصویر کس خوبی
سے کھینچی ہے کہ جنّتیوں کا حال دیکھ کر دل باغ باغ ہوجاتا ہے اور
دوزخیوں کی مصیبت پر خیال کر کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے
ہیں - وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ - لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ

نوٹ صفحہ گزشتہ - خدا نے زمین سے پیدا کیا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے
بنایا اور وہ توالد تناسل کے قاعدے سے نہیں پیدا ہوئے اور یوں بھی جب سے توالد تناسل
کا قاعدہ جاری ہے آدمی بنتا ہے نطفے سے، نطفہ غذا سے، غذا زمین سے - اب رہا مرے
پیچھے زمین میں لوٹایا جانا تو جو لوگ دفن کیے جاتے ہیں اُن کا لوٹایا جانا تو ظاہر ہے اور
جو لوگ جلا دیے جاتے ہیں یا دریا میں بہا دیے جاتے ہیں وہ بھی آخر کار پھر پھر کر مٹی ہی
میں آ ملتے ہیں اب آخری بات ہے قیامت کے دن مٹی سے مردوں کا نکال کھڑا کرنا تو جو خدا
پیدا کرنے اور مارنے پر قادر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے - (از ترجمہ نذیریہ) - ۱۲ [1] قرآن آخری
آسمانی کتاب مگر لوگوں کے سمجھانے کو آخری ہے اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت سی باتیں

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۔ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۔ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔

نوٹ صفحہ گزشتہ ۔ اُن کی سمجھ سے باہر ہیں جیسے حالات بعدِ مرگ یا مثلاً خدا کی ذات و صفات کا علم تفصیلی یا روح کی ماہیت وغیرہ اور کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِهِمْ کے قاعدے سے اُن ہی کے محاورے اُن ہی کے عادات کے مطابق اُن سے بات کہنی ہوتی ہے تو بہت سی باتیں قرآن میں ہیں اور اُن کی لِم اور تہ سمجھ میں نہیں آتی مگر اصل دین ایسا صاف اور واضح ہے کہ احمق سے احمق اور جاہل سے جاہل بھی سمجھتا ہے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کسی مصلحت سے چند روز کے لیے دنیا میں بھیجا گیا ہے اور اُس میں ایک طرح کی روح ہے جو ابدالآباد تک باقی رہے گی ۔ جسمانی تعلقات کی وجہ سے انسان کو بہت سی حاجتیں پیش آتی ہیں جن سے لوگوں میں کشمکش واقع ہوتی ہے اور اس کشمکش کا ضروری نتیجہ ہے فساد ۔ یہ ہے گناہ کی اصل ۔ گناہوں کا اثر روح پر پڑتا ہے جس سے روح کی وہ ہستی جو بعدِ مرگ ہونے والی ہے بنتی اور بگڑتی ہے ۔ انسان کو عقل دی گئی ہے جو اُس کو بتاتی ہے کہ دنیا میں اُسے کس طرح پر رہنا چاہیے اور خود عقل کو زیادہ روشن کرنے کے لیے خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں ۔ دین دار ہونے کے لیے کچھ ایسی بڑی عقل اور بڑی معلومات درکار نہیں ۔ انسان کو اپنی حالت میں غور کرنا اور دنیا کی زندگی کو چند روزہ اور اپنے تئیں عاجز و بے حقیقت

(باقی بصفحۂ آئندہ)

نیند بھی موت کی بہن ہے اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ - فرق اتنا ہے کہ

نوٹ صفحہ گزشتہ - سمجھا بس کرتا ہے...... بات بات میں گھر پیچ نکالنا - اپنی عقل کو بڑا سمجھنا اور اُس سے وہ کام لینا جس کے سر انجام کی اُس میں صلاحیت نہیں دین سے بے بہرہ رہنے کی علامت ہے - یہ مرض زیادہ تر پڑھے لکھوں میں ہوتا ہے اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں اسی قسم کی گم راہی کثرت سے دیکھی جاتی ہے اور دین کے اعتبار سے یہ حالت بڑی خطرناک ہے - ایسا آدمی ضروری باتوں کو چھوڑ کر غیر ضروری باتوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے - فرض کو ناغہ اور نفل کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے اور اُس کو بھی نباہ نہیں سکتا...... مُبہم اور مُشتبہ باتوں کے درپے ہونا دین داری کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے - (ماخوذ از فائدہ قرآن شریف مترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم)۱۲

نوٹ ۲ صفحہ ۱۳۹ - اور اللہ (لوگوں کو) سلامتی کے گھر (یعنی بہشت) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف رہ نمائی کر دیتا ہے - جن لوگوں نے (دنیا میں) بھلائی کی اُن کے لیے (آخرت میں بھی ویسی ہی) بھلائی ہے اور کچھ بڑھ کر بھی اور (گنہگاروں کی طرح) اُن کے مُونہوں پر نہ کلونس چھائی ہو گی اور نہ ذلت - یہی ہیں جنتی کہ وہ جنت میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور جن لوگوں نے بُرے کام کیے تو بُرائی کا بدلہ ویسی ہی (بُرائی) اور (اس کے علاوہ) اُن (کے مُونہوں) پر ذلت چھا رہی ہو گی - اللہ (کی مار) سے کوئی اُن کو بچانے والا نہیں (اُن کے منہ ایسے کالے کلوٹے ہو گئے کہ) گویا شبِ تاریک (کی چادر) کو پھاڑ کر اُس (کے ٹکڑے) اُن کے مُونہوں پر اُڑھا دیے ہیں - یہی ہیں دوزخی کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے ۱۲

کہ نیند کے بعد جاگنا ہی اور موت کے بعد جاگنا نہیں یعنی دُنیا میں پھر آنا نہیں۔ ~~~

موت کے گھر سے کوئی پھر کے بھلا آتا ہی
کہیں مُردہ بھی بلانے سے چلا آتا ہی

سوئے اور مرے میں صاف تمیز ہو جاتی ہی۔ انسان تو انسان حیوان بھی حس رکھتے ہیں۔ مرا ہوا گھوڑا سڑک کے کنارے پڑا ہو تو زندہ گھوڑا اُسے دیکھ کر ضرور جھجکے گا اور معاً جان لے گا کہ یہ سو نہیں رہا بلکہ مر گیا ہی۔ مگر ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز اور کس قسم کی چیز ہی جو جسم سے نکل جانے پر مرنے کا اطلاق ہوتا ہی قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا[1]
اب مجھے یہ بتانا ہی کہ مرنے کے بعد بھی روح کو کسی قسم کا گزند نہیں۔ وہ اس چولے کو چھوڑ کر اپنے خالق کی طرف پرواز کر جاتی ہی یعنی جہاں سے آئی تھی وہیں پھر جا براجتی ہی۔ گھڑی اور اُس کے پُرزوں اور اُس کے خول کی مثال لو۔ گھڑی کی جان یہ پُرزے ہی ہیں۔

اُس کے چھوٹے چھوٹے پہیئے برابر گردش کرتے رہتے ہیں۔ **بال کمان** جس طرح انسان کا دل دھڑکتا ہی ہر وقت لچکتی

---

[1] (اے پیغمبر۔ لوگ) تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو (ان سے) کہہ دو کہ روح (بھی) میرے پروردگار کا ایک حکم ہی اور تم لوگوں کو (امرارِ الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہی۔ ۱۲

رہتی ہے، سُوئیاں برابر چکّر کاٹتی رہتی ہیں اور سکنڈ کی ننھی منی سی سوئی کو دیکھو کہ وہ کس جھپاکے سے چکّر مار رہی ہے - اگر گھڑی کے کل پرزوں کو اس کے خول سے الگ کرلو تو پرزے تو تب بھی چلتے رہیں گے مگر خول بے کار ہو جائے گا - اسی طرح جب اللہ تعالےٰ روح کو جسم سے جُدا کرلیتا ہے تو روح اپنی اصلی حالت میں قوّتِ متخیلہ اور استدلال کے ساتھ غیر فانی اور ناقابلِ اتلاف حالت میں برقرار رہتی ہے، ہاں جسم کی جو کہو تو وہ فنا ہو جاتا ہے - اگر تم اس خول کے ڈھچر کو زمین میں گاڑ دو یا جلا دو یا پانی میں بہا دو، جو چاہے بھی کرو مگر اس سے ان پُرزوں کی چال میں کیا فرق آئے گا - اگر یہ خول زمین میں گاڑنے سے زنگ آلودہ ہو کر خراب ہو جائے تو ہو جائے لیکن فرض کرو کہ کوئی کیمیاگر ان ذرّوں کو کسی ترکیب سے جمع کر سکے تو وہ ایک نیا خول بنا لینے پر قادر ہوگا اور پھر اُس نئے طیار شدہ خول میں انھیں پُرزوں کو رکھ کر چلتا کر دیا جائے تو یہی مثال حشر کے دن کی ہوگی - یعنی رُوح اپنے جسد میں داخل ہو کر میدانِ حشر میں لا حاضر کی جائے گی - وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ - قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ - إِن كَانَتْ

لہ اور صور پھونکا جائے گا تو ایک دم سے (سب کے سب) قبروں سے نکل نکل (کر) اپنے پروردگار کی طرف چل کھڑے ہوں گے - (اور حیران ہو کر ایک دوسرے سے)

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ - فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ -

کچھ دن گزرے کہ امریکا میں فیراڈے نام کا ایک بڑا مشہور کیمیاگر تھا - اس کے تجربوں کے کمرے میں جہاں سارا کارخانہ پھیلا ہوا تھا ایک چاندی کا پیالہ بھی میز پر دھرا تھا سو اتفاق سے کسی شاگرد کی بے احتیاطی سے وہ پیالہ میز پر سے لڑھک کر وہیں پاس کے پاس تیزاب کی بالٹی میں جا پڑا - پیالے کا تیزاب میں گرنا تھا کہ گل گیا اور چاندی اس طرح گھل گئی کہ جیسے پانی میں شکر گھل جاتی ہے - جب پروفیسر صاحب آئے تو یہ دیکھ کر سٹپٹا گئے اور جھٹ کچھ ایسی دوائیں ڈالیں کہ ساری چاندی سمٹ آئی کیوں کہ چاندی ہر حال میں بالٹی میں ہی تھی گو کہ اس کی ہیئت بدل گئی تھی جوں ہی یہ دوائیں تیزاب میں پڑیں تیزاب پھٹنے لگا اور چاندی کے ذرے گاد کی طرح تہ میں بیٹھ گئے - تیزاب کو نتھار لیا اور چاندی کو سمیٹ کر

نوٹ صفحہ گزشتہ - پوچھیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی (ہم قبر پڑے سوتے تھے) کس نے ہم کو ہماری خواب گاہ سے (جگا) اٹھایا - (فرشتے جواب دیں گے کہ) یہی تو وعدہ قیامت ہے جس کا وعدہ (خدائے) رحمٰن نے کر رکھا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے - (الغرض قیامت بس ایک زور کی آواز (صور) ہو گی تو ایک دم سے سب لوگ ہمارے حضور میں لا حاضر کیے جائیں گے پھر اس دن کسی شخص پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہو گا اور تم لوگوں کو اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو (دنیا میں) کرتے رہے - ۱۲

سنار کے ہاں بھیج دیا اُس نے ویسا ہی پیالہ اسی چاندی سے ازسرِ نو
طیار کر دیا۔ اسی طرح اے عزیزو! اگرچہ ہمارے جسم گل سڑ کر راکھ
ہو جائیں اور فنا ہو جائیں لیکن خدا میں یہ قدرت ہے کہ ان کو ازسرِ نو
مجسم کر دے۔ جو پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی جلا کھڑا کر سکتا ہے۔
اُس کے آگے یہ کچھ مشکل نہیں وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ وَبَرَزُوْا
لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔

میں تم کو بصراحت بتلا چکا ہوں کہ مرنے سے جسد اور روح میں
تفرقہ پڑ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں فرمایا ہے کہ
حشر کے دن ہماری روحیں ہمارے جسموں سے اس طرح مل جائیں
گی جیسے کوئی غریب الوطن مدتوں بعد اپنے پرانے گھر میں آکر بس جائے
اسی طرح مُردے اُن کی قبروں سے اُٹھا کھڑے کیئے جائیں گے۔
مُردے کو خواہ زمین میں دفن کریں یا جلا کر بھسم کر دیں، خواہ سمندر
میں پھینک دیں کہ وہ مچھلیوں کا لقمہ ہو جائے۔ صور کی آواز کے
ساتھ وہ جہاں کہیں بھی ہوں وہیں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے
اور ازسرِ نو زندہ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پائیں گے جس کے بعد
فنا نہیں، خواہ وہ زندگی کامیابی کی زندگی ہو اور ہم کو جنت ملے یا
بربادی اور تباہی کی زندگی ہو اور ہم دوزخ کے کندے بنیں۔

(۱۹) موتی (ایک بیش قیمت موتی)

۱؎ اور یہ خدا پر کچھ دشوار نہیں اور (قیامت کے دن) سب لوگ خدا کے روبرو نکل کھڑے ہوں گے۔ ۱۲

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ

عجب یک دُرِّ نا یابم کہ در دریا نمی گنجم

چہ طرفہ آہوئے ہستم کہ در صحرا نمی گنجم

دوستو! - یہ دیکھو **موتیوں کی لڑی** - ایک مرتبہ مجھے ایک سیپی میں ایک موتی ملا - میں اُچھل پڑا کہ او ہو جی موتی ملا! ہاں موتی تو ضرور ملا مگر بالکل معمولی - موتی دیکھنے میں تو بڑا اچھا مگر ٹیڑھا میڑھا تھا گول نہ تھا اور موتی کے لیئے ضرور ہی کہ سُڈول اور بے عیب ہو تب ہی اُس کی قیمت اُٹھتی ہی - مصر کی ملکہ کلیو پیٹرا کے پاس ایک موتی تھا جو (۳۷۵۰۰۰) ڈالر کا تھا - فی زمانا بھی نہایت بیش قیمت موتی اور جواہرات امرا اور رؤسا کے توشےخانوں میں موجود ہیں - یہ تو دنیا کے موتی اور جواہرات ہوئے مگر خدا کے ہاں کے موتی جواہر کچھ اور ہی چیز ہیں اُن کی آب و تاب اور چمک دمک کا کیا کہنا - پس ہماری مراد موتی سے **نجاتِ ابدی** ہی جس کی قیمت کا کوئی حد و شمار نہیں، دنیا کی ساری دولت بھی اُس کے آگے ہیچ ہی - ع

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ،

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ہم کو ایسے بہتر عمل کرنے چاہئیں جو خدا کی نظر میں پسندیدہ اور مقبول ہوں

لے دونوں (یعنی قسم کے سمندروں) میں سے موتی بھی نکلتے ہیں اور مونگے بھی
(نوٹ نمبر ۲ کا ملاحظہ صفحۂ آیندہ)

اور وہ ہم سے خوش ہو کر ہم کو نجات دے - کوئی دو ہزار برس سے دنیا کے ہر گوشے سے تجار جزیرۂ **سیلون** میں موتیوں کی تلاش میں جاتے ہیں - سیلون میں جسے ہم لوگ لنکا کہتے ہیں شروع سال کے تین مہینے جنوری سے لے کر مارچ تک بڑی چہل پہل اور رونق کے ہوتے ہیں - رات کو سمندر میں دن ہوتا ہے سیکڑوں کشتیاں موتیوں کی تلاش میں دس دس میل کا دورہ لگاتی ہیں اور صدہا غوطہ زن پاؤں میں بھاری سیسے کے وزن باندھ کر ہتھیلی پر جان لے کر غوطے لگاتے اور سمندر کی تہ میں کوئی ستتر سکنڈ رہ کر بڑی محنت سے آئسٹر کی سیپیاں جن میں موتی ہوتے ہیں، ٹٹول ٹٹول کر سمیٹتے اور ٹوکریوں میں بھر بھر کر نکالتے اور پھر اوپر آجاتے ہیں - اگر یہ لوگ جان پر

لے یہ ملکہ سنہ ۶۹ قبلِ مسیح سے سنہ ۳۰ تک زندہ تھی - اس کے حسنِ دل فریب کا بڑا شہرہ تھا - یہ ایسی نازک اندام تھی کہ بھڑ کے کاٹنے سے مرگئی - شیکسپیر اور ڈرائیڈن نے ایک بڑا ناول اسی ہیروئن کا لکھا ہے - اسی کی یادگار میں دو پتھر کے چوپہل مینار بنائے ہیں جو کلوپیٹرا زنیڈل یعنی کلیوپیٹرا کی سوئی کہلاتے ہیں ایک تو لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے ۱۸۷۸ء میں بنا ہے اور دوسرا نیویارک کے سنٹرل پارک میں ۱۸۸۱ء میں بنا

سے امریکہ کا ایک سکہ ہے جو تقریباً سوا دو روپیے کے ہوتا ہے مگر بھاؤ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے

آج کل جہاں ہر چیز کو آگ لگی ہوئی ہے ڈالر بھی ساڑھے چار روپیے کا ہو گیا ہے ۳ہندوستان میں سب سے بڑا ہیرا کوہِ نور تھا جو لاثانی ہے اور ملکۂ انگلینڈ کے تاج میں لگا ہوا ہے - اب اس کا وزن (۱۰۶) انگریزی قیراط ہے جب ۱۸۴۹ء میں یہ ملا تو (۱۸۶) قیراط تھا - جب ٹیونیر سیاح نے دیکھا تو اس کا وزن (۲۸۶) قیراط تھا اور جب ہیرا ملا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کا وزن (۷۸۵) قیراط تھا (از تاریخ

دہلی مصنفہ مسٹر فینشا -) ۱۲

پھیل کر موتی جیسی بیش قیمت چیز نہ نکالتے تو موتی کہاں نصیب ہوتا۔
پس خدا کی راہ کا سودا بھی کچھ آسان نہیں ہے۔ بدون محنت اور ریاضت
کے پھل نہیں ملتا۔ نجات کا رستہ دکھلانے اور بحرِ وحدت میں
غوطہ لگانے کی ترکیب بتانے ہی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے
رسولِ مقبول کو بھیجا جن کی شفاعت ہماری نجات کا
ذریعہ ہے۔

۵ جتنے جواہرات ہیں سب کو تراشا اور جِلا دی جاتی ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سَو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

ہیرا جب کان سے نکلتا تو نرے پتھر کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے لیکن جوہری
جب اُسے بناتا ہے تو اُس کی جِلا سے آنکھ جھپک جاتی ہے اور ہزارہا
روپئے کا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی ایک کُندۂ ناتراش
ہوتا ہے جو تعلیم و تربیت اور عمدہ صفات پیدا کرنے کی بدولت ہی
اشرف المخلوقات کا مرتبہ پانے کا مستحق بنتا ہے۔ جو لوگ خدا
کی راہ میں قدم مارتے اور اُس کے بتائے ہوئے رستے اور اُس کے
احکام پر چلتے ہیں اُن ہی کو ایسی مکمل نجات ملتی ہے جس میں نہ مزید
کاٹ چھانٹ کی ضرورت ہے نہ پالش اور جِلا کی احتیاج۔ نہ قوت بشری ہی
اُس میں کچھ اور بہتری پیدا کر سکتی ہے۔ بہتر سے بہتر کتاب پر اُس کا
جواب لکھا جا سکتا ہے۔ ایک مصنف سے دوسرا مصنف بہتر خیالات

میں بازی لے جا سکتا ہے - کفار کے مذہب میں بہت کچھ ترمیم اور
اصلاح کی گنجایش ہے لیکن جو سیدھا اور مکمل رستہ حصولِ نجات کا
قرآنِ شریف میں بتلایا گیا ہے اُس میں ذرا بھی حرف گیری کا موقع
نہیں نہ رتی برابر مزید تشریح اور توضیح کی ضرورت - عقلِ انسانی
اُس سے بہتر تو بہتر اُس کے برابر بھی کوئی اور سبیل نہیں بتلا سکتی -

موتی کی قدر کچھ آج نئی بات نہیں، ہزار ہا برس پیشتر سے وہ
بطورِ زیور اور جسمانی آرایش کے مستعمل ہے - لیکن نجات کا
نادر موتی جو ہمارے رسولِ مقبول لے کر دنیا میں آئے وہ روح
انسانی کی آراستگی اور صفائی قلب کے لیئے سب سے بہتر زینت
اور سب سے بڑھ کر گراں قدر تحفہ ہے -

موتی کی قدر اس لیئے زیادہ کی جاتی ہے کہ ایک بہت چھوٹی اور
ہلکی پھلکی خوش نما اور بیش قیمت چیز ہے وہ بہت جگہ نہیں گھیرتی
اس طرح ایک حد تک آیرے غیرے کی دست بُرد سے محفوظ ہے -
دنیا میں پہلے بینک نہ تھے لوگوں کو اپنا مال و متاع زمین میں گاڑنے
کے سوا چارہ نہ تھا لیکن پھر بھی بعض اوقات مال تلف ہو جاتا تھا
کسی کو اڑتی پڑتی خبر لگ گئی اور اُس نے نکال لیا - رہا موتی ایک
چھوٹی سی چیز ہے اُسے کہیں بھی چھپا سکتے تھے - اگر لڑائی چھوٹ
پڑے یا کسی اور سبب سے گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑے تو بھی موتی کا
چھپا لینا کچھ مشکل نہیں اور کہیں نہیں تو مُنہ ہی میں رکھ سکتے ہیں،

برخلاف اُس کے سونا بڑا بوجھل اور وزنی ہوتا ہے اُس کا لے جانا وقت طلب ہے۔ لیکن نجات ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو نہ دنیا دے سکتی ہے نہ دنیا چھین سکتی ہے۔ وہ ایک ایسی دولت اور ایسا خزانہ ہے جو چوری کے خطرے سے بالکل محفوظ ہے۔ نہ اُسے آگ جلا سکتی ہے نہ پانی کی رَو بہا سکتی ہے۔ اگر تمہارے پاس نجات کا بیش بہا جوہر ہے تو کوئی کیسا ہی اُچکا ہو تم سے چھین نہیں سکتا۔ تم اُس کو اپنے دل کے اندر رکھ سکتے ہو جہاں کسی کا ہاتھ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تن درستی ہو یا بیماری سفر ہو یا حضر، ہر حال میں وہ تمہارے پاس موجود ہے حتیٰ کہ موت بھی تم کو اُس سے محروم نہیں کر سکتی۔ وہ دنیا میں تو تمہارے دم کے ساتھ لگی ہوئی ہے، عاقبت میں بھی تمہارا بیڑا پار لگانے والی یہی نجات ہے۔ جس طرح تجار موتیوں کی تلاش میں دُور دراز کا سفر اختیار کرتے اور غوّاص جان کو خطرے میں ڈال کر غوطہ لگاتے ہیں اسی طرح انسان کو بھی نجات بہ آسانی نہیں مل سکتی، یہ بھی جان جوکھوں کا معاملہ ہے۔ ؎ اگر ترا نہیں آساں تو سہل ہے

دشوار تو یہی ہے، کہ دشوار بھی نہیں

دنیا میں بے شمار نعمتیں ہیں ﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾[1] لیکن کسی نعمت سے بھی ایسی تسلّی اور تشفّی نہیں ہوتی جیسی کہ نجات ملنے سے۔ جب ہم ہر قسم کے گناہوں سے تائب ہو کر خدا کے رستے پر

[1] اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کو پورا پورا گن نہ سکو۔ ۱۲

پڑھ لیتے ہیں تو ہمارے قلب روشن ہو جاتے ہیں اور ہم کو وہ سرور اور کیفیت حاصل ہوتا ہے کہ جس کی حالت بیان میں نہیں آسکتی - اس کی لذت کچھ وہی خوب جانتا ہے جو اس امرت کو چکھتا ہے ۔ رباعی

مسکین و گدا ہو یا ہو شاہِ ذی جاہ ۔ بیماری و موت سے کہاں کس کو پناہ
آہی جاتا ہے زندگی میں اک وقت ۔ کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ

اس لیے ای پیارے بچو! ان جھوٹے موتیوں کے پیچھے کیا پڑے ہو نجات کے سچے موتی حاصل کرو جو ہر با ایمان شخص کا سب سے پہلا فرض ہے - ۵

ای برادر چو عاقبت خاک است
خاک شو پیش ازاں کہ خاک شوی

کوئلا اور لکڑی (نورِ الٰہی اور جوشِ مذہبی)

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا[1]

اورا بہ چشمِ پاک تواں دید چوں ہلال
ہر دیدہ جلوہ گاہِ آں ماہ پارہ نیست

پیارے لڑکو! - اللہ تعالیٰ اپنے نور کی کیفیت میں ارشاد فرماتا ہے
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا[2]

[1] پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو دزلزلہ آیا اور خدا نے اس کو چکنا چور کر دیا اور موسیٰ غش کھا کے گر پڑے [2] اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے

(باقی بصفحہ آئندہ)

مِصْبَاحٌ - اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ - اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ - نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ - یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ - وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ - اب میں اس نور کی اور کچھ وضاحت کرنی چاہتا ہوں - اللہ تعالیٰ نے جب سات دِن میں آسمان و زمین کو بنایا تو چوتھے دن زمین پر روشنی پھیلانے کو سورج اور چاند کو پیدا کیا - سُورج دن کا روشن کرنے والا ہے اور چاند رات کا - غالباً تم جانتے ہو کہ زمین گول ہے اور جب سُورج زمین کے ہماری طرف والے حصّے پر چمکتا ہے تو یہاں دن ہوتا ہے لیکن اُسی وقفے میں زمین کے دوسرے رُخ پر رات ہوتی ہے - تم کو معلوم رہنا چاہیئے کہ زمین کی روشنی کا

نوٹ صفحۂ گزشتہ - اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور) طاق میں ایک چراغ دھرا ہے (اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (اس قدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ اُس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھے گا (غرض کہ ایک نور نہیں بلکہ) نورٌ علیٰ نور (یعنی نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے - ۱۲

منبع صرف سُورج ہی ہے۔ سُورج کی چمک تاریکی کو دُور کرتی ہے اور یاد رکھو کہ چاند بھی اپنی ذات سے مُنجلی نہیں بلکہ وہ بھی سُورج کی روشنی کا عکس ہے بجنسہ اُسی طرح جیسے کہ کوئی لڑکا آئینے کی پرچھائیں کسی پر ڈالتا ہے۔ آئینے میں بھی ذاتی روشنی کچھ نہیں وہ بھی آفتاب کی شعاعوں کو جذب کرتا ہے اور اُنھیں شعاعوں کے پلٹ کے ڈال لینے کا نام عکس ہے۔ بس چاند بھی اسی طرح سُورج سے روشنی لے کر زمین پر اُس کی پرچھائیں ڈالتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی آسمان و زمین کا نُور ہے۔ دنیا میں جس قدر بھی نیک کرداری اور راست بازی تم پاتے ہو پس تمام تر تقدس اور پاک بازی کا منبع وہی ذاتِ اقدس ہے۔ مسجدیں، خانۂ خدا کہلاتی ہیں لیکن سچ پوچھو تو مسجد بالذات ایک معمولی مکان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی مگر یہ کہ وہ جگہ انوارِ الٰہی سے منوّر ہے اور وہ خطہ اُسی کے نور کے عکس اور تعلیم ربانی کے پرتَو کی وجہ سے مقدس اور معتبر مانا جاتا ہے اور یہ وہی تعلیم ہے کہ جو کلامِ ربانی کے ذریعے سے ہم کو دی گئی ہے۔

رات کی خامشی میں تیرا خیال دافعِ غم ہے وجہِ تسکیں ہے
برق سے بھی ہے بڑھ کے کچھ شفاف خواب سے بھی زیادہ شیریں ہے

میرے ہاتھ میں کئی چیزیں ہیں۔ ایک ٹکڑا کوئلے کا ایک لکڑی کا ایک موم بتی اور ایک ٹکڑا کاربن کا ہے۔ تم پوچھ سکتے ہو

کہ کوئلے یا لکڑی یا موم بتّی یا بجلی، کیا یہ سب بھی جلنے کی حالت میں اپنی ذات سے روشنی نہیں دیتے۔ اجی یہ تو جتنی روشنی کی چیزیں ہیں سب سورج ہی سے روشنی پاتی ہیں۔ اب لکڑی کو لو اس کے جلنے سے جو آنچ اٹھتی ہے وہ کچھ اس کی ذاتی نہیں ہے بلکہ لکڑی اُس روشنی کو چھوڑ رہی یعنی اُس امانت کو واپس دے رہی ہے جو سُورج "درخت" کو جب کہ وہ جنگل میں کھڑا تھا ساری عمر پونہچاتا رہا۔ روشنی کے اُسی جمع شدہ ذخیرے میں سے آج وہ درخت اس لکڑی کے ذریعے سے تھوڑا تھوڑا کر کے بتفاریق واپس دے رہا ہے۔ کوئلا کیا ہے یہ بھی دراصل لکڑی اور درخت کا ایک ٹکڑا ہے جو سیکڑوں یا شاید ہزارہا برس پہلے زمین کے بڑے بھاری تغیر یعنی تہ و بالا ہونے میں زمین کی گہری تہ میں دب گیا تھا اور اب ہم زمین بہت گہری کھود کھود کر اُسے نکال لیتے ہیں جیسا کوئلے کی کانوں میں جو ہندوستان کے مختلف مقامات جھریا (بنگال)، **سنگرینی** (دکن) وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے جو **کول فیلڈ یا کالی اری** (معدنِ زغال) کہلاتی ہیں جہاں کھود کھود کر کوسوں تک زمین کھوکلی کر دی ہے اور کوئلے کی تلاش میں بعض بعض جگہ پندرہ پندرہ سو فیٹ گہران تک کھدائی جا پونہچی ہے۔ کوئلے میں کچھ کیمیائی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں مگر ہیں ہم کوئلے میں بھی وہی دبی دبائی روشنی باقی رہتی ہے جو صدہا برس

پہلے جب کہ وہ نباتاتی شکل میں تھا اُس میں جمع ہوئی تھی جب
ہم کوئلے کو انگیٹھی یا بھٹی میں جلاتے ہیں تو وہ اُسی گرمی اور روشنی
کو اُگلتا ہی جو اُس میں پہلے سے موجود ہی - یہی حال موم بتی کا ہی -
اگر سورج سے روشنی مستعار نہ لی جاتی تو کسی قسم کی چربی یا تیل
میں روشنی نہ ہوتی نہ اس کاربن میں روشنی ہوتی جو بجلی میں چمک
پیدا کرتا ہی - غرض دنیا میں جتنی روشنیاں ہیں سب کی جڑ اور
ماخذ سورج ہی ہی - یہی حال راست بازی اور ایمان
داری کا سمجھو - جب کبھی کسی متقی اور اللہ والے صاحب دل
کو دیکھو تو جان لو کہ یہ صفات اُس کی ذاتی نہیں ہیں نہ کسی میں
اتنی قدرت ہی کہ وہ خود بخود نیک بن جائے بلکہ یہ سب برکت ہی
تائید غیبی کی - انسان کے دل میں خدا نے ایمان کے نور کی چمک
پیدا کی ہی جس کو کشف کہتے ہیں اور وہ نور جو اس کے ہر کام میں
اپنی جھلک دکھلاتا ہی وہی خدا کا نور ہی جو انسان کے جسم میں جلوہ گر ہوتا ہی

رباعی

دنیائے دنی کی یہ ہوس جانے دو ... گلچیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ ... اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

تمام چیزیں جن پر روشنی پڑتی ہی وہ سورج کی روشنی کو جذب
کرتی رہتی ہیں - اسی طرح انسان بھی نورِ الٰہی سے اقتباس کرتا رہتا
ہی جو رفتہ رفتہ ریاضت کی بدولت داخلِ فطرت ہو جاتا ہی اور جب

سرشت میں مخمر ہوگیا تو پھر ہر کام میں اُس کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ کمال
ان مدارج قربتِ الٰہی کا یہ ہے کہ ہماری توجہ جس طرف پڑ جائے وہ بھی
اسی رنگ میں رنگ جائے۔ جو اندھیرے میں ٹٹول رہے ہیں اُن کے
لیے ہماری توجہ شمع ہدایت کا کام دے۔ ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں
ہر کسے می نگری انجمنے ساختہ اند

اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ خدا نمود اور نمایش کو بہت
ناپسند کرتا ہے من پھیرے ہستم کا خیال آیا اور دین دنیا غارت۔ ؎

درویش و غنی بندۂ ایں خاک و رند
آناں کہ غنی ترند محتاج ترند

ہم کو کبھی دوسروں پر اپنے تقدس کا اظہار نہ کرنا چاہیئے" یہ بات
داخلِ ریاکاری ہے ہم اپنے آپ کو ایسا نہ سمجھیں کہ ہم میں غرور آجائے
یا ہم اس بات کے متوقع رہیں کہ دوسرے غیر معمولی طور پر ہمارا ادب
کریں، ہمارے قدم چومیں۔ بلکہ خدا کا مقبول بندہ وہ ہے جو ہمیشہ اپنے کو
بے حقیقت سمجھے۔ دوسروں کی نظروں میں بڑھے اور اپنی نظروں
میں گھٹے۔ دوہا

چاہ گئی چنتا گھٹی منوا بے پروا
جن کو کچھو نہ چاہیئے سو شاہن پتی شاہ

خداوند تعالیٰ دکھاوے اور نمایش تبختر و احتشام کو بھی روا نہیں رکھتا

مرا و را رسد کبریا و منی
کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

بہت سے لوگ اپنی بھڑک دکھانے کا شوق رکھتے ہیں تا کہ لوگ اُن کی طرف جُھکیں لیکن خدا رسیدہ لوگ ایسے دکھاوے سے کوسوں دُور ہیں۔

رباعی

کم مایہ سبک پیش جہاں ہوتا ہے
میزاں سے بدیہی یہ عیاں ہوتا ہے

خوردوں سے تواضع ہے بزرگی کی دلیل
جھکتا ہے وہ پلّہ جو گراں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ اُس کے نور کی روشنی ہمارے کردار سے بھی ظاہر ہو نہ کہ محض گفتار سے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ۔ پس ہم کو اپنے عمدہ نمونے دکھا کر لوگوں کو گرویدہ کرنا چاہیئے کہ وہ قدرتِ الٰہی کا کلمہ پڑھیں اور ربّ العزّت کی مدح و ثنا کے ترانے گائیں۔

دوہا

جو عشق پر سر نا دیا جگ جگ جیا تو کیا ہوا
جو پریم رس نا چاکھیا امرت پیا تو کیا ہوا

جہاں کہیں اور جب کبھی تم کو کوئی بسا بزرگ ملے یا کوئی نیک بخت لڑکا یا لڑکی نظر آئے تو جان لو کہ ان میں سے کوئی بھی بطور خود نفس کی تاریکی کو منوّر نہیں کر سکتا بلکہ یہ سارا ظہور اُسی کے نور کا ہے جو ضرور ان کے دل میں ہے اور یہ اسی نور کی برکت ہے لوگ جوق جوق ایسے بزرگوں کے پاس جاتے ہیں جو نہ خود ہی ایک مقدس و متبرک

لے کیا تم (دوسرے) لوگوں سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔۔ ۱۲

شخص ہے بلکہ جو اُن سے چھو جاتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے سبحان اللہ! کیا فیضان ہے اور صحبت کا کیا عمدہ اثر ہے۔ ؎

کہتے ہیں راہِ حق میں شرف کی کمی نہیں

اس راہ میں جو خاک نہ ہو آدمی نہیں

(۲۱) **قندیل** (ہمیں راہِ راست بتلانے کے لیے سب سے بہتر روشنی)

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔[1]

جس آنکھ کے پردے میں جھلکتے رہیں آنسو

دراصل وہ سرچشمۂ انوارِ خدا ہے

بچو!۔ دیکھو میرے ہاتھ میں ایک دقیانوسی زمانے کی **قندیل** ہے تم نے تو ایسی بھدی سیل قندیل کاہے کو دیکھی ہو گی۔ اب تو بڑی عمدہ عمدہ **لالٹینیں** چل پڑی ہیں۔ اس قسم کی قندیلیں ہمارے باپ دادا کے وقت میں تھیں جب کہ نہ اب جیسے پرتکلف اور طرح طرح کے لیمپ تھے نہ گیس کی روشنی تھی نہ بجلی کی۔ میرے بچپنے میں بڑا تکلف یہ تھا کہ **موم بتی** جلالی ورنہ کڑوے تیل کا مٹی کا چراغ ڈیوٹ پر جلا کرتا تھا پھر **کراوسین آئل** (مٹی کا تیل) نکلا پھر **گیس** اور اب تو گھر گھر بجلی کی روشنی سے رات کو دن ہو جاتا ہے۔

[1] اور جس کو اللہ ہی نور (یعنی ہدایت نہ دے) تو اس کو کسی طرف سے نور کا سہارا نہیں جس طرح دنیا کے نوروں میں سے کوئی نور اس درجے کا نہیں ہو سکتا کہ اس کو خدا نور سے مشابہت دی جائے اسی طرح دنیا کی تاریکیوں میں سے کوئی تاریکی ایسی نہیں ہو سکتی کہ اس کو کفر کی تاریکی سے مناسبت دی جائے۔ ۱۲ (از ترجمۂ نذیریہ)

بہت دن ہوئے کہ ایک بہت پرانا بڈھا رات بے رات جب مسجد میں آتا تو اس قسم کی لالٹین لایا کرتا تھا جس میں ایک چھوٹا سا مٹی کا دیا ٹمٹمایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی موم بتی بھی جلا لیتا تھا۔ روشنی ٹین کے ٹپروں کے سوراخوں میں سے چھنتی تھی اُس زمانے میں شیشوں کا رواج نہ تھا۔ ذرا ہوا کا جھونکا آیا کہ گُل۔ اندھیری گُھپ رات میں بلا قندیل کے کون نکل سکتا تھا؟ اُس زمانے میں ایسی ہموار سڑکیں کہاں تھیں۔ اندھیرے میں نکلتے ڈر لگتا تھا کہ کہیں اوندھے منہ کسی کھڈّے کھودرے میں نہ گر جائیں تو ہاتھ منہ ٹوٹ جائے۔ سب سے بڑھ کر تو دنیا کی تاریکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تاریکی میں رستہ بتلانے کو اپنے پیغمبروں کو آسمانی کتابوں کی قندیلیں دے کر بھیجا کہ ہم ٹھوکریں نہ کھائیں۔

ہم میں سے جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں اُنھوں نے بڑے بڑے دارالعلوم میں تعلیم پائی ہے اور برسوں پاپڑ بیلے ہیں تب کہیں اُن کو یہ فخر حاصل ہوا ہے کہ بڑے فاضلِ اجل اور ادیب کہلائے ان لوگوں نے فلسفہ اور سائنس سب کچھ پڑھا ہے۔ شاید ان کا زعم حق بجانب ہو کہ اُنھوں نے بہت کچھ پڑھ لکھ لیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تعلیم کی تکمیل کے بعد اُنھوں نے علمِ طب بھی پڑھ لیا ہو اور وہ طبیب حاذق بن گئے ہوں یا قانون پڑھ کر ایک نامور بیرسٹر ہو گئے ہوں اور اُن کا طوطی بولتا ہو۔ ممکن ہے کہ وہ اس خیال

میں مگن ہوں کہ جتنا اُنھوں نے پڑھ لیا ہے ضرورتِ دنیاوی کے
لیئے کافی سے بھی زیادہ ہے اور اُن کو اب کچھ کرنا دھرنا نہیں۔
میں خیال کرتا ہوں کہ اُن کو اس بات کا کما حقہٗ علم نہیں کہ وہ اب
بھی ایک بہت بڑی تاریکی میں گھرے ہوئے ہیں کیوں کہ وہ
اسرارِ الٰہی سے نابلد ہیں وہ نہیں جانتے کہ معصیت، تباہی اور
موت کے حلقے میں وہ گھرے ہوئے ہیں اور اُن کے رستے میں
قدم قدم پر جال بچھے ہوئے ہیں اور دنیا کے پُرخطر وادی میں
بڑے بڑے عمیق اور بے ڈھب غار اور گڑھے ہیں۔ یہ لوگ
اپنی جگہ مطمئن ہیں کہ اُس محدود عقل سے جو انسان کو دی گئی ہے
یا وہ اپنے علم کے زور سے ان ٹیڑھے میڑھے اور پُرخطر رستوں
سے بآسانی عبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دنیا بھر
میں زیادہ سمجھ دار وہ جیّد عالم ہیں جو جتنا حصولِ علم میں آگے
قدم بڑھاتے ہیں اُتنا ہی اُن کو اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا
احساس ہوتا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سمندر میں سے
صرف ایک قطرہ اُن کو بہ مشکل حاصل ہوا ہے اور اُن کے فہم و ادراک
کی رسائی سے اب بھی بہت سی چیزیں باہر ہیں۔ ۵

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و زہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

علم انسان کی محدود رسائی کے جو قائل ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ

اُن کے گرد ظلمت کی کیسی گہری گھٹا چھائی ہوئی ہے اور اس گہری تاریکی
میں سے بلا روشنی کے گزرنا اور آخری منزل تک پہونچنا ناممکن ہے۔
اس لیئے ہم کلامِ الٰہی کی روشنی کے اُسی طرح محتاج ہیں جیسے کہ
ایک شخص اندھیری رات میں لالٹین کا۔ اس لیئے جو سمجھ دار اور
عاقبت بیں ہیں وہ کلامِ الٰہی کو اپنا رہنما بناتے ہیں۔

کم عمر بچے جنھوں نے ابھی دنیا کی منزل میں قدم دھرا ہے وہ معمّر
اور ذی علم اصحاب کو دیکھ کر یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ابھی ہمارے
آگے بہت میدان پڑا ہے۔ کی آمدی وکی پیر شدی۔ ہم بھی جب اس
عمر کو پہونچیں گے سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ ایسی کیا بھاگڑ پڑی
ہے۔ مگر ایسا خیال کرنا ایک صریح غلطی ہے۔ جوں جوں ہماری معلومات
وسیع ہوتی جاتی ہے اور جتنا علم ہم حاصل کرتے ہیں اُتنا ہی ہم کو اپنے
عجز اور درماندگی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور ہر وقت ہم کو اس بات کا
اذعان ہوتا ہے کہ ابھی ہم کو بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ گو دنیا میں ایسے
بڑے بڑے نامور لوگ گزرے ہیں جن کے کارنامے صفحۂ دنیا
پر مثلِ روزِ روشن کے چمک رہے ہیں مگر ہمارے نقص کا یہ حال
ہے کہ پاس کے پاس آج تک کوئی اپنی پیٹھ نہیں دیکھ سکا۔ دومنٹ
آگے کی خبر نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ ہماری مٹی کہاں
کی ہے اور موت کب کب آن دبائے گی۔ بڑے سے بڑا عالم اور
ماہرِ فن بھی ایک موٹی سی بات بتلانے میں طفلِ مکتب ہے کہ یہ غذا

کس طرح ہمارے جسم میں تصرّف کرتی اور کیوں کر جزوِ بدن ہوتی ہے۔ آج تک یہ معما کسی سے حل نہ ہوا کہ گوشت اور آلو اور ہمہ اقسام کی غذائیں چندیا پر پہنچ کر بال کس طرح بن جاتی ہیں اور یہی چیزیں اُنگلیوں کی پوروں پر ناخُن کی شکل کیوں بنتی ہیں اور پھر دوسری جگہ گوشت و پوست کی تولید کا باعث کیوں کر ہوتی ہیں۔ ہڈیاں۔ رگ پٹھے۔ آنکھیں۔ ناک کان۔ دانت سب غذا ہی کے تصرف کے نتائج ہیں یا کچھ اَور ہے۔ کسی کی سمجھ میں آج تک یہ نہ آیا کہ زمین زمین سب یکساں وہ کیا تبدیلی ہے کہ کہیں تو ترکاریاں اور صدہا قسم کے پھل پُھلاری اُگاتی ہے اور کہیں خس و خاشاک اور پھر یہ بھی ایک طرح کے نہیں ہمہ اقسام۔ ذائقے مختلف، رنگ جدا، پھر دیکھو تو زمین ایک۔ اچھا کوئی ہم کو بتلا سکتا ہے کہ مختلف قسم کی روئیدگی میں زمین میں کیا کیا تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ ع

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

تُم بھی جوں جوں بڑھو گے اُسی مناسبت سے علم میں ترقی کروگے اور جتنی زیادہ تمھاری معلومات بڑھے گی اُتنا ہی زیادہ تم کو معلوم ہوتا جائے کہ بمقابلے اس وسیع عالم کے تمھاری معلومات کس قدر کم ہے۔ سر آئزک نیوٹن ایک بڑے پائے کا فلاسفر گزرا ہے

جو بڑے بڑے مسائل کا موجد ہے اُس کا مقولہ ہے کہ "میں نہیں جانتا
کہ دنیا میری محنتوں کی نسبت کیا خیال کرے گی لیکن مجھے خود تو
یہ معلوم دیتا ہے کہ میری مثال اُس بچّے کی سی ہے جو سمندر کے کنارے
کھیل رہا ہے۔ اُسے کبھی کوئی سیپی دوسری سیپیوں سے ذرا
زیادہ چکنی مل جاتی ہے یا کوئی گھونگا مل جاتا ہے جو دوسرے گھونگوں
سے رنگ میں کچھ بہتر ہوتا ہے لیکن اُس کے سامنے دنیا کا بحرِ ذخّار
بدستور دریافت طلب باقی ہے سو ہے"۔ ۵

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

غالباً تم کو ایسا اتفاق پیش آیا ہوگا کہ اندھیری رات میں تم نے
کبھی ریل کو دوڑتے ہوئے دیکھا ہو تو تم نے یہ بھی دیکھا ہوگا
کہ انجن کے سامنے وار ایک بڑی بھاری لالٹین لگی رہتی ہے جس کی
روشنی دُور دُور تک ریل کی سڑک پر پڑتی ہے تاکہ انجن ڈرایور
کو رستہ اچھی طرح نظر آئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک
بہت بڑی چمک دار قندیل یعنی قرآنِ مجید ہم کو دنیا میں رستہ
دکھلانے کو بھیجی ہے۔ انسان جتنی زیادہ مدّت دنیا میں گزارتا ہے
اُتنا ہی زیادہ وہ آزمائشوں میں مبتلا ہوتا ہے اور آخر وہ دن آن
پونہچتا ہے کہ موت کا قاصد ملک الموت بارگاہ الٰہی میں حاضر
ہونے کا سمن لے کر آن پونہچتا ہے اور وہ بلاوا ایسا ویسا نہیں کہ

ٹل سکے بیچارہ ناچار جانا ہی پڑتا ہے۔ ؎

جاں بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل

از سر انصاف گوئی ایں نکو یا آں نکو

سب سے پہلی منزل قبر کی ہے - اس اندھیرے گڑھے میں بے روشنی کے کیسے گزرے گی۔ رباعی

گھر اپنا اُجاڑ کر بسایا تجھ کو ❊ ڈھانپا جو کفن سے منہ دکھایا تجھ کو
اے قبر کہاں کہاں نہ کی تیری تلاش ❊ جب خاک میں مل گئے تو پایا تجھ کو

اس وقت روشنی کی بہت ضرورت ہو گی اور اللہ کے نیک بندوں کے لیئے قبر میں اُجالا ہو ہی جاتا ہے اور یہی وقت حضرت رسول مقبول کی دست گیری اور مدد کا ہے - خدا ہم کو اور تم سب کو نورِ ایمان کی روشنی اور اُس کے برگزیدہ رسول کی شفاعت نصیب کرے تو ساری مشکلیں آسان ہیں - رباعی

رحمت کا تری امیدوار آیا ہوں ❊ منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ❊ اس واسطے کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

(۲۲) **موم بتیاں** - (ان کی چمک، تاریکی یا بجھ جانا)
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[1]

جو سچ پوچھو مبارک موت ہے شب زندہ داروں کی
جنازہ پیچھے پیچھے آگے آگے شمع عرفاں ہے

---

[1] اللہ ایمان والوں کا حامی (و مددگار) ہے کہ اُن کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے - ۱۲

آج میں تھوڑی سی موم بتیاں لایا ہوں اور چاہتا ہوں
کہ روشنی کے معاملے پر کچھ مزید روشنی ڈالوں - یہ تو تم جان ہی
چکے ہو کہ ساری روشنیوں کی جڑ سورج ہے اور عاقبت کی روشنی
نورِ ایمان ہے - سورج کی روشنی تو ہماری دسترس سے باہر ہے
لیکن موم بتی کو ہم پھونک کر بجھا سکتے ہیں - گیس کو ہم بند کر سکتے
ہیں - بجلی کی روشنی بھی ہمارے اختیار ہی ہے - اسی طرح آگ کا
ایک بڑا شعلہ جو رات کو دن بنا دیتا ہے بجھایا جا سکتا ہے - دیکھو
یہ موم بتی جب تک روشن نہ کی جائے بے کار ہے - انسان کا بھی
یہی حال ہے - جب وہ دنیا میں آیا تو کوئی روشنی اپنے ساتھ نہیں لایا
اس لیئے اُس کا باطن تیرہ و تار رہتا ہے تا آنکہ مذہب کی روشنی
سے وہ منور نہ کیا جائے - اور جب ہم ہی کور باطن ہیں تو دوسروں
کو کیا فائدہ پوہنچا سکتے ہیں -

اچھا اب تم اس موم بتی کو لو - اس کی لَو کے سامنے اگر
میں ایک روپیہ رکھ دوں تو ظاہر ہے کہ روشنی کی آڑ ہو جائے گی
اور جو لوگ سامنے بیٹھے ہیں اُن کے آگے اندھیرا ہو جائے گا -
بعض لوگوں کو دولت کی بڑی طمع ہوتی ہے - اسی طرح
اُن کا روپیہ پیسہ بھی اُن کو اپنے ہم جنسوں کو فائدہ پوہنچانے
سے باز رکھتا ہے - بجائے اس کے کہ وہ دولت کو ذریعہ قربِ الٰہی
کا قرار دیں وہ اُن میں اور خدا میں حدِ فاصل ہو جاتی ہے - اُن کو

روپئے پیسے کی ایسی گہری محبت ہو جاتی ہے کہ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ وہ اپنے ہی جیسے لوگوں کو انواع و اقسام کی ناگوار مصائب و آلام میں مبتلا دیکھتے ہیں، لوگوں کو ننگا بھوکا دیکھتے ہیں مگر ذرا سی بھی ہمدردی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے روپئے کو خود غرضی کے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہتے ہیں۔ جس سے خداوند تعالیٰ کی وہ اصلی غرض جو اُن کو فارغ البال کرنے سے ہے یعنی اپنے ہم جنسوں کی امداد و استعانت فوت ہو جاتی ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ۔ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔[1]

(۵) ہم مانتے ہیں کہ روپیہ بڑی قدر کی چیز ہے۔

اے زر تو خدا نئی ولیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

[1] اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے اور اُس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے پیغمبر) اُن کو (روزِ قیامت کے) عذاب دردناک کی خوش خبری سنا دو جب کہ اُس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں (رکھ کر) تپایا جائے گا پھر اُس سے اُن کے ماتھے اور اُن کی کروٹیں اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جو تم نے اپنے لیے (دنیا میں) جمع کیا تھا تو (آج) اپنے کیے مزہ چکھو۔۱۲

کیا تم نے نہیں سُنا کہ ع جلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو۔ اور ایک مشہور مقولہ یہ بھی ہے کہ ع زر بر سر فولاد نہی نرم شود۔ لیکن روپیے کی ایسی محبت کہ وہ جمع رہے اور کام نہ آئے ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ ع برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر۔ روپیہ اپنی جگہ خدا کی ایک بڑی نعمت ہے نہ کہ عذابِ جان۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ۔ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔

اب میں تم کو اسی روپیے کی ایک دوسری صورت بتلاتا ہوں کہ بجائے روشنی کو مدھم کرنے کے یہی روشنی کو دوبالا کر سکتا ہے۔ دیکھو یہ بھی وہی روپیہ ہے مگر میں نے اسے جلا کرالی ہے کہ وہ مثل آئینے کے چمک رہا ہے۔ پہلے روپیے کو میں نے لَو کے سامنے رکھا تھا اب میں لَو کے پیچھے رکھتا ہوں تو روشنی کو وہ اُسی طرح چمکاتا ہے جیسے ریفلکٹر (مہتابی) جس سے روشنی میں جھلک پیدا ہو جاتی ہے جس کے

لوگوں (کی بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اُن) کو (دنیا کی) مرغوب چیزوں یعنی (مثلاً) بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ) یہ (تو) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے ہاں ہے۔ ۱۲

سبب سے روشنی دو چند ہو کر دُور تک سامنے وار شعاع ڈالتی ہی
دَولت خدا کی نعمت جب ہی سمجھی جائے گی کہ ہم اُس کو مفید
کاموں میں خرچ کریں۔ اُس سے دوسروں کو فائدہ پونہچائیں۔
مفلس آدمی بے چارہ خود درماندہ وہ کیا کر سکتا ہی ہاں وہ دولت مند
کہ جس کو خدا نے نیک توفیق بھی دی ہی وہ اپنے روپیئے کو نیک
لگا سکتا ہی اور اُس کے لیئے بہتر سے بہتر مصرف نکال سکتا ہی۔ وہ بہت سے
تاریک گھروں میں اُجالا کر سکتا ہی اور دور دور تک اپنی دریا دلی
سے تکلیفوں کو کم کر سکتا ہی اور طرح طرح کے فائدے پونہچا سکتا ہی
جس طرح کہ یہ جِلا دار روپیہ روشنی کو بڑھاتا ہی اُس کا روپیہ بھی
جنگل میں منگل کر سکتا ہی۔ ایسی دَولت نہ صرف صاحبِ دولت کے
لیئے موجبِ خیر و برکت ہی بلکہ دوسروں کا سہارا بھی ہی اور یہ وہ
داد و دہش ہی جس کا ثواب جاریہ ابد الآباد تک رہے گا۔

[1] اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

بھلا کوئی چراغ جلا کر اُس پر گھٹا ٹوپ غلاف بھی ڈالتا ہی بلکہ چراغ کو

۱؎ جو لوگ رات اور دن چھپے اور ظاہر اپنے مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو اُن (کے دیئے) کا ثواب اُن کے پروردگار کے ہاں اُن کو ملے گا اور (قیامت میں) اُن پر نہ (تو کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے ۱۲۔

ایسی جگہ رکھتے ہیں کہ اُس کی روشنی سارے گھر میں پھیلے اور سب
اُس سے یکساں طور پر مستفید ہوں۔ ہم میں سے بعض لوگ ایسے
تن پرور اور خود غرض ہیں کہ وہ صرف اپنے ہی حلوے مانڈے
کی خیر مناتے ہیں اور اس روشنی سے دوسروں کو کسی قسم کا فائدہ
نہیں پوہنچاتے اور اس لیئے وہ اپنی دولت کو اُسی طرح چھپا رکھتے
ہیں جیسے کوئی شخص چراغ تو جلائے مگر اُسے گھونٹ دے کہ کسی
طرف روشنی نہ پڑے تو ایسا چراغ ہوا نہ ہوا برابر۔

ایک دوسری مثال اور لو۔ اگر ہم اس موم بتّی پر ایک چھوٹے
مُنہ کی بوتل اوندھا دیں تو بتّی کی لَو بوتل کی گردن میں آجائے گی
اور روشنی گھٹ گھٹ کر ذرا سی دیر میں بجھ جائے گی۔ یہی حال اُن لوگوں
کا ہی جو دَولت کو پوشیدہ رکھتے اور نیک کام میں صرف نہیں کرتے۔
حالانکہ ہر خدا ترس کو چاہیئے کہ وہ اپنی روشنی کو دوسروں تک
بھی پوہنچائے تا کہ لوگ جان جائیں کہ اس کے دل میں دوسرے
لوگوں کی تکلیف اور عُسرت کا بھی احساس ہی اور اگر ایسا ہو تو پھر
دیکھو کہ خدا تم کو کیسی برکت دیتا ہی۔ کیوں کہ دیا لیا ہی کچھ کام آتا ہی
ورنہ بخیل کی صُورت بھی خدا سویرے سویرے نہ دکھائے۔
اگر تم نے دَولت کا صحیح مصرف و محل نہیں سمجھا اور جہاں اُس کی
ضرورت ہی موقعِ مناسب پر صرف نہیں کیا اور خدا کی راہ میں نہ دیا
تو ممکن نہیں کہ تم ایک وجودِ باجود سمجھے جاؤ اور پھر ایسے نادہند۔

کو دنیا میں پھلتے پھولتے ہم نے تو کبھی دیکھا نہیں - اللہ کے نیک بندے

تو خدا کی راہ میں جان تک دینے میں دریغ نہیں کرتے، رہا روپیہ پیسہ

وہ تو ہاتھ کا میل ہے - اللہ کے نیک بندے وہی ہیں جو يُطْعِمُونَ

الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا - اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ

لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۤءً وَّلَا شُكُوْرًا -

ایک بوتل تو تم نے دیکھ لی مگر ذرا اس نکٹی چپٹی بوتل

کو بھی دیکھنا - کون نہیں جانتا کہ یہ خالی بوتل شراب خانہ خراب

کی ہے - اکثر دعوتوں اور جلسوں میں خصوصاً گرمیوں کے دنوں

میں سوڈا، لمنیڈ، شربت، برف سے مہمانوں کی خاطر تواضع

کی جاتی ہے لیکن اب نئی تہذیب کی تقریبوں میں جام شراب

بھی بے دھڑک چلنے لگا ہے - نہ پینے والوں کے منہ میں بھی پانی

بھر آتا ہے دوسروں کی دیکھا دیکھی وہ بھی ایک دو گھونٹ چڑھا جاتے

ہیں اور کہتے ہیں - ع کیا ایک چلو پانی سے ایمان بہ گیا لیکن

اُن کو شاید یہ نہیں معلوم کہ یہ اُمّ الخبائث ہے اور اس کا ایک

گھونٹ زہر کا گھونٹ ہے اور جس نے ایک دفعہ بھی چکھ لی،

بس جان لو کہ دین و دنیا سے غارت ہو گیا ع چھٹتی نہیں ہے

مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی - شراب موت کا باب اور تباہی و بربادی

لے اور خدا کا حُب کر محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور اُن کو جتا بھی

دیتے ہیں) ہم تو تم کو صرف خدا کا مُنہ کر کے کھلاتے ہیں ہم کو تم سے نہ کچھ بدلہ درکار ہے اور

نہ شکر گزاری - ۱۲

کا گھر ہی - اس سے انسان عقل و ہوش کھو دیتا اور خدا کو بھول
جاتا ہی - اس بوتل کو بھی موم بتی پر آؤ نذر دعا کر دیجیئے - چراغ گل
پگڑی غائب -

میں تم سب کو متنبہ کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے کسی کے
کہنے سُننے میں نہ آنا شراب کے پاس بھولے سے بھی نہ پھٹکنا -
جہاں اس کا دَور چلتا ہو وہاں سے دُور ہی دُور رہو - ایسے
بھاگو جیسے کوئی سانپ سے ڈر کر بھاگتا ہی - اس کے ڈسے ہوئے
کا کوئی منتر نہیں - شراب نوشی کی سڑک کا پرلا سرا بس قبر ہی -

(۲۳) زنجیر شکستہ (احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی)

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ[1]

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو ۔ آں کس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی ۔ پس فرق میانِ من و تو چیست بگو

میاں لڑکو! - دیکھو یہ زنجیر کیسی ڈبل اور مضبوط ہی -
اس کی کڑیاں گویا احکامِ الٰہی ہیں جو ایک دوسرے کا
جزو لاینفک ہیں - جس نے خدا کے ایک حکم کو توڑا تو گویا اس نے
زنجیر کے سلسلے کو توڑا - اگر مجھے کوئی اس زنجیر سے باندھ کر لٹکا دے
اور پھر چُپکے سے اس کی صرف ایک کڑی نکال لے تو ضرور میں
دھڑام سے گر پڑوں گا - ضرور نہیں کہ میرے گرانے کے لیئے زنجیر کی

[1] اور جو بھی تم لوگ کرتے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہی - ۱۲

ساری کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی جائیں - یہی حال قانونِ الٰہی کا ہے - اگر ہم نے ایک حکم کے بھی خلاف کیا تو گویا ہم نے سارے سلسلے کو درہم برہم کر دیا - مثلاً اگر تم نے والدین کا پاسِ ادب نہیں کیا تو تمہارا یہ فعل گو بظاہر ایک ہی گناہ ہے مگر یہی ایک گناہ درحقیقت احکامِ الٰہی کے تسلسل کو توڑنے والا ہے دیکھو! دنیا میں کتنے قانون جاری ہیں - چوری، نشہ بازی، قتل، بیسیوں طرح کے قانون ہیں - اگر کوئی شخص صرف چوری کا مرتکب ہو اور مجسٹریٹ کے سامنے چالان کیا جائے تو وہ ضرور سزایاب ہوگا یہ ضرور نہیں کہ وہ قاتل، چور، ڈاکو اور تمامی دفعات قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو تب ہی وہ مستوجبِ سزا ہو - سزا کے لیئے تو بس اتنا کافی ہے کہ اُس نے کوئی سا جرم کیا یا نہیں - اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کو جان سے مار ڈالے وہ برابر پھانسی پر لٹکایا جائے گا - جو شخص چوری میں ماخوذ ہو، خواہ اُس نے ایک ہی دفعہ چوری کی ہو وہ چور کہلائے گا اور اُس کی آزادی سلب کر کے وہ جیل میں ڈالا جائے گا پر ڈالا جائے گا - اب تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مجرم قرار دیئے جانے کے لیئے یہ ضرور نہیں ہے کہ ہم تمام مُلکی قوانین کی خلاف ورزی کریں جب ہی پکڑے جائیں - نہیں - اگر کسی ایک بات میں بھی ہم دھوکہ دیئے گئے تو بھی الزام کا دھبّہ بیچ کھیت ہم پر لگے گا - دُنیاوی

قانون نقل ہیں خدائی قانون کی بس خدائی قانون جو اصل ہو اُس کا بھی یہی حال ہو۔ اگر ہم نے خدا کے ایک حکم کو بھی توڑا تو ہم یقیناً گنہگار اور مجرم اور لائق تعزیر ہیں۔

دنیا کے سارے قانون انسان کے بنائے ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی بھی مکمل نہیں، سب ناقص ہیں۔ آئے دن اُن میں اصلاحیں اور ترمیمیں ہوتی رہتی ہیں، کوئی قانون منسوخ ہوتا ہو تو کوئی نیا جاری ہوتا ہو لیکن **خدا کا قانون** ہر طرح مکمل اور تمامی نقائص سے پاک ہو اُس میں نہ ردّ و بدل کی ضرورت ہو نہ وہ اصلاح کا محتاج ہو۔ **تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ**[1]

میں اگر اس زنجیر کو توڑنا چاہوں تو بھلا میرے بس کی بات ہو۔ توبہ! یہ اور بات ہو کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طاقت دی ہو اور وہ توڑ دے، جیسے **سینڈو یا رام مورتی**۔ اچھا میں اگر چلچلا کر زور کروں اور زنجیر ٹوٹ بھی جائے تو وہیں سے کھٹکے گی جہاں کی کڑی کم زور ہو گی۔ لو دیکھ لو ایک کڑی کے کم زور ہونے سے ساری زنجیر ناقص ہو گئی یا نہیں۔ یہی حال

[1] یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو ان سے (آگے) مت بڑھو اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حد سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ برسرِ ناحق ہیں۔ ۱۲

ہم سب کا ہی۔ ہماری سب سے بڑی نیکی کو اگر ہم لیں تو بھی وہ
ہماری سب سے بڑی کمزوری کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ انسان
بڑا خود بیں ہی۔ وہ اپنی نکمی میں مگن ہی اُس کی نظر مور کے پروں
کی طرح ہمیشہ اپنی بھلائی اور نیکیوں ہی پر پڑتی ہی لیکن مور کے
پاؤں کی طرح اُس کو اپنی بُرائی آپ نظر نہیں آتی۔ ؎

فَالْعَیْنُ تَنْظُرُ مَا عَنْهَا نَأَیٰ وَ دَنیٰ
وَلَا تَرَیٰ نَفْسَهَا اِلَّا بِمِرْاٰۃٍ

لیکن حقیقت یہ ہی اور واجبی بات بھی یہی ہی کہ کوئی شخص
جس میں کسی قسم کی بھی بُرائی ہو **اچّھا** کہلانے کا مستحق نہیں
ہی۔ ایک شخص جس نے کسی آدمی کو مار ڈالا ہو گو اُس نے
کتنے بھی بھلائی کے کام کیے ہوں کیا وہ قتل کے الزام سے
بچ سکتا ہی یا وہ **قاتل** نہ کہلائے گا یا قانون اُس کی گزشتہ
اچھائیوں کا خیال کرکے اُسے چھوڑ دے گا۔ اصولِ قانون
یہ ہی کہ فتویٰ سزا کا جُرم کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتا ہی اور
اللہ تعالیٰ کا فتویٰ بھی بالکل یہی ہی کہ وہ ہمارے بڑے بڑے
گناہوں پر ویسا ہی حکم دیتا ہی جیسا کہ دنیاوی جج بلکہ یہ کہنا
زیادہ صحیح ہوگا کہ **آسمانی جج کا ہی تتبّع دنیاوی جج**

ؔ آنکھ اپنے سوا دور کی اور پاس کی دونوں چیزوں کو (بخوبی) دیکھ سکتی ہی
لیکن بدون آئینے کے اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ ۱۲

بھی کرتے ہیں۔

گو میں اس آہنی زنجیر کو نہیں توڑ سکا لیکن سخت تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی اخلاقی زنجیر کو جو لوہے کی زنجیر سے کہیں زیادہ مضبوط ہے اُس کے بندے کس بے باکی اور جرأت سے آئے دن توڑتے رہتے ہیں۔ اللہ نے انسان کو رائے کی پوری آزادی دے رکھی ہے۔ وہ نیک و بد میں اسی طرح تمیز کر سکتا ہے جیسے کہ رات اور دن میں۔ خدا نے ہم کو ہمارے کرنے اور نہ کرنے کے سارے کام بتلا دیئے ہیں اور نہ صرف بتلا دیئے ہیں بلکہ بار بار جتلا بھی دیا ہے اور یہ ہم پر چھوڑ دیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو بچائیں یا جان بوجھ کر گڑھے میں جا گریں۔

اب ہم جو غور کرتے ہیں تو کسی انسان کو خواہ وہ کسی درجے کا ہو معصوم صفت نہیں پاتے جس کو دیکھو گناہ کا گٹھڑ اُس کے سر پر لدا ہوا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ اپنے کرتوت دیکھ کر بے اختیار چیخ اُٹھے گا کہ يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا۔ اچھا تو اب

---

* پوری آیت یہ ہے يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا۔ کہ اُس دن آدمی (اُن اعمال) کو دیکھے گا جو اُس نے اپنے ہاتھوں (گویا زادِ آخرت بنا کر) بھیجے ہیں اور (اُس دن) کافر چلّا اُٹھے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا۔ یعنی مٹی کی طرح بے حس و حرکت ہوتا اور بُرے عمل کرنے کی مجھ کو قدرت ہی نہ ہوتی جن کے وبال میں آج گرفتار ہوں یا یہ کہ مٹی ہوتا اور دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا اور

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہمارا ٹھکانا کہاں ہو؟ تو میں کہتا ہوں کہ **توبہ** کا دروازہ کھلا ہوا ہو
جس طرح پنسل کی تحریر کو ربر مٹا دیتا ہو اسی طرح توبہ گناہوں کو محو
کر دیتی ہو۔ اُس کے رحم و کرم پر بھروسہ کرو وہ بڑا رحیم و کریم اور
بندہ نواز ہو۔ اُس کے دربار میں بخشش کی کیا کمی ہو اُس کے دریائے
رحمت کے سامنے ہمارے گناہ کچھ بھی نہیں۔ **رباعی**

ممکن نہیں عبد سے عبادت تیری — لطف و کرم و عطا ہو عادت تیری
قطرہ قطرہ ہیں گو کہ میرے عصیاں — دریا دریا مگر ہو رحمت تیری

کیا اُس کا یہ فرمان **اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ**[1]۔ ہماری ناؤ کو منجدھار سے پار
لگا دے گا۔

رباعی

اے خالقِ ذو الفضل و کرم رحمت کر — اے دافع ہر رنج و الم رحمت کر
سبقت ہو سدا غضب پہ رحمت کو تری — اپنی تجھے رحمت کی قسم رحمت کر

(۲۴) آئینہ (قانونِ الٰہی کے آئینے میں ہمارا عکس)

اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ[2]

عکس آئینے کے اندر اُترا ہی چاہتا ہو
تو عن قریب دل میں آیا ہی چاہتا ہو

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ مجھ سے کسی طرح کی بازپرس نہ ہوتی۔ ۱۲ ذارہ جمعہ ذوقہ
[1] جو لوگ بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے آخرت میں بخشش ہو اور
بخشش کے علاوہ بڑے اجر۔[2] حدیث شریف ہو۔ ایک مسلمان دوسرے

مسلمان کے لئے آئینے کا کام دیتا ہو یعنی اُس کا عیب صواب بتلاتا ہو۔ ۱۲

لڑکو! ۔ پچھلے بیان میں مَیں تم سے کہہ چکا ہوں کہ کوئی شخص معصومیت
کا دعویٰ نہیں کر سکتا ۔ تھوڑے بہت گناہ ہر شخص سے سرزد ہوتے ہیں۔ یہ
بھی مسلّم امر ہے کہ قانونِ الٰہی ہر لحاظ سے مکمل ہے اُس میں کوئی
نقص نہیں تو پھر کیوں اُس کی پوری پوری پابجائی نہیں ہوتی اور
انساں کیوں گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر جب گناہ سے کوئی شخص
بری نہیں تو یہ خدشہ ہوتا ہے کہ بخشائش کس طرح ہوگی ۔ انسان کا
گنہگار ہونا تو اُس کی فطرت میں داخل ہے سب سے پہلے گنہگار تو
حضرت آدمؑ ہی تھے، جن کے گناہ کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا
اور ہم اُنھیں کی نسل ہیں تو ہم گناہ سے کیوں کر بچ سکتے ہیں۔
پھر شیطان ہماری بات مارنے کو موجود ۔ اس مشکل کا حل یہ ہے۔
اس آئینے کو دیکھو جو میرے ہاتھ میں ہے ۔ خدا کا کلام
آئینے کی طرح روشن ہے ۔ جب ہم اُس کے احکام پڑھتے ہیں تو
ہم صاف طور پر جان جاتے ہیں کہ کیا ہم کو کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا
چاہیئے ۔ قرآن شریف گناہوں اور فطرت انسانی کی کمزوری کو
بوجہِ احسن بتلاتا ہے ۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جس کا مُنہ مَیلا کچیلا
ہو گو دوسرے اس حالت کو دیکھ سکیں مگر وہ خود اس پر مطلع نہیں
ہو سکتا جب تک کہ اُس کے سامنے آئینہ نہ ہو وہ نہیں جان سکتا
کہ کہاں داغ دھبہ پڑا ہے ۔ جب دھو دھلا کر وہ منہ صاف کر لیتا
ہے تو مُنہ دھوتے وقت وہ آئینے کو ساتھ نہیں رکھتا نہ آئینہ مَیل کچیل

دور کرنے میں کسی قسم کی مدد دیتا ہی - آئینے کا کام سوائے اس کے
اور کچھ نہیں ہی کہ وہ ہم کو سقم پر مطّلع کر دے - ؎

آئنہ مُنہ پہ بھلا اور بُرا کہتا ہی
سچ یہ ہی صاف جو ہوتا ہی صفا کہتا ہی
(۱) (ذوق)

اب رہا دھونا دھلانا وہ ہمارا کام ہی چاہے دھوئیں یا اور تھوڑی
سی کیچڑ لتھیڑ لیں -

قرآن شریف کو بھی تم آئینۂ انوارِ الٰہی یا مرقّع تجلیاتِ ربانی
سمجھو - خدا کا قانون ہم کو گناہوں سے ڈراتا ہی مگر گنہگار نہ بنا کر
نہ گناہ کرنے کی ترغیب دیتا ہی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس
ایسی باتوں سے بہت ارفع اور بہت اعلیٰ ہی - قُلْ اِنَّ اللّٰہَ
لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ - اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
لیکن پھر اصل بات تو یوں ہی رہی کہ انسان بندہ ناچار اور ہر حال
میں گنہگار ہی - ہماری سیہ کاری کا کیا پوچھنا ہی - ہمارا مُنہ دکھانے
کے قابل نہیں -

رباعی

کھانے کا مزہ فقط زبانی نکلا	باقی سامانِ عیش فانی نکلا
چاہا تھا کہ ہاتھ دھوئیں دنیا سے دبیر	اتنا بھی نہ اس کنوئیں میں پانی نکلا

پھر بخشش کی سبیل اور نجات کی دلیل ؟ پس ہمارے لیے کسی
نجات دہانندہ یعنی شفیع کی ضرورت ہوئی جو ہمارے گناہ بخشوائے

(۱) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تو بے جا کام کی اجازت دیتا نہیں آیا تم لوگ بے
(۲ سوچے) سمجھے خدا پر جھوٹ بول لیتے ہو ؟

اور وہ نہیں ہے مگر ذاتِ اقدس حضرت محمد مصطفےٰ رحمۃ للعالمین و شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ؎

چہ غم دیوارِ اُمت را کہ دارد چوں تو پشتیباں
چہ باک از موجِ بحر آں را کہ باشد نوح کشتیباں

آپ ہی اُمتِ عاصی کو بخشوائیں گے۔ ؎

اُمت تری مُجرم بھی دوزخ سے بری نکلی
رحمت کی کسوٹی پر کھوٹی بھی کھری نکلی

ہم جب اس چشمۂ فیض کا اتباع کرنے لگتے ہیں تو ہمارا دل گناہوں کی آلودگی سے خود بخود پاک ہونے لگتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ تبدیلی ہمارے دل میں کس طرح واقع ہوتی ہے مگر ہوتی ضرور ہے اور جو لوگ سُنتِ نبوی پر چلتے ہیں اُن کے دل آپ سے آپ گناہ سے متنفر اور ہمہ تن نیکی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ واقعات اور بدیہیات کے لیئے کسی ثبوت اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ خدا کے ایسے برگزیدہ بندے اب بھی دنیا میں کثرت سے موجود ہیں جو زندہ مثال تسخیرِ قلب کی ہیں۔ جس دل میں وہ سما جاتا ہے وہاں ماسوا کا دخل کہاں رہتا ہے۔ دوہا

سُرما دوں نہ کر کرا اَور کا جل دیو نہ جائے
ان نینن میں پی بسے پھر دُوجا کون سمائے

اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کیوں اُتارا اور رسولِ

مقبولوں کو کیوں بھیجا۔ قرآن راہِ راست بتلانے کو اترا پیغمبر صاحب
راہِ راست پر چلانے اور ہماری بخشایش کے لیے تشریف لائے

محروم دید طالبِ دیدار رہ نہ جائے — یہ آرزو ہی مرے سرکار رہ نہ جائے
پرسانِ حال وہ ہیں تو ایک ایک عرض کر — اب کوئی بات دیکھ دلِ زار رہ نہ جائے
محشر میں بخشوا بھی رہے ہیں وہ خلق کو — یہ بھی خیال ہے کوئی لاچار رہ نہ جائے
گن گن کے بخش دو مرے ایک ایک جرم کو — رحمت کی شان کا کوئی اظہار رہ نہ جائے
بخشا نہ سب کو اس لیے حق نے کہ کل کے دن — شانِ شفاعتِ شہِ ابرار رہ نہ جائے
جنت یہ کہہ رہی ہے کہ رضواں خیال رکھ — کوئی غلامِ احمدِ مختار رہ نہ جائے
یہ چاہتی ہے اُن کی شفاعت کہ حشر میں — خالی کرم سے کوئی گنہگار رہ نہ جائے
میں جب کبھی مروں تو مدینے ہی میں مروں — یارب یہ آرزوئے دلِ زار رہ نہ جائے

بطحیٰ مریضِ غم کو بلانا ضرور ہے
اس ہند میں یہ کیفیؔ نمکخوار رہ نہ جائے

(۲۵) بارانِ رحمت (نمونۂ قدرتِ خدا)

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

۱؎ اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے (یعنی افسردہ) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کرتا ہے۔ اس پوری آیت میں قدرتِ خدا کی کئی نشانیوں کا ذکر ہے ہم نے بقدرِ تعلق صرف بارانِ رحمت کی آیت کا ایک ٹکڑا لے لیا ہے آیت کے آخر میں اتنی عبارت اور بڑھالیں تو مطلب پوری طرح سمجھ میں آجائے گا۔ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ = غرض ان سب چیزوں میں اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیاں موجود ہیں۔ ۱۲

بجلی چمک رہی ہے بادل بھی چھا رہے ہیں　　کیا لطف کا سماں ہے کیا لطف آ رہے ہیں

رفتار بادلوں کی کیا لطف دے رہی ہے　　پورب سے آ رہے ہیں پچھم کو جا رہے ہیں

دیوانہ وار بچے پھرتے ہیں شور کرتے　　پانی سے کھیلتے ہیں خوش خوش نہا رہے ہیں

ایسا سماں ہے دل کش اس وقت کچھ نہ پوچھو

بادل برس رہے ہیں دل کو لبھا رہے ہیں

[illegible]

آج کل زمین کو دیکھو کیسی پیاسی اور خشک ہے، گرمی کے مارے دم بوکھلایا جاتا ہے لو اگ چل رہی ہے جیٹھ کا مہینا ختم ہونے آیا اور مینہ کا نام نہیں۔ آج میں تم کو بتلانا چاہتا ہوں کہ مینہ بھی خدا کی کتنی بڑی رحمت اور نعمت ہے۔ اگر خدانخواستہ مینہ بالکل نہ برسے تو بتاؤ مخلوقِ خدا کا کیا حال ہو۔ تم کو معلوم رہنا چاہیے کہ خدا مینہ کس طرح برساتا ہے، خشک اور مردہ زمین میں جان کیوں کر ڈالتا ہے اور مینہ ہر چیز کو کس طرح تر و تازہ کرتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی ہر چیز کی زندگی کا دار و مدار پانی ہی پر ہے۔ اس وقت عجب بھیانک سماں ہے، چوطرف خاک اڑ رہی ہے، چرند پرند سب بد حواس ہیں اگر وقتاً فوقتاً بارش نہ ہو تو ساری زمین خاک ہی خاک ہو جائے اور اس میں بستگی باقی نہ رہے۔ تم نے امساکِ باراں کی وجہ سے قحط کے ہولناک مصائب دیکھے یا سنے ہوں گے کہ ہزارہا بندگانِ خدا بھوکے مر جاتے ہیں۔ باہر نکل کر دیکھو گھاس کا نام نہیں، مویشی کیا کھا کر

جنیں - درختوں کے پتے مرجھائے اور پھول الگ کملائے ہوئے ہیں۔ غرض ہر چیز پر مردنی سی چھائی ہوئی ہے۔

نظم

نہ آئی پر نہ آئی پر نہ آئی — گھٹا نے بول دی بالکل صفائی

اگر آئی تو کی لے دے ہوا نے — سواری اور جانب کو بڑھائی

گئے دریا اُتر تالاب سوکھے — کجائی ابرِ دریا دل کجائی

نہ صحرا میں دل آویزی کا انداز — نہ بُستاں میں ادائے دل کُشائی

نہ صحنِ باغ میں طوطی کا نغمہ — نہ شاخِ گل پہ بُلبل چہچہائی

زمیں چٹیل ہے کورا آسماں ہے — ہوئی اب کے برس اچھی صفائی

نہ روئے مل کے ساون اور بھادوں — ہوئی ہے ترک باہم آشنائی

نہ تانا شامیانہ ابر تو نے — نہ اب کے رعد نے نوبت بجائی

نہ وہ جگنو نہ وہ راتیں اندھیری — نہ وہ کالی گھٹا گھنگھور چھائی

نہ پرنالے چلے اب کے دھڑا دھڑ — نہ گزری کی سڑک رَو نے بہائی

نہ وہ سن سن نہ وہ جھونکے ہوا کے — نہ بجلی نے چمک اپنی دکھائی

نہ وہ برسات کے کیڑے پتنگے — نہ مینڈک نے زمیں سر پر اٹھائی

کہاں بادل کہاں بجلی کہاں مینہ — پریشانی سی ہے دنیا پہ چھائی

نہ اے بھادوں بھرن برسائی تو نے — نہ اے ساون جھڑی تو نے لگائی

نہ موروں نے کیا کچھ شور برپا — نہ کوئل ہی نے دھوم اب کے مچائی

نہ رنگا رنگ بادل آسماں پر — نہ چھت پر گھانس دیواروں پہ کائی

نہ کیچڑ ہے نہ پانی ہے نہ سبزہ — نہ مینہ برسا نہ کھیتی لہلہائی

ترستے ہیں برستا ہی نہیں مینہ سسکتی ہے پڑی ساری خدائی
ہوئی برباد کھیتی تھک گئے بیل گئی گزری کسانوں کی کمائی
نہیں ملتے چارے حیوانوں کو چارہ ہے انسانوں کو فکرِ بے نوائی
بہت مزدور بیٹھے ہیں نکمّے نہیں اب کوئی حیلہ جز گدائی

خدایا رحم کر جاں لب پہ آئی
تری مخلوق دیتی ہے دہائی

(مولوی محمد حبیب [illegible])

اگر خدا نہ کرے یہی خشک سالی رہی تو ہر چیز خشک ہو جائے گی اور لوگ بن موت مر جائیں گے اور کہیں متواتر دو تین سال بارش کھنچ جائے تو آدمی تو آدمی حیوان بھی نیم جاں ہو جائیں گے بلکہ ہمارے خون میں جو نمی ہے وہ تک ہوا سلب کر لے گی جس کے بعد خاتمہ ہے۔ اگر ہم ہوا میں سے تمام نمی سلب کر لیں تو زمین کا اُجاڑ ہونا تو ظاہر ہے مگر ایک اور مصیبت ہو گی کہ حد درجے کی ٹھنڈ پڑنے لگے گی۔ زمین میں جو کچھ گرمی ہے وہ سورج کی ہے اور کرۂ ہوائی کی نمی ہی آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد بھی سورج سے پہنچی ہوئی گرمی کو جو زمین کے قریب موجود ہوتی ہے قائم رکھتی ہے۔ اگر ہوا میں نمی باقی نہ رہے تو گرمی کی راتوں میں بھی غروبِ آفتاب کے بعد وہ برودت جو بادلوں کے اوپر ہے فوراً زمین پر اُتر آئے گی اور اس بلا کی سردی ہو گی کہ الٰہی تیری پناہ۔ ہر ذی روح کے ایک ہی رات میں سردی سے منجمد ہو جانے کا خدشہ ہے۔ بڑے بڑے

ریگستانوں کو دیکھو جو ہزار ہا مربع میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں
وہاں بارش مطلق نہیں ہوتی اور گرمی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔
لیکن کُرۂ ہوائی میں نمی کثرت سے موجود رہتی ہی جو زمین پر پھیلی ہوئی
ہو بس یہی زندگی کا سہارا ہی اور بارش نہ ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ان
وسیع صحراؤں میں ہزار ہا میل تک نہ درخت ہیں نہ پہاڑ اور
یہی دو ذریعے بارش کی کشش یعنی اجتماع کے ہیں۔ اچھا فرض کرو
کہ مینہ کورا جواب دے دے اور ہم بارش کا بدل دریاؤں کے
پانی سے کرنا چاہیں تو ع ایں خیال ست ومحال ست وجنوں
یہ شیخ چلی کی سی بات ہوگی اول تو ایسی سخت اور متواتر قحط سالی
میں دریا کب نہ خشک ہو جائیں گے کنوؤں تک کا پانی تو خشک ہی
ہو جاتا ہی بھلا کہیں اوس سے پیاس بجھتی ہی۔ اچھا مانا کہ دریاؤں
امداد لی جائے تو ذرا اس کا حساب تو پھیلاؤ خدا کو دیکھا نہیں تو
عقل سے پہچانا۔ کل سطح زمین کا اوسط بارش کم و بیش تقریباً
(۳۳) انچ ہوتا ہی۔ اس پانی کا وزن صرف ایک مربع میل پر
تخمیناً ڈھائی ملین ٹن ہوا۔ اگر اس مقدارِ آب کو ہم گاڑیوں پر
لاد کے لے جانا چاہیں تو صرف ایک مربع میل کے ذرا سے ٹکڑے
کو اسی طرح سیراب کرنے کے لیئے جیسا موسم برشکال میں ہوتا ہی
ہم کو ایک لاکھ گاڑیوں کی ضرورت ہوگی۔ لاکھ گاڑیوں کا فراہم
ہونا تو ممکنات سے ہو لیکن اس میں اور قباحتیں ایسی ہیں جن کا

حل ناممکن ہی۔ ہندوستان بھر میں لاکھ جھگڑے تو مل جائیں گے
لیکن دور دراز فاصلے سے پانی لاد کر لانے کے لیے کافی ندیوں کے
نشیو طرح کا حرج مرج لگا ہوا ہی اور اگر ہم پانی بہم پونہچانے میں بڑی
وقت و محنت کامیاب بھی ہو جائیں اور ہندوستان کے سارے
دریاؤں کا پانی سونت لیں تو بھی دس میل مربع سے زیادہ کا ٹکڑا
سیراب نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ سیراب کرنے کا حق ہی اور پھر ایک
خرابی اور ہی کہ ان بے شمار جھگڑوں کا تانتا اُسی دس میل کے ٹکڑے
میں بار بار پھیرے پھیرے کرے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ چپّے چپّے پر جھگڑوں
کی آمد و رفت سے لیکیں پڑ کر بہت بڑا حصہ زمین کا خراب ہو کر ناقابل
زراعت ہو جائے گا پھر زراعت کیسے ہوگی اور کہاں ہوگی اور
باغات کہاں لگیں گے۔ ہم نے مان لیا کہ ہندوستان بھر میں ایک
دس میل مربع ٹکڑے کو ہم نے مرپٹ کر سیراب کر بھی لیا تو کیا بڑا
کمال کیا، تمام دنیا کی سطح اراضی کے مقابلے میں یہ تو ایسا ہوا جیسا
سمندر میں قطرہ۔ دنیا کی کُل سطح اراضی کا رقبہ (۱۹۷۰۰۰۰۰۰)
مربع میل ہی جس میں چوتھائی سے کچھ ہی اوپر (۵۲۰۰۰۰۰۰) مربع میل تو
خشکی ہی اور تین چوتھائی سے کچھ کم (۱۴۵۰۰۰۰۰۰) مربع میل
تری۔ یہ تو ساری دنیا کے خطے کا حال ہوا جس کے اعداد ہی سے
قدرت خدا نمایاں ہی۔ تم صرف اپنے ملک یعنی ہندوستان
ہی کو لو شمال سے جنوب تک دو ہزار میل ہی اور مشرق سے مغرب تک

ڈھائی ہزار میل اور سارا رقبہ اٹھارہ لاکھ مربع میل ہی۔ بھلا کس کے
بس کی بات ہو کہ اس ساری سرزمین کو تر و تازہ اور شاداب رکھ سکے
وہ تو مالک الملک کی ہی شان ہی کہ وہ زمین کو زندہ رکھتا ہی جس کی
بدولت سارے جاندار زندہ ہیں۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ
مَآءً ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔
اب خدا کی **قدرتِ کاملہ** کا کرشمہ دیکھو کہ وہ کس حسنِ انتظام
اور آسانی اور پابندی سے اس اہم کام کو چٹکی بجاتے میں کرتا ہی
اور ایسا کرتا ہی کہ ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہی۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا
نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ تم نے چائے کی **کیتلی** کو کبھی غور
سے دیکھا ہی جب وہ چولھے پر چڑھی سائیں سائیں کرتی ہی۔ اس کے
ڈھکنے کی دراڑ اور ٹونٹی میں سے بھاپ نکلتی ہی۔ اسی سے پانی
برسنے کی ماہیت معلوم ہوتی ہی۔ پانی ہوا سے آٹھ سو گنا وزنی
ہی۔ چوں کہ ہوا ہلکی پھلکی ہی اور پانی بھاری اور یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ
بھاری چیز زمین پر گرتی ہی۔ پس لازمی طور پانی زمین پر واپس آتا ہی۔
کیتلی کو دیکھو گرمی پہونچ کر پانی کس طرح بھاپ بن کر اُڑ جاتا
ہی اور اسی طرح دریاؤں اور سمندر کا پانی تمازتِ آفتاب سے بھاپ

۱؎ اور ہم ہی نے بادلوں سے زور کا پانی برسایا تاکہ ہم اُس کے ذریعے سے غلہ اور
(ہر طرح کی) روئیدگی اور گھنے گھنے باغ (زمین سے) نکالیں ۲؎ اور اگر خدا کی
نعمتوں کو گننا چاہو تو (اتنی بہت ہیں کہ تم لوگ) اُن کو پورا پورا گن سکو گے۔ ۱۲

بن کر آسمان کی طرف صعود کرتا ہے اور بادلوں سے جا ملتا ہے جو
سطح زمین سے دو، تین، چار میل بلکہ کبھی اس سے بھی زیادہ بلند
ہوتے ہیں۔ جس طرح کیتلی میں پانی اُبلتا ہے اسی طرح دریا، جھیل،
سمندر اور خود سطح زمین سے نہایت لطیف بھاپ اُٹھتی رہتی ہے جو
بعض وقت خالی آنکھ سے دکھلائی بھی نہیں دیتی۔ اس طرح اللہ
تعالیٰ سمندر اور پانی کے دوسرے ذخیروں سے پانی کو اُٹھا لیتا
ہے اور پھر مینہ کی شکل میں برساتا ہے۔ اچھا اب آگے چلو اور اس کی
حکمتوں کو دیکھو اور اُس کی خدائی کے دل وجان سے قائل ہو جاؤ
جو بھاپ سمندر سے اُٹھتی ہے کیوں کہ وہی بڑا بھاری مخزن
پانی کا ہے[1] اگر وہیں کے وہیں برس جائے تو اُس سے کیا عام فائدہ
ہوگا بلکہ مفید یہ ہے کہ ساری زمین اُس سے سیراب ہو۔ اس بھاپ کو
تم ایک بڑا بھاری پمپ سمجھو جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ لاکھوں
من پانی ادھر کھینچتا ہے اور اُدھر کرۂ سماوی میں پونہچاتا ہے۔ جس
طرح ہم ہزارہا من اناج۔ پھل پھلاری اور ترکاری وغیرہ چیزیں
گاڑیوں یا ریل پر یا جہازوں پر لاد لاد کر دُور دراز ملکوں میں بھیجتے
ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھاپ کو بادلوں میں پونہچاتا ہے اور جب

[1] سمندر کی وسعت کا اندازہ اس پر سے کرو کہ دنیا کا ۳/۴ حصہ پانی ہی پانی ہے
سطح خشکی پر جس قدر پہاڑوں کی چوٹیاں بلند ہیں اُسی کے لگ بھگ سمندر کی
گہرائی بھی ہے۔ اوسط خشکی کے ارتفاع کا صرف پندرہ سو فیٹ ہے مگر سمندر کا عمق بارہ
ہزار فیٹ تک پونہچ گیا ہے۔ ۱۲

بادلوں میں بھاپ ربرٹائر کی طرح خوب بھر جاتی ہے تو پھر ہوا کو حکم ہوتا ہے وہ بادلوں کو اڑائے اڑائے لیے پھرتی ہے اور جہاں حکم ہوتا ہے مینہ برس جاتا ہے - اب ایک اور مشکل ہے کہ جب بادل خوب پانی پی کر سیر ہو جاتے ہیں اگر سارا پانی پکھال کی طرح ایک دم اُنڈیل دیا جائے تو وہ زمین پر اس زور سے گرے گا کہ ساری دنیا آناً فاناً میں تباہ ہو جائے گی اور کوئی متنفس زندہ نہ بچے گا - اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا - جس طرح مالکُ الملک نے سورج کو ایک ذریعہ بادلوں میں پانی پمپ کرنے کا بنایا ہے اسی طرح اُس کی حکمتِ بالغہ بادلوں کے خالی کرنے میں بھی اظہر من الشمس ہے - وہ گرم ہوا جو پانی کو کھینچ کر آسمان پر پہنچاتی ہے اُس کو وہاں کُرۂ زمہریر میں ٹھنڈی ہوا ملتی ہے اور جس طرح کہ حرارت (گرمی) پانی کو اوپر چڑھاتی ہے اسی طرح برودت (سردی) پانی کو نیچے اُتارنے کا سبب ہوتی ہے جہاں گرم اور سرد ہوائیں ملیں بس بادل بنا اور ایک ایک ذرہ نمی کا آپس میں ٹکرانے لگتا ہے اور اس تصادم کی وجہ سے ایک ذرہ دوسرے سے اور دوسرا تیسرے سے مل کر **قطرہ** بن جاتا ہے اور یہی **بوندیں** ہیں جو مینہ کی شکل میں آہستہ آہستہ برستی ہیں - اس بہار یعنی مینہ کی پھوار کو دیکھو کس خوبی سے ترشح ہو رہا ہے - سبحان اللہ! قدرت کی چھلنی رحمت برسا رہی ہے - بارش کے یہ چھوٹے چھوٹے

لے اے اللہ ہم کو دنیا کی ساری بلاؤں سے محفوظ رکھ - ۱۲

قطرے نہیں موتی برس رہے ہیں اور کس خرامِ ناز سے مینہ کی آمد ہر کہ نازک سی نازک پنکھڑیوں پھولوں اور کونپلوں تک کو ٹھیس نہیں لگتی۔ حشرات الارض تک گزند سے محفوظ ہیں۔

نظم

آتے ہی جہاں میں فصلِ برسات جی اُٹھے زمیں کے سب نباتات

چلنے لگیں دل کُشا ہوائیں اُٹھنے لگیں جھوم کر گھٹائیں

اُمڈے ہیں عجیب دھج کے بادل برسے وہ گرج گرج کے بادل

کوئل کی صدا پپیہوں کا شور پر کھول کے ناچتے ہوئے مور

سرسبز وہ جنگلوں میں جھاڑی سبزہ ہر ڈھکے ہوئے پہاڑی

خودرو پھولوں کی شوخ رنگت بھینی بھینی وہ مست نکہت

ہر کیسی نظر فریب و مرغوب نازک نازک ہری ہری دوب

خوش پھیر رہے ہیں چرند چرتے

ہیں چوکڑیاں غزال بھرتے

(منشی محمد دین صاحب کیفی)

شاید بہت کم سن بچے ان باتوں کو نہ سمجھ سکیں لیکن جو بڑے ہیں وہ قدرتِ الٰہی کا تماشہ خوب دیکھ رہے ہیں۔ گنگا، جمنا جتنے بڑے بڑے دریا تم دیکھ رہے ہو، جن کا پاٹ اس سرے سے اُس سرے تک پھیلا ہوا ہے یہ لاانتہا مقدار پانی کی خدا ہی کی برسائی ہوئی ہے۔ یہ خزانہ اُسی نے بادلوں سے اُنڈلوایا ہے۔ وہی دنیا جہان کے سمندروں، دریاؤں، ندی، نالوں کا پیٹ پانی سے بھرتا ہے۔ دیکھو اُس نے اپنے بندوں کے لیے

کیسی بڑی **سبیل** لگا دی ہے کہ کوئی پیاسا نہ جائے اور یہ وہ سبیل ہے جس کا پانی کبھی خالی نہیں ہوتا۔ **واٹر ورکس** (کارخانۂ آب رسانی) کا **پمپنگ انجن** (پانی اُچھالنے والا انجن) جو شہروں کی آب رسانی کا ذریعہ ہے اُس کے کل پُرزے برس دو برس میں گھس کر ناکارہ ہو جاتے ہیں لیکن اس **خدائی انجن** کو تو دیکھو جو ابتدائے آفرینشِ دنیا سے آج تک برابر چلا جاتا ہے۔ کل کا بگڑنا تو کجا اس مشینری میں جس کو قدرت کے ہاتھ نے بنایا ہے ذرا سا بھی فرق نہ آیا ہے نہ آئے گا۔ یہ خدائی انجن انسان حیوان، چرند۔ پرند۔ درخت۔ پھول۔ کھیت سب جگہ اپنے وقت پر پانی پہونچاتا ہے۔ کبھی اس کا ایک ننھّا سا پُرزہ بھی جا سے بے جا نہ ہوا نہ گھسا نہ ٹوٹا۔

نظم

اُمنڈ کے آئی ہے گھٹا　　سیاہ چھائی ہے گھٹا
جو فرق ہے تو نام ہیں　　سحر میں اور شام میں
غضب ہے رعد کی کڑک　　رہا ہے جس سے دل دھڑک

جھڑی لگی ہے زور کی
کچھ انتہا ہے شور کی

وہ ہو رہا ہے شور کچھ　　وہ جا رہے ہیں مور کچھ
بنا کے حلقہ ایک دَم　　یہ کیسے ہو گئے بہم
ہے ایک بیچ میں کھڑا　　عجب ادا سے ناچتا

جو تال سمّم ہیں بل رہے ہے

تو سارے پر ہیں ہل رہے ہے

کہیں جو لال ابر ہی وہ مایہ سوزِ صبر ہی

ہی آہ کتنی دل ربا فلک میں سرخیِ حنا

ہی جس کا عکس خوش نما کچھ یوں زمیں پہ پڑ رہا

کہ ہی نگاہِ عام میں

سحر کا لطف شام میں

(منشی اقبال بہادر ورما سحر)

یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہی کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے کرم کے محتاج ہیں۔ اگر خدا مینہ نہ برسائے اور دھوپ نہ نکالے تو بتاؤ ہمارا کیا حشر ہو لیکن اُس کی عجیب و غریب قدرت اور بے انتہا بندہ پروری کو دیکھو کہ کس قدر ہماری خاطر عزیز ہی اور ہمارے واسطے کیا کیا سامان اُس نے کیئے ہیں۔ ع

جو کچھ کہ جہاں میں ہی سب انساں کے لیئے ہی

آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لیئے ہی

وہاں بھول چوک کا کیا کام۔ ہر کام اپنے وقت مقررہ پر بلا کھٹکے ہوتا چلا جاتا ہی۔ وقت اور موسم پر وہ مینہ برساتا ہی اور ایک مینہ پر کیا موقوف ہی کون سی نعمت ہی جو ہم کو بن مانگے نہیں دیتا ایک ہوا ہی کو لو پانچ منٹ بھی اگر نہ ملے تو دم ہوا ہی۔ خدا ہم کو کسی حال میں فراموش نہیں کرتا اور وہ بھول جائے تو پھر

ہمارا ٹھکانا کہاں لگے مگر وائے بر حال ہمارے کہ ہم اُسے بھولے بیٹھے ہیں اور غفلت کا پردہ ایسا پڑا ہی کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ ہم دن میں کئی کئی دفعہ ٹھنڈا ستھرا صاف شفاف پانی پیتے ہیں۔ وہ کس نے دیا؟ خدا نے۔ دستر خوان پر تو تم روز ایک دفعہ نہیں دو دو دفعہ بیٹھتے ہو مگر سچ کہنا کہ کبھی بھولے سے بھی تم کو یہ خیال آیا کہ یہ عمدہ عمدہ لذیذ کھانے کس نے دیئے۔ اور کیا کبھی صدق دل سے تم اُس کا شکریہ ادا کرتے ہو یا پیٹ بھر کے توند پر ہاتھ پھراتے اور ڈکاریں لیتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہو۔ کیسی شرم کی بات ہی کہ اُس روزی رساں کا ذرا سا بھی شکریہ ادا نہ کرو۔ گویا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا تمھارا قرض دار ہی یا تم نے اُس کے پاس کوئی گٹھڑ اسنگوا دیا ہی۔ رات کو تم مزے سے اینڈ اینڈ کر نرم بچھونے پر چین سے سوتے ہو اور وہ رات بھر تمہاری نگہبانی کرتا ہی۔ کبھی تم نے صبح سویرے اُٹھ کر خلوص دل سے نماز پڑھی اور رات خیریت سے گزرنے کا شکریہ ادا کیا؟ وہ آئے دن تم کو ایک سے ایک بڑھ کر نفیس پوشاک پہناتا ہی۔ کبھی تم نے نیا کپڑا پہن کر اُس کا شکریہ ادا کیا؟ وہ تمہاری ذرا ذرا سی باتوں کا خیال رکھتا اور ہمہ اقسام کی نعمتیں پونہچاتا ہی لیکن کبھی تم کو اُس کا خیال آتا ہی؟۔ بھلا بدلہ تو تم کیا خاک کر سکتے ہو لیکن سچ کہو کہ کبھی تم نے اُس کی اتنی ساری نعمتوں کا ذرا سا بھی شکریہ ادا کیا۔ شکریہ تو رہا ایک طرف انسان ایسا احسان فراموش ہی کہ لیتے وقت تو بلا غل و غش

سب کچھ ڈکار جاتا ہے مگر جب دیکھو تو شیطان ہی کی گاتا ہے۔ ع
اُلٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا۔ ہر کامیابی کو اپنی سعی کا نتیجہ
بتلاتا ہے اور ہر ناکامیابی کو خدا کی طرف منسوب کرتا اور بڑبڑاتا ہے۔
اب بتاؤ کہ ہمارے کفرانِ نعمت کی کوئی حد بھی ہے۔ ان باتوں پر
بڑے ٹھنڈے دل سے غور کرو اور ہر نعمت پر اُس کا صدق دل
سے شکریہ ادا کرو۔ آج کوئی مٹی کا کھلونا کسی بچے کو دے دیتا ہے
تو اسی وقت اُس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور تم کو سونے کا نوالہ
ملتا ہے تو بھی تمھاری تیوری کا بل نہیں اُترتا۔ احسان مندی اور
امتنان کی صفات پیدا کرو۔ ع شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو
اس میں دہرا فائدہ ہے کہ شکر کے ساتھ نعمت کی توفیر بھی ہوتی ہے۔
لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ[1]۔ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق
ہے۔ ؎

اگر ہر موئے من گردد زبانم
ادائے شکر تو کے می توانم

(۲۶) برف (ہمیں کیا سبق دیتی ہے)

اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ[2]۔

دفعتہً پیرِ سحر سانس ہے ایسا بھرتا	یا زمانے پہ وہ کچھ سحر ہے ایسا کرتا
ابر کی طرح بخارات کا گھر کر آنا	برف بن کے پردے میں روئی دھنکتے جانا

[1] اگر (ہمارا) شکر کروگے تو ہم تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دیں گے [2] اے پروردگار
میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال۔ ۱۲

ہلکے ہلکے کبھی مکڑی کے ہیں جالے اُڑتے
اور ہوا میں کبھی روئی کے ہیں گالے اُڑتے
(مولوی محمد حسین آزاد مرحوم)

ہندوستان میں سوائے پہاڑوں کے اور کہیں برف باری
کا نظارہ ممکن نہیں۔ شملہ۔ منصوری۔ نینی تال۔ دارجیلنگ۔
مہابلیشور۔ اوٹی۔ نیلگری یہ بڑے بڑے پہاڑ ہیں جہاں برف
پڑتی ہے۔ برف کی تہ زمین پر چڑھی رہتی ہے۔ بچے اُس پر کھیلتے کودتے
اور خوش فعلیاں کرتے ہیں مگر بہت کم بچے ہیں جو جانتے ہوں کہ
برف ہے کیا چیز اور اُس سے ہم کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے۔ جب
جاڑے کے موسم میں پہلے پہل برف گرتی ہے تو لوگ بہت خوش خوش
نظر آتے ہیں۔ جہاں خداوند تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں وہاں
برف بھی ایک بڑی نعمت ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی
نہیں ع وَلِلرَّحْمٰنِ اَلْطَافٌ خَفِیَّۃٌ[1]۔ ہماری ساری ضروریات
اُس کے پیش نظر ہیں اور اُن کی سرانجام دہی بھی وہی کرتا ہے۔
اُس کے سوائے اور کون داتا ہے۔ لوگ جو دوسرا دروازہ کھٹکھٹاتے
ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ
الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ

۱؎ اور اللہ کی بہت سی مہربانیاں ایسی مخفی ہیں کہ ہم کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ ۲؎
خدا کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکتے

(باقی بہ صفحۂ آئندہ)

وَالْمَطْلُوْبُ مَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ ہماری معلومات جس پر ہم کو بڑا ناز ہو اُس کا حال یہ ہو کہ آج تک کوئی بڑے سے بڑا فلسفی پوری طرح برف کی ماہیت دریافت نہ کرسکا اور نہیں بتا سکتا کہ برف کیوں کر بنتی ہو اور شاید یہ گتھی کبھی سُلجھے بھی نہیں۔ اور ایک برف ہی پر کیا موقوف ہو ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی سمجھ سے باہر ہیں۔

شوق ناقص خیال ہیں مہمل
پھر یہ دعوئی کہ ہم مکمل ہیں

برف کو ہم نے عجائبات کے ذیل میں اس لیئے لیا ہو کہ وہ بہت ہلکی پھلکی دُھنکی دُھنکائی روئی کے گالوں کی طرح ایسی گرتی ہو کہ ذرا آواز نہیں ہوتی۔ آکھ کی بڑھیا یا چھوٹے چھوٹے سفید پر یا روئیں کی طرح اُڑتی اور فرشِ زمین ہو جاتی ہو۔ درختوں کے پتّوں اور ٹہنیوں پر طرح بطرح کے خوشنما ٹکڑوں میں

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ اگرچہ اُس کے (پیدا کرنے) لیئے (سب کے سب) اکھٹے ہی کیوں نہ ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لی جائے تو اُس کو اُس سے چھڑا نہیں سکتے (کیسے) بودے یہ (بت) جو (مکھی کے) پیچھے پڑیں (اور اُس کو نہ پکڑ نہ سکیں) اور (کیسی) بودی وہ (بے چاری مکھی) جس کا پیچھا کیا جائے (اور پھر بھی ہاتھ نہ آئے) ان لوگوں نے خدا کی جیسی قدر جاننی چاہیئے تھی جانی ہی نہیں (ورنہ) اللہ تو بڑا زبردست (سب پر) غالب ہو۔ ۱۲

جم جاتی ہے۔ دروازوں کی چوکھٹ میں اٹم کا اٹم لگ جاتا ہے۔ ستون اور کھم ایسے نظر آتے ہیں جیسے کوئی آدمی آٹے کی گھرنی میں سے سفید بھبک بنا ہوا کھڑا ہو۔ گو برف ایک کثیر مقدار میں منوں سے پڑتی ہے مگر طرفہ یہ کہ خبر تک نہیں ہوتی کہ کب پڑی اور کیوں کر پڑی۔ کہتے ہیں کہ جب زمین پر ایک فٹ برف پڑتی ہے تو وزن کے اعتبار سے مینہ کے ایک انچ کی برابر ہوتی ہے۔ اچھا اس کا ذرا حساب تو پھیلاؤ۔ ہمارے گلی کوچوں میں صرف ایک فٹ برف جو ایک میل مربع سطح پر پڑی ہو وہ قریب قریب سترہ لاکھ بانوے ہزار من کے وزن میں پھیلتی ہے۔ اور ذرا آگے چلو اگر صرف اتنی ہی برف کو ایک ہی ایک ٹن (۲۸ من) کر کے چھکڑوں پر بار کریں اور ان چھکڑوں کی قطار آگے پیچھے لگا دیں تو فلیڈلفیا[1] سے نیویارک[2] اور نیویارک سے دریائے ہڈسن[3] کو عبور کر کے ایلبنی[4] کے شہر تک یہ سلسلہ پہنچے گا۔

یہ سن کر تم کو ضرور تعجب ہوگا لیکن تم ذرا دل میں سوچو تو کہ یہ تو

---

[1] یونائیٹڈ سٹیٹس امریکا کا ایک بہت بڑا شہر ہے جس کی آبادی پندرہ لاکھ ہے یہ شہر دریائے ڈیلاویر پر واقع ہے اور ایک بڑی بندرگاہ ہے [2] یہ شمول بروکلین (۴۷) لاکھ کی آبادی ہے۔ ایک بہت بڑی بندرگاہ ہے جو دریائے ہڈسن پر واقع ہے [3] دریا کا نام ہے جو (۳۲۵) میل لمبا ہے اسی کے دہانے پر شہر نیویارک واقع ہے [4] امریکا کا ایک شہر ہے۔ ۱۲

صرف ایک ہی مُربّع میل کا حساب ہوا اور بعض اوقات طوفان میں برف ہزار ہا میل کے گرد و جوانب میں پڑتی ہے اور ایک فٹ سے بھی زیادہ گہری پڑتی ہے۔ یہ دیکھ کر ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی اور ہم ہکّا بکّا رہ جاتے ہیں کہ یہ کروڑوں من کا بوجھ زمین کس طرح سنبھال لیتی ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوتی نہ زمین میں زلزلہ آئے نہ وہ کہیں دھنسے یا کسی طرف کو جھکے۔ برف پڑتی تو اس شدّومد سے ہی مگر پھر اس طرح چھپاتے پگھل کر خدا جانے کہاں چلی جاتی ہے کہ پھر دیکھو تو میدان صاف کا صاف اور برف کا پتہ نہیں۔ کیا یہ اُس کی بہت بڑی قدرت کا کرشمہ نہیں ہے؟

نظم

دل کش وہ برف باراں!　　دل کش وہ برف باراں!

آہستہ گرنے والی

دن رات گرنے والی　　اور گر رہی ہے یکساں

یہ چھوٹے بڑے مکانوں کے اِردگرد ریزاں،

گھوڑوں کے دل ہیں جوشاں فرطِ طرب سے رقصاں

اس برف کے اثر سے گرمی ہوئی نمایاں

دل کش وہ برف باراں!　　دل کش وہ برف باراں!

ہر چیز میں خدا کی قدرت نظر آتی ہے یا یوں کہو کہ خود خدا کا جلوہ دکھلائی دیتا ہے اور اسی طرح برف کے ذرّے اُس کی صنعت اور

قدرت کا ایک بہترین نمونہ ہیں - ہاں چشم بینا گوش شنوا چاہیے۔

ہرچہ آید در نظر غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

اگر تم باہر نکلو اور تمھارے کوٹ کی آستین پر کچھ برف پڑ جائے تو بجائے اُسے جھٹک دینے کے کبھی غور سے دیکھو تو وہ برف کا ذرہ کہنے کو ذرہ ہی مگر درحقیقت نور کا ٹکڑا ہے - یوں دیکھنے میں بھی برف ایک صاف ستھری چیز نظر آتی ہے مگر خوردبین سے دیکھو تو کچھ اور ہی بہار نظر آئے گی - ہر ٹکڑا ایک نایاب اور نادر تارہ قدرت الٰہی کا پارہ دکھلائی دیتا ہے - برف بھی اُسی کے دستِ قدرت کی بنائی ہوئی ہے جس نے آسمان پر تاروں کو کس خوب صورتی سے جڑ دیا ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا - وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ[1] - برف کا ہر ٹکڑا بلور کا ٹکڑا تو ہے تو ہے الماس کا ریزہ نظر آتا ہے - سرسری طور سے دیکھنے میں سب ٹکڑے یکساں معلوم دیتے ہیں لیکن درحقیقت کوئی سے بھی دو ٹکڑے یکساں نہیں - ہر ٹکڑا اپنی طرز میں جدا اور ٹکڑا کیا ہے قدرتِ خدا ہے - جو صد قسم کے ہوتے ہیں - جس کو دیکھو ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر خوب صورت

[1] اور ہم نے آسمان کو اپنے بازو بل سے بنایا اور ہم بڑی ہی وسیع قدرت رکھتے ہیں اور ہم ہی نے زمین کو بچھایا تو (ہم کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں - ۱۲

اور شان دار۔ یہ کہنے کو ٹکڑے ہیں مگر در اصل نہایت سڈول
اور اقلیدسی لحاظ سے کیل کانٹے میں پورے اترتے ہیں۔
بعض تکونے بعض مسدس بعض مثمن اور بعض کثیر الاضلاع۔
ان کی مختلف اشکال کس کے حیطۂ بیان میں آسکتی ہیں، کوئی
پھولوں کی نازک پنکھڑیوں کی طرح شگفتہ ہے تو کوئی غنچۂ سربستہ
ہے۔ کوئی تارے کی شکل ہے اور معلوم دیتا ہے کہ ابھی آسمان سے
ٹوٹ کر گرا ہے۔ کوئی دو جڑے ہوئے تاروں کے ہم شکل ہے تو
کوئی تاروں کا جھمکا ہی معلوم دیتا ہے۔ ع ہر گلے را رنگ و
بوئے دیگر است۔ اگرچہ موسم سرما میں ساری زمین برف کے
کروڑہا ٹکڑوں سے پٹی پڑی رہتی ہے لیکن منفرداً ہر ٹکڑا اپنی
ساخت اور ندرت میں ایسا باقاعدہ اور ٹھیک ہوتا ہے کہ دنیا
کا کوئی بہتر سے بہتر جوہری بھی اس کا نقشہ نہیں اتار سکتا۔ اس
لحاظ سے اگر ہم یہ کہیں کہ ہر ہر ٹکڑے کو اس نے اپنے دست خاص
سے ایک نئی ندرت اور صنعت کے ساتھ بنایا ہے تو کچھ بے جا نہ ہوگا
اس نظارۂ قدرتِ الٰہی کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور عش عش
کرنے لگتا ہے۔

دنیا میں کوئی چیز بے کار نہیں۔ برف بھی بڑے کام کی چیز
ہے۔ شاید تم سمجھتے ہو کہ برف تو نرا کھیل ہی کھیل ہے۔ تم اس پر
سے بن پہیوں کی گاڑی، گھوڑے جتے ہوئے۔ گھونگرو چھن چھن

قدرت کا ایک بہترین نمونہ ہیں - ہاں چشمِ بینا گوشِ شنوا چاہیئے ۔ ۵

ہرچہ آید در نظر غیرِ تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

اگر تم باہر نکلو اور تمھارے کوٹ کی آستین پر کچھ برف پڑ جائے
تو بجائے اُسے جھٹک دینے کے کبھی غور سے دیکھو تو وہ برف
کا ذرّہ کہنے کو ذرّہ ہی مگر درحقیقت نور کا ٹکڑا ہی - یوں دیکھنے میں
بھی برف ایک صاف ستھری چیز نظر آتی ہی مگر خوردبین سے
دیکھو تو کچھ اور ہی بہار نظر آئے گی - ہر ٹکڑا ایک نایاب اور نادر
تارہ قدرتِ الٰہی کا پارہ دکھلائی دیتا ہی - برف بھی اُسی کے
دستِ قدرت کی بنائی ہوئی ہی جس نے آسمان پر تاروں کو کس
خوب صورتی سے جڑ دیا ہی کہ کچھ کہا نہیں جاتا - وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا[۱]
بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ
الْمٰهِدُوْنَ - برف کا ہر ٹکڑا بلّور کا ٹکڑا تو یہ تو یہ الماس کا
ریزہ نظر آتا ہی - سرسری طور سے دیکھنے میں سب ٹکڑے یکساں
معلوم دیتے ہیں لیکن درحقیقت کوئی سے بھی دو ٹکڑے یکساں
نہیں - ہر ٹکڑا اپنی طرز میں جدا اور ٹکڑا کیا ہی قدرتِ خدا ہی - جو صدہا
قسم کے ہوتے ہیں - جس کو دیکھو ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر خوب صورت

۱؎ اور ہم نے آسمان کو اپنے بانہ بل سے بنایا اور ہم بڑی ہی وسیع قدرت
رکھتے ہیں اور ہم ہی نے زمین کو بچھایا تو (ہم کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں - ۱۲

اور شان دار۔ یہ کہنے کو ٹکڑے ہیں مگر دراصل نہایت سڈول اور اُقلیدسی لحاظ سے کیل کانٹے میں پورے اُترتے ہیں۔ بعض تکو نے بعض مسدّس بعض مثمّن اور بعض کثیر الاضلاع۔ ان کی مختلف اشکال کس کے حیطۂ بیان میں آسکتی ہیں، کوئی پھولوں کی نازک پنکھڑیوں کی طرح شگفتہ ہے تو کوئی غنچۂ سربستہ ہے۔ کوئی تارے کی شکل ہے اور معلوم دیتا ہے کہ ابھی آسمان سے ٹوٹ کر گرا ہے۔ کوئی دو جڑے ہوئے تاروں کے ہم شکل ہے تو کوئی تاروں کا جُھمکا ہی معلوم دیتا ہے۔ ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ اگرچہ موسم سرما میں ساری زمین برف کے کروڑہا ٹکڑوں سے پٹی پڑی رہتی ہے لیکن منفرداً ہر ٹکڑا اپنی ساخت اور ندرت میں ایسا باقاعدہ اور ٹھیک ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی بہتر سے بہتر جوہری بھی اُس کا نقشہ نہیں اُتار سکتا۔ اس لحاظ سے اگر ہم یہ کہیں کہ ہر ہر ٹکڑے کو اُس نے اپنے دستِ خاص سے ایک نئی ندرت اور صنعت کے ساتھ بنایا ہے تو کچھ بے جا نہ ہوگا اس نظارۂ قدرتِ الٰہی کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور عش عش کرنے لگتا ہے۔

دنیا میں کوئی چیز بے کار نہیں۔ برف بھی بڑے کام کی چیز ہے۔ شاید تم سمجھتے ہو کہ برف تو نرا کھیل ہی کھیل ہے۔ تم اُس پر سے بن پہیوں کی گاڑی، گھوڑے جُتے ہوئے۔ گھونگرو چھن چھن

کرتے ہوئے خوب فرّاٹے سے سر سر دوڑاتے ہو یا یہ کہ برف کے پتلے
اور گھروندے بنا کر کھیلتے ہو - اس اعتبار سے تو برف بچّوں کی دل لگی
کا مشغلہ ہی لیکن تم کو یہ بھی خبر ہی کہ سخت جاڑے میں برف لحاف کا کام
دیتی ہی - لوگ سمجھتے ہیں کہ برف پڑنے سے سردی بڑھتی ہی حالانکہ برف
پڑی اور سردی گھٹی - برف گویا ایک قسم کی پوشش یا لبادہ ہی جو گھاس
اور اناج کے کھیتوں کو ڈھک لیتا ہی - برف اپنی نرم اور گرم چادر
میں درختوں کو اس طرح لپیٹ لیتی ہی کہ وہ پالے اور ٹھِر سے محفوظ
رہتے ہیں - بہت سے حیوانات سردی سے برف کے کراڑوں
میں جا کر پناہ لیتے ہیں اور اگر ایسا نہ کریں تو بس مرا ہی سمجھو - جس طرح
گرمی کے بعد برسات غلّہ اُگاتی ہی اسی طرح جاڑوں میں برف
غلّے کی محافظ ہوتی ہی - سخت گرمی اور امساکِ باراں ہی کے سبب سے
بڑے بڑے صحرا بن گئے ہیں اسی طرح اگر سخت سردی کے ساتھ
برف نہ پڑے تو بھی زمین ویران اور بنجر ہو جائے گی - اچّھا اب یہ
بتلاؤ کہ آج کے اس بیان سے کیا سبق حاصل ہوا - پہلی بات تو یہ
نکلی کہ خدا کا جو کام ہی وہ ہر پہلو سے مکمّل ہوتا ہی یعنی اُس میں کسی
قسم کی کور کسر نہیں رہتی - خدا جلد باز نہیں ہی - مثل مشہور ہی کہ جلدی
کام شیطان کا اور دھیرے کام رحمٰن کا - اُس کا کام اُدھورا یا
ناقص نہیں ہو سکتا - جس طرح کہ بعض بچّے سٹر پٹر سبق کو طوطے
کی طرح رٹ لیتے ہیں، نہ سمجھیں نہ غور کریں نہ یاد کریں اور نہ عمل کریں

ایسا پڑھ مصارع ع چار پاسے یے وکتا بے چند - کا مصداق ہو - اصل بات یہ ہو کہ انسان بڑا ہی جلدباز ہو - وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا[1] - ہم جلدباز اور بے صبرے ہیں لیکن خدا سارے کاملوں سے کامل تر ہو اور ہم کو دیکھو ناقص اور ادھورے - ہم کام سے تھک جاتے ہیں اور وہ نہیں تھکتا - وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ[2] خدا ہم کو بھی کامل بنانا چاہتا ہو بس حصولِ کمال کے لیئے ہم کو ہر طرح کی کوشش کرنی چاہیئے اور اگرچہ دنیا میں رہتے اس نقص کو علی وجہ الکمال حاصل کرنا قوتِ بشری سے خارج ہو - ۵

یہ تو قسمت میں کہاں تھا کہ کروں کسبِ کمال

بے کمالی میں بھی افسوس کہ کامل نہ ہوا

تاہم اس کمال کی تکمیل آنے والی زندگی میں ہو سکتی ہو یا درکھو جو کام کرنے کے قابل ہو اُسے دل لگا کر اچھی طرح کرنا چاہیئے - ورنہ بددلی سے کرنے سے تو نہ کرنا بہتر ہو -

ہمارے اس بیان سے یہ نتیجہ بھی حاصل ہوتا ہو کہ خدا کے سارے کام انسان کی بہتری اور بہبودی کے لیئے ہیں - ۵

دل بردل ربا ہمی می کند از بر آمدن　　نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] اور انسان بڑا جلدباز ہو [2] اور ہم نے آسمانوں (کو) اور زمین کو اور جو چیزیں آسمان و زمین میں ہیں اُن (سب کو) چھ دن میں بنا کھڑا کیا اور تکان نے ہم کو چھوا تک نہیں - ۱۲

خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں - فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ[1]

لیکن بعض نادان اور کم سمجھ مآلِ کار کو نہیں سوچتے اور اُن کا رجحان بدی کی طرف ہوتا ہے مگر خدا کا کوئی کام نعوذ باللہ بُرائی کی طرف مُنجر نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ پسند نہیں کرتا کہ اُس کے بندے بھی کوئی ایسا کام کریں کہ جس پر نام دھرا جائے - اُس نے ہم کو دنیا میں اچھے کام کرنے کو بھیجا ہے - ہماری زندگی کا اصلی مقصد کیا ہے اس سوال کا جواب خود ہمارے خالق کی زبان مبارک سے سنو - وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ -[2]

ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی زندگی کا ایک منتہیٰ ٹھیرا لے یعنی کوئی نہ کوئی مقصود ضرور ہو - اور اُسی مقصود کا حاصل کرنا ہمارا فرض عین ہونا چاہیئے - جو کچھ مقصد ہو وہ ضرور ہے کہ بے لوث شریفانہ زندگی اور پاکیزانہ گزران کا ہو - چاہیئے یہ کہ ہمیشہ خیر مدِ نظر رہے - ۵

نیکی سدا کیا کر اُس کی بدی کے بدلے

قتلِ عدو کے قابل شمشیر ہے تو یہ ہے

ہم اگر کسی کو کوئی فائدہ نہ پہونچا سکیں تو خیر کم سے کم اتنا تو ہو کہ ہمارے ہاتھوں کسی کو تکلیف بھی نہ پہونچے - ع مرا از خیر تو امید نیست بد مرساں -

[1] الحکیم کا کوئی سا بھی کام ہو حکمت سے خالی نہیں ہوتا -

[2] اور ہم نے جنوں اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کریں - ۱۲

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ
يَدِهٖ وَلِسَانِهٖ ۔ ۵
(مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے)

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
گاہ گاہے تو کوئی یاد کرے

آخری نصیحت جو اس بیان سے نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ برف ایک مادّی ثبوت ہے پاکیزگی اور نفاست کا۔ خدا خود پاک ہے اور وہ پاکی کو دوست رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ [1]

سچ کہنا کیا تم تماکو کو خواہ وہ کسی شکل میں ہو استعمال کرتے ہو یعنی پان میں زردہ کھاتے ہو یا سگرٹ پیتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو بھی دور ہٹو، چھی چھی، تمھارا منہ گندا ہے۔ کیا تم فحش کلمات زبان سے نکالتے ہو یا گالیاں دیتے ہو یا جھوٹ بولتے ہو؟۔ تو بھی تم منہ لگانے کے قابل نہیں، ضرور تمھارا منہ ناپاک ہے۔ کیا تم گندی کتابیں یا فحش تصویریں دیکھنی روا رکھتے ہو؟ تو نہ صرف تمھاری آنکھیں شرم سے گڑ جانی چاہئیں بلکہ میں یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہوں کہ انھوں نے تمھارے پاکیزہ خیالات کو ناکارہ کر دیا۔ کیا تمھارے کان بری باتوں یا گانے بجانے سے آشنا ہیں؟۔ تو تمھارے کان اور دل دونوں گئے گزرے ہوئے۔ کیا تمھارے دل میں برے برے خیالات کا ہجوم رہتا ہے؟۔ اگر ایسا ہے تو تمھارا دل

[1] بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (نیز) صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ۱۲

کبھی پاک رہ نہیں سکتا۔ کیا تم اپنے بدن کو حرام چیزیں کھا کر ناپاک کرتے ہو؟ تو پھر تم ہی کہو کہ تمھارا جسم کیسے پاک رہ سکتا ہے

ایسے ہی لوگوں کی شان میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ:۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔

اگر ہم پاکبازی کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور دعا کرنی چاہیئے کہ اے پروردگار ہم کو ایسا قلب سلیم دے جو دنیا کی آلودگیوں سے بالکل برف کی طرح پاک صاف اور شفاف ہو۔

(۲۷) بدلنے والا چہرہ (صورت بین حالش مپرس)

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

ان کے دل تو ہیں (مگر) ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور آنکھیں بھی ہیں (مگر) ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان بھی ہیں (مگر) ان سے سننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ چارپایوں کی طرح کے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے بالکل بے خبر ہیں ۔ اور اسی نے تمھاری صورتیں (بھی) بنائیں تو اچھی بنائیں۔ دوسرے جاندار وں کے مقابلے میں انسان کی صورت و شکل اور بناوٹ عموماً خوشنما ہے۔ جانور کوئی زمین پر پڑے رینگتے ہیں کوئی سیدھے کھڑے رہ نہیں سکتے اور اکثر کو زمین پر منہ جھکا کر کھانا پینا پڑتا ہے اور جن میں ان کی صورت کچھ اچھی ہے تو ظاہر ہے غرض انسان کی جو شکل ہے تو کوئی جاندار نہیں پہنچا اس کا سیدھا قد دلالت کرتا ہے کہ وہ حکم رانی کے لیے

پیدا کیا گیا ہے۔ ۱۲ از ترجمہ نذیریہ۔

تحقیقِ حالِ ما زنگہ می تواں نمود
لختے ز حالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ چہرہ دل کی کُنجی ہے۔ جب ہی کہتے ہیں کہ "صورت بہ بیں حالش مپرس" اسی طرح کہا جاتا ہے کہ "دیکھو فلاں کے بُشرے سے شرافت ٹپکتی ہے یا اُس کے چہرے پر رذالت برستی ہے" حضرت اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ۔

رباعی

جس کو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگ دیں
دنیا کی جس کو شرم ہے مردِ شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اُس کو کیا کہوں
فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

میرے ہاتھ میں ایک موم کا چہرہ ہے جسے میں دبا دبو کر چاہے لمبوترا کر دوں جو متانت کی علامت ہے یا گول کر دوں جو شرارت کا نشان ہے۔ اگر میں ٹھوڑی کے نیچے انگوٹھا اور سر پر ایک اُنگلی رکھ کر دباؤں تو وہ دب کر گول ہو جائے گا اسی طرح میں اُس کی شکل ہنستی یا روتی بنا سکتا ہوں۔ یہ تو موم کے چہرے کا حال ہے اگر یہی حال ہمارے چہروں کا بھی ہے۔ خوشی ہو یا غم۔ غصّہ ہو یا فکر۔ چہرے پر اُس کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ جذبات و احساسات اندرونی کو کوئی کتنا بھی چاہے چھپا نہیں سکتا بطون کی کیفیت ہر حال میں ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ خوشی سے ہمارا چہرہ دمکنے لگتا ہے

ؔ اور کیا خوب کہا ہے۔ ۱۲

رنج اور غصّے میں گلے لٹک جاتے ہیں۔ بہر حال چہرہ ایک قسم کا تھرما میٹر (مقیاس الحرارت) ہے جس سے ہمارے دل کے اُتار چڑھاؤ کی کیفیت بن وعن ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اگر ہم چاہیں بھی تو بشاشت کے آثار ہمارے روکے رُک نہیں سکتے ہیں نہ خشونت کے۔ اچھا غور تو کرو کہ اس قدرت کے انڈیکیٹر (نمایاں کنندہ) کا سبب کیا ہے۔ میں تم کو مثال دے کر سمجھانا چاہتا ہوں۔ اگر میں اس موم کے چہرے کو لمبا کرکے تھوڑی دیر دبائے رہوں تو وہ لمبا ہی رہ جائے گا اور اسی طرح اگر میں اُسے چپٹا کرکے پکڑے رہوں تو ذرا سی دیر میں وہ یہی ہیئت اختیار کرلے گا۔ خلاصہ یہ کہ یہ بات بالکل میرے ہاتھ میں ہے کہ جس طرح میں اُسے بنانا چاہوں ویسا ہی وہ بن جائے گا۔ یہی کیفیت ہمارے اپنے چہروں کی بھی ہے۔ ہم چاہیں اُسے ایسا سلوا رلیں کہ مُنہ سے پھول جھڑنے لگیں یا ایسا بگاڑلیں کہ ہر وقت تیوری پر بل ہی پڑا رہے۔ اگر کسی کا مزاج چڑچڑا ہے اور ہر وقت وہ پیچ وتاب ہی کھاتا رہتا ہے تو یاد رکھو کہ اُس کا چہرہ بھی چند روز میں ہمیشہ کے لیے یہی غصّہ آلود طرز اختیار کرلے گا اور اگر غلبہ خوش مزاجی کا ہے تو چہرے پر اسی کا پرتو پڑے گا اور جو دیکھے گا وہ بے ساختہ کہہ اُٹھے گا کہ واہ وا! کیسا بھولا بھالا چہرہ ہے اور کیسا ہنس مکھ آدمی ہے۔ اگر تم کسی مقطّع یا متشرع شخص کو دیکھو گے تو خود اُس کا

چہرہ گواہی دے گا کہ وہ کیسا نیکوں کا نیک ہے۔ چہرہ بھی ایک عجیب ٹکسالی مشین ہے جو اچھے اور بُرے۔ نیک بخت اور بد بخت کو صاف بتلا دیتا ہے۔ نماز کی پابندی، قرآن شریف کی تلاوت چہرے کو نورانی بنا دیتی ہے۔ گویا وہ اپنا دوامی نقش چہروں پر چھوڑ جاتی ہے۔ سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ[1]۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ ایک اچھے چہرے کے نیچے ایک اچھا دل ملے گا اور بُرے کے نیچے بُرا۔ اگر تم مسلمان ہو تو مسلمانوں کے سے صفات پیدا کرو ورنہ نرے مسلمان کہلانے سے کچھ کام نہیں چلتا۔ قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرو اور اسی رستے پر ہمیشہ آگے بڑھتے جاؤ یہاں تک کہ ایک دن وہ آئے کہ ہم اُس کے رنگ میں رنگ جائیں اور دُوئی کا پردہ اُٹھ جائے۔

اندرون و بروں توئی ای دوست
درچپ و راست زیر و بالائی

نیک بنو

(۱) چھوٹے بچو نیک بنو تم — نیکی اچھی ہشیاری سے
دل کے تمہارے رازِ پنہاں — چہرے ہیں جوں آئینہ دکھائے

(۲) ظالم ہو کر پھوہڑ ہو کر — اچھے دو گے تم نہ دکھائی
دے نہ سکو گے ہرگز دھوکا — یا در کھو اے میرے بھائی

[1] اُن کی شناخت یہ ہے کہ سجدے کے گٹے اُن کی پیشانیوں پر ہیں۔ ۱۲

(۳) سامنے آئینے کے جاؤ　　کر کے بُرائی دل پر طاری
صاف نظر آئے گا تم کو　　ثابت ہوگی بات ہماری

(۴) ہیں جتنے اوصاف تمھارے　　جن اوصاف سے ہو تم عاری
صاف نظر آئیں گے تم کو　　آئینے میں باری باری

(۵) منحصر آئینے پہ نہیں ہیں　　دل کے تمھارے رازِ پنہاں
دیکھنے والے سب دیکھیں گے　　سب پر ہو جائیں گے نمایاں

(۶) حُسن ہے جسے کہتے ہیں بچو!　　اصل میں ہے وہ چیز نہانی
چھوڑ کے سارے بناؤ چناؤ　　دل کو کرو ماہِ کنعانی

(۷) پیار کرو نیکی سے ہر دم　　دل سے بُرے جذبات نکالو
کیوں کہ جو کچھ ہے دل میں تمھارے　　صاف نظر آئے گا سب کو

اگر ایک سفید بوتل میں کچھ تصویریں رکھ دی جائیں تو باہر سے عین بعین نظر آئیں گی۔ اسی طرح ہمارے دلی خیالات ہمارے چہرے کے آئینے میں صاف نظر آتے ہیں۔ اگر ہم کسی تکلیف جسمانی یا مصیبت میں مبتلا ہوں تو اُس کے آثار بھی ہمارے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

مرن چیں بر جبیں وقت نزولِ درد و غم اے دل
کہ عیب است از کریماں در بروئے میہماں بستن

اچھا وہی ہے جس کے گُن اچھے۔ کبھی کبھی خلافِ توقع ایسا بھی ہوتا ہے کہ چہرہ تو نورانی ہے مگر دل میلے لیکن ایسی مثالیں کم ملیں گی کہ

دوہا　　تن اُجلا من میلا بگلا جیسے بھیس

ہم سے تو کاگا بھلے کہ باہر بھیتر ایک

لیکن یہ دوغلا پن قائم نہیں رہتا بڑے ہوئے نیچے یہ خول اُتر کر اصلی حالت چہرے پر منقش اور مرتسم ہو جاتی ہے۔ ظاہر جب ہی اچھا ہو سکتا ہے جب کہ پہلے باطن صاف ہو۔ دوہا

آنکھ ناک مکھ موند کے نام نرنجن لے بھیتر کے پٹ جب کھلیں کہ باہر کے پٹ دے

کر کا منکا چھانڈ کے منکا من سے پھیر پھیرت پھیرت جنم گیو اور گیو نہ من کا پھیر

خدا کے احکام پر چلو۔ حضرت رسولِ مقبول کے سے اخلاق پیدا کرو۔ پھر دیکھو کہ کس طرح روز بروز پردے اُٹھتے چلے جاتے ہیں اور ایک دن وہ آئے گا کہ۔ ؎

بس کہ در چشم و دلم ہر لحظہ ای یارم توئی

ہر چہ آید در نظر از دور پندارم توئی

(۲۸) تخم

(خیالات اور قول و فعل کا دوام)

أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ

کہ ہم (ہی) نے اُوپر سے پانی برسایا پھر ہم (ہی) نے بیج کو ایسی طاقت دی کہ اس نے زمین کو پھاڑا پھر ہم (ہی) نے (ایک) زمین میں (یہ سب کچھ) اُگایا (یعنی) غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور میوے اور چارا (یہ سب) اس لیے کہ تم لوگوں کو اور تمھارے چارپایوں کو فائدہ پہنچے۔ ۱۲

ہر آں کہ تخمِ بدی کشت چشمِ نیکی داشت
دماغ بیہدہ پخت و خیالِ باطل بست

آج میں کئی طرح کے بیج لایا ہوں جن میں سے کچھ تو بہت چھوٹے ہیں اور بعض بڑے۔ ہر قسم کے بیج میں ایک طرح کی جان ہوتی ہے اور یہی جان ہے جو ان کو اسی کے ہم شکل پتھروں کنکروں سے صاف الگ بتلا دیتی ہے۔ جب بیج کو ہم زمین میں دبا دیتے ہیں تو زمین کی حرارت اس جان کی نشو و نما کا باعث ہوتی ہے جس کا نام اُگنا ہے۔ بیجوں کی صدہا قسمیں ہیں۔ بیجوں میں ایک نادر بات یہ ہے کہ سب غلاف کے اندر محفوظ ہیں۔ بادام اور اخروٹ کو دیکھو کس مضبوطی سے کیسے سخت چھلکے کے اندر بند ہیں۔ بعض بیجوں پر ایک پتلا سا چھلکا جھلی کی طرح کا منڈھا ہوا ہوتا ہے جو ایک قسم کا لفافہ ہے۔ بعض پھلیوں کے اندر کئی کئی بیج بند ہوتے ہیں جیسے مٹر پھلی کو قدرت کی خوب صورت تھیلی سمجھو۔ بعض بہت چھوٹے ہوتے ہیں جیسے خشخاش بعض اس سے بھی چھوٹے بالکل ریزے بُرادے کی شکل کے جو ہوا کے ساتھ اُڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پہنچتے ہیں۔ بعض اوقات بیج پھل کے اندر ہی ہوتا ہے جو گٹھلی کہلاتا ہے جیسے آم۔ سیب۔ آڑو بیر۔ چھوارا وغیرہ وغیرہ۔ بعض بیج پھول کے بیجوں بیچ میں ہوتے ہیں جیسے گلاب کا زیرہ۔ غرض یہ کہ صدہا قسم کے بیج اپنے اپنے رنگ روپ کے ہوتے ہیں۔

ان ہجوں کو تم **الفاظ یا بول** کے مانند سمجھو۔ بول بھی ہزار ہا قسم کے ہیں۔ بولوں میں بھی ایک طرح کی جان ضرور ہے کیوں کہ بول ہی ہمارے خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ جب خیالات دل میں خطور کرتے ہیں تو انھیں کے مطابق **افعال** سرزد ہوتے ہیں۔ اسی لیئے ہمارا دعویٰ ہے کہ جو بول مُنہ سے نکلتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک قسم کی خاص قوت رکھتا ہے جسے **ایک نوع کی روحانیت** سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ پس جب یہ بات ہے تو ہم کو کبھی بُرے الفاظ کو اپنے دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔ ہمیشہ **میٹھے اور دل خوش کن بول** کیوں نہ بولیں کہ جس سے علاوہ ہمارے دوسروں پر بھی عمدہ اثر پڑے۔

نظم

"نرمی سے بولو"

(۱) کرو کلام بہ نرمی کہ نرم گفتاری
ہزار سخت کلامی سے کارگر ہے سوا

کرو کلام بہ نرمی کہ تیز و تُند کلام
نہ کار خیر کی نیّت پہ ڈال دے پردا

(۲) کرو کلام بہ نرمی جو طفل کم سن ہے
تو ہے یقیں کہ وہ مانوس تم سے ہو جائے

پڑھاؤ اُس کو شفیقانہ نرم لہجے میں
کسی کو کیا ہے خبر کب یہ لعل کھو جائے

(۳) کرو کلام بہ نرمی ہمیشہ بوڑھوں سے
دلِ شکستہ کو کیوں اور پائمال کرو

جہاں سے ان کو با من و اماں گزرنے دو
پہنچ چکے یہ لبِ گور ہیں خیال کرو

(۴) کرو کلام بہ نرمی سدا غریبوں سے
کبھی نہ ان سے ہو تم برسرِ کلامِ دُرشت

کمی ہے کیا غم و حسرت کی آہ ان کے لیئے
کہ تم بھی ان پہ رکھو خنجرِ کلامِ دُرشت

(۵) کرو کلام بہ نرمی! یہی ذرا سی بات عمل ہو اس پہ تمھارا بطرزِ احسن اگر
تو ایک روز وہ آئے گا جب دیکھو گے گلِ مُراد سے تم بھر کے بیٹھے دامن ہو

اُس موقع پر **گلستاں کی ایک حکایت** یاد آئی۔ کسی بزرگ نے
ایک پہلوان کو دیکھا کہ غصّے کے مارے اُس کے مُنہ سے کف جاری تھے
اُنھوں نے پوچھا کہ کیا ہوا جو یہ شخص اس قدر بپھر رہا ہے۔ لوگوں نے
کہا اسے فلاں شخص نے گالی دی ہے۔ آپ نے فرمایا "چہ خوش!
اس کو دیکھو کہ ایسا تو طاقت ور پہلوان ہے کہ منوں کا تو پتھر اُٹھا لیتا
اور ایک ذرا سی بات کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا" پھر
لافِ سرپنجگی و دعوی مردی بگزار عاجزِ نفس فرومایہ چہ مردی چہ زنے
گرت از دست برآید دہنے شیریں کن مردی آں نیست کہ مشتے بزنی بردہنے

قطعہ

اگر خود بر درد پیشانیِ پیل نہ مرد است آں کہ دروے مردمی نیست
بنی آدم سرشت از خاک دارند اگر خاکی نباشد آدمی نیست

ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ لوگ از کار رفتہ مخربِ اخلاق، فحش کتابیں
بڑے شوق سے پڑھتے ہیں، اُن میں دل بھی خوب لگتا ہے لیکن
کبھی بھول کر بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسے لٹریچر کا کیسا اثر ہوتا ہے
یہ ممکن ہے کہ سرسری طور پر ایسی کتابیں پڑھی جائیں اور ہم یہ کہہ کر اپنے
دل کو تسلی دے لیں کہ ایسی فضول باتیں دل میں جمتی کب ہیں لیکن
اُن کو خبر نہیں کہ وہ نامعلوم طور پر کچھ نہ کچھ اپنا زہریلا اثر دل پر

ضرور چھوڑ جاتی ہیں۔ ایسی کتابیں جن میں سوائے زبان کے
چٹخارے کے واقعات کی کچھ بھی اصلیت نہ ہو انسان کی زندگی
کے متعلق بچوں کے دلوں پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں یعنی انسانی
زندگی اُن کی نظروں میں لغو، بیہودہ اور جھوٹے واقعات کا ایک
طومار معلوم دیتی ہے اور یہ کیسی بُری رُوداد ہے جس کی بُنیاد ایسی
کتابوں کے پڑھنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ خیالات وہ جمائے جاتے ہیں
جن کی کچھ اصلیت نہیں۔ باتیں وہ کہی جاتی ہیں جن کا سر نہ پیر۔ پھر
مُضر اثر نہ ہو تو کیا ہو۔ اس لیئے مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ بچوں کا
قیمتی وقت اچھی اچھی کتابوں کے پڑھنے میں صرف ہو جن سے
وہ ایسی عمدہ اور قابلِ قدر معلومات حاصل کرسکیں جو آگے چل کر
اُن کے کام بھی آسکے کیوں کہ زندگی کا زمانہ بہت مختصر اور
محدود ہے۔ ہم کو ایک ایک لمحے کی قدر کرنی چاہیئے۔ ایسی حالت
میں کون ایسا احمق ہے کہ اپنے بیش قیمت وقت کو یوں ضائع کرے
اگر تم دنیا میں کچھ نام و نمود پیدا کرنا چاہتے ہو تو وقت کی قدر کرو
اور اس دولت کو ضائع نہ ہونے دو اور جس قدر ممکن ہے جو کچھ
سمیٹنا ہے سمیٹ لو۔ پھر خدا جانے مہلت ملے یا نہ ملے۔ موجودہ
وقت کو بسا غنیمت جانو۔

رباعی (حالی)

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارا پر تجھ سے بگڑنے کا نہیں ہے یارا
ہو جائے گر ایک تو ہمارا ساتھی پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا

بیجوں کی ایک بات یہ تو تم دیکھو کہ خدا نے اُن میں کیسی برکت رکھی
ہے۔ گیہوں کے صرف ایک دانے سے تیس سے لے کر ساٹھ اور
اور بعض وقت سو دانے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ سُورج مکھی کے
ایک بیج سے چار ہزار بیج پیدا ہوتے ہیں۔ تھسِل ایک قسم کی
کانٹے دار گھانس ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاں کُتّا گھانس۔ اُس کے
صرف ایک بیج سے ایک ہی موسمِ گرما میں چالیس ہزار بیج نکلتے ہیں
گیہوں کے ایک ہی دانے کو اگر ہم بو دیں اور پھر اُس کی پیداوار
دوبارہ سہ بارہ اور اسی طرح مسلسل پانچ سال تک بوتے رہیں
تو گیہوں کا اٹم ایک پہاڑ کی برابر ہو جائے گا اور بہت احتیاط سے
شمار و اعداد کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی سے ہم تمام روئے زمین کے
ہر مربع گز پر تین دانے ڈال سکیں گے اور اگر دس سال تک
ہم یہی سلسلہ جاری رکھیں تو پھر نہ صرف تمام روئے زمین خشکی
اور تری دونوں بلکہ تمام سیّاروں اور سورج کے گرد جو متعدد
دنیائیں ہیں جن میں سے بعض ہمارے کُرۂ ارض سے ہزارہا
گُنی بڑی ہیں سب کو زراعت سے ڈھک دیں گے۔ اب تم دیکھو
کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے اناج کے بیجوں میں بڑھوتری کی
کیسی بے نظیر اور کثیر قوّت رکھی ہے۔ یہ عجیب قدرت کے کھیل ہیں
یہی حال ہمارے الفاظ اور ہمارے خیالات کا ہے۔ وہ دوسروں
پر اس طرح اثر ڈالتے ہیں گویا ہم نے اُن کو دلوں میں بو دیا اور

پھر آگے چل کر یہی خیالات منتقل ہو کر دوسروں میں نشو و نما پاتے اور خیالات جیسے بھی کچھ ہوں، اچھے یا بُرے، ہر شخص کی زندگی میں کامیابی یا ناکامیابی کا اثر دکھلاتے ہیں۔ یہی حال کُتب بینی کا ہے۔ جیسی کتاب ویسا اُس کا اثر اور یہ اثر بھی ہمارے کاموں میں ظاہر ہوتا رہتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ بطورِ مثال، فرض کرو کہ ہم نے کچھ نسخے کلامِ مجید کے حسبۃً للہ تقسیم کیئے وہ لوگوں میں پھیلے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قرآنِ پاک کے اثر سے ایک شخص ایمان لے آیا۔ اب یہی نومُسلم اپنی برادری میں اس تعلیم کو پھیلائے گا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر شخص اُس کی ترویج میں کوشاں ہوگا تو غور تو کرو کہ یہ سلسلہ کہاں سے کہاں پونچے گا۔ اس کا نیک اثر جب تک دنیا قائم ہے سال بسال بڑھتا ہی جائے گا۔ اس کارِ خیر کا جس کے کہ تم بانی ہو، دیکھنا کہ تم کو اس کا کیا ثمرہ (ثواب) ملتا ہے۔ اب دیکھ لو کہ تمھارے ایک ذرا سے کام نے کتنا بڑا کام کیا۔ پس ہمارا ہر قسم کا کام ایک حدِ خاص پر پونچ کر ٹھیر نہیں جاتا بلکہ اُس کی لہریں دُور دُور کی خبر لاتی ہیں اور اس طرح فیض رسانی کا دروازہ کُھلا رہتا ہے۔ صدقے جائیے اُس کے اکرام کے اور یہی حال اس تصویر کے دوسرے رُخ کا ہے جو محتاجِ بیان نہیں۔ بیج کے متعلق ایک اور بات یاد رکھنے اور پلّے باندھنے کے قابل ہے کہ بیج میں جو قوّت روئیدگی ہے جیسے ایک قسم کی جان

یا روح کہہ سکتے ہیں وہ باوجود سیکڑوں برس گزر جانے کے بھی نہیں مرتی - یہ بات صرف زبانی ڈھکوسلا نہیں بلکہ متعدد تجربوں سے پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے - مصر کے ملک میں، صدیاں گزریں کہ بڑے بڑے اہرام[1] بنائے گئے جن کا شمار دنیا کے سات عجائبات میں سے ہے اور جو مُردوں کی یادگاریں بنائے گئے ہیں -

مصریوں کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بادشاہ مرجاتا تھا تو اُس کو دفن نہ کرتے بلکہ اُس کے پیٹ کی آلایش صاف کر کے طرح طرح کے مسالے لگا کر نعش کو خشک کر لیتے تھے اور کفن میں لپیٹ کر رکھ دیتے - ایسے مُردے ممی کہلاتے تھے - نعش کے ساتھ ہی بعض اوقات اناج کے کچھ دانے بھی کفن اور پٹیوں میں لپیٹ کر رکھ دیتے تھے - ایسی نعشیں ڈھائی ڈھائی ہزار برس کے بعد

[1] ایک پختہ اور سنگ بست راؤٹی کی شکل کی عمارت جو اوپر سے تکونی ہوتی ہے اور جڑ میں چوکون - قدیم زمانے میں قبروں پر اسی شکل کے مقبرے بنائے جاتے تھے - اس قسم کی تعمیر کے بہترین نمونے اہرام مصر ہیں جو بادشاہانِ وقت کی قبروں پر بنائے گئے ہیں - سب سے عمدہ سلسلہ قاہرہ کے پاس غیزہ میں ہے - سب سے بڑا اہرام جو چاپ یا خوفو بادشاہ کی قبر پر بنا ہے دنیا کی سات عجائبات میں سے ایک ہے - جس کی بلندی ابتداءً (۴۸۱) فیٹ اور چبوترہ (۷۵۶) فیٹ مربع تھا - اس کے سالِ تعمیر کے متعلق مختلف روایتیں ہیں - زمانۂ تعمیر ۳۷۳۵ قبل مسیح سے لے کر ۳۲۳۳ تک بتلایا جاتا ہے -- ۱۲

نکلی ہیں اُن کے ساتھ گیہوں کے دانے بھی جوں کے توں نکلے۔
اُن کو بویا تو برابر اُگے اور ایسے اُگے جیسے کہ تازہ فصل کا دانہ ہو
گیہوں میں جو قوّتِ تولید تھی وہ باوجود امتداد زمانے کے فوت نہیں
ہوئی۔ چند سال گزرے کہ انگلستان میں ایک عجیب و غریب
واقعہ پیش آیا جو سُننے کے قابل ہے کہ ڈارچسٹر میں کچھ مزدور کھدائی
کے کام میں لگے ہوئے تھے' اُن کو تیس فیٹ کھودنے کے بعد
دفعتہً ایک نعش ملی جو کسی مرد کی تھی جس کے ساتھ کچھ سکّے بھی
دفن تھے۔ سکّوں کے سنوں سے معلوم ہوا کہ اسے مرکر ستّرہ
سو برس ہوئے تھے۔ اس کے معدے میں کافی مقدار رس بھری
کے بیجوں کی جوں کی توں موجود تھی۔ جس سے قیاس کیا جاتا ہے
کہ رس بھریاں کھانے کے تھوڑی دیر بعد وہ مرگیا ہوگا' لیکن
معدے کی رطوبت نے بیجوں پر ذرا بھی اثر نہیں کیا۔ تجربے کے
طور پر ان بیجوں کو ہارٹی کلچرل گارڈنز (نباتاتی باغات)
میں بو دیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ ستّرہ سو یا اس سے بھی کچھ زیادہ
مدّت کے بعد یہ بیج اُگے اور تھوڑے ہی دنوں میں رس بھریاں
لدگئیں اور ایسا معلوم دیتا تھا کہ یہ بیج گزشتہ موسم کے ہیں جا بجا سے
پھیک اُٹھے۔ گو یہ بیج ایک عرصہ دراز تک دفن رہے اور ان کو
مردہ ہوجانا چاہیئے تھا مگر مشاہدے اور تجربے نے ثابت کر دیا
کہ جان باقی ہے اور کسی حال میں جان کو فنا نہیں۔

ہماری باتوں میں بھی اسی قسم کی جان ہے جس کو فنا نہیں۔ ہمارے منہ میں جو کچھ آتا ہے ہم جلدی ہیں کہہ اٹھتے ہیں مگر ؏ منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات۔ وہ پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے۔ ہماری باتوں میں بھی غیر متناہی زندگی ہے۔ تم کو خود بھی غالباً کبھی ایسا اتفاق پیش آیا ہوگا کہ تم سے کوئی شخص ناواجب سختی سے پیش آیا ہوگا تو اُس کی بات دل میں گڑ گئی ہوگی اور باوجود مہینوں یا شاید برسوں گزر جانے کے بعد بھی وہ بات نہ بھولی ہوگی بلکہ اس طرح یاد ہوگی جیسے کل کی بات۔ یہ بات اور ہے کہ کہنے والے نے بے دھڑک کہہ دیا ہو اور اُس کے دل سے وہ کلمے کلام محو ہو گئے ہوں مگر تمھارے دل پر اُس کی چوٹ ہے اور جب خیال آجاتا ہے تو اُس کی بدسلوکی سوہانِ روح ہو جاتی ہے ؎

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامٌ[1]
وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

یہی حال شفقت اور مہربانی کی باتوں کا ہے۔ جب کبھی کوئی شخص پیار اور محبت سے پیش آیا اُس کا سلوک یاد رہ جاتا ہے۔ اَلْاِنْسَانُ عَبِيْدُ الْاِحْسَانِ[2]۔ جو کوئی حسنِ سلوک سے پیش آیا، وہ بھول بھی گیا ہوگا کہ نیکی کن بدریا انداز۔

[1] برچھی کا زخم بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم (کبھی نہیں) بھرتا۔
[2] انسان تو احسان کا غلام ہے۔ ۱۲

یہ تو اُس کی معمولی بات اور واخلِ عادات تھی، مگر تمہارے دل پر اُس کی مہربانی اور شفقت کا گہرا نقش ہے اور جب اُسے دیکھتے ہو جُھک جاتے ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "میٹھے بول کبھی مرتے نہیں"۔

نظم

(۱) مہربانی کے چھوٹے چھوٹے لفظ — بخش دیتے ہیں دل کو کیا فرحت
مُسکراہٹ ذرا سی، دیکھو تو — کیسی ہوتی ہے مایۂ راحت

(۲) مہربانی کے چھوٹے چھوٹے کام — جن پہ آتی نہیں ہے کچھ لاگت
جس جگہ ان کا دم ہے ناموجود — زندگی بے مزا ہے، بے راحت

(۳) مہربانی کے چھوٹے چھوٹے کام — درحقیقت ہیں گوہرِ شہوار
ہیں یہ انمول، بے بہا ہیں یہ — نظر آتے ہیں گرچہ بے مقدار

کوئی پچاس برس کا ذکر ہے کہ سکول کے میدان میں کچھ بچّے کھیل رہے تھے۔ اُن میں ایک لڑکا بڑے چھچلے مزاج کا اور بے انتہا شریر تھا۔ کسی بات پر بگڑ گیا۔ اور ایک لڑکے کو کھیل ہی کھیل میں دھم کے ایک ایسی لات رسید کی کہ اُس بے چارے کے گھٹنے کی چپنی پر اس زور سے لگی کہ وہ تلملا گیا۔ بات تو معمولی تھی مگر بُرا وقت کہہ کر نہیں آتا۔ چوٹ اس گھڑی کی لگی کہ پاؤں ٹیک نہ سکتا تھا اور ساری عمر کے لیے لنگڑا ہو گیا۔ اسی طرح بُری باتوں کا بھی دل پر دوامی اثر ہو جاتا ہے جو مدت العمر مٹائے نہیں مٹتا۔

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود — دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

بعض وقت ہم دل شکستہ ہو جاتے ہیں کہ باجود نیکی کرنے کے بھی اُس کا معاوضہ ملتا ہے بدی - لیکن یاد رکھو کہ "نیکی نیک را بدی بدرا" تم بڈھے ہو جاؤ اور خاک بدہنم مر بھی جاؤ اور تمھاری نعش گل سڑ کر راکھ بن کر اُڑ جائے مگر تمھاری نیکیاں اور اُن کے تذکرے تمھارے بعد بھی زندہ و برقرار رہیں گے - ۵

تمھیں کہتا ہے مردہ کون؟ تم زندوں کے زندہ ہو
تمھاری نیکیاں باقی تمھاری خوبیاں باقی

(۲۹) بونا (موسمِ بہارِ زندگانی)

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ[1]

جو بوئیں گے تخمِ محبت کو ہم بہت جلد لائے گا یہ برگ و بار
نا اتفاقی کا بوئیں گے بیج شجر ہو کے ہم کو کرے گا وہ خوار
جو تخمِ صداقت کو بویا تو خوب کریں گے فراہم زرِ بے شمار
اگر جھوٹ کا بیج بویا تو پھر پھنسے گی مصیبت میں یہ جانِ زار

بہر حال جو کچھ کہ بوئیں گے ہم
ہمیں اُس کا پھل دے گا پروردگار

برسات کا موسم بھی عجب بہار کا موسم ہوتا ہے جدھر دیکھو تر و تازگی، ہرے بھرے درخت، لہلہاتی ہوئی کھیتی، بھیگی بھیگی ٹھنڈی روح افزا ہوا - دیہات میں نکل کر دیکھو! بھینی بھینی

[1] دنیا جو ہے وہ آخرت کی کھیتی ہے - یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی - ۱۲

پھوار پڑ رہی ہے کسان کھیت جوت رہے ہیں۔ کوئی بیج چھڑک رہا ہے کوئی ڈال چکا۔ پرانا طریقہ تخم پاشی کا یہی ہے کہ جھولی میں بیج بھر لیئے اور گردن میں ڈال لی اور جتے ہوئے کھیت میں مٹھی بھر بھر کر بکھیر دیئے۔ یورپ میں سب کام مشینوں سے کیئے جاتے ہیں اس کی بھی مشین ہے۔ یہاں ہل میں بیل جتتے ہیں، وہاں گھوڑے۔ ہم جو کام سارے دن میں مر مر کر بہ ہزار مشکل کریں وہاں پلک جھپکانے میں ہو جاتا ہے۔ غرض عجب رونق اور چہل پہل کا سماں ہے۔

نظم۔

وہ دیکھو اُٹھی کالی کالی گھٹا　　ہے چاروں طرف چھانے والی گھٹا
گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی　　ہوا میں بھی اک سنسناہٹ ہوئی
گھٹا آن کر مینہ جو برسا گئی　　تو بے جان مٹی میں جان آ گئی
زمیں سبزے سے لہلہانے لگی　　کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی
جڑی بوٹیاں پیڑ آئے نکل　　عجب بیل بوٹے عجب پھول پھل
ہر اک پیڑ کا اک نیا ڈھنگ ہے　　ہر اک پھول کا اک نیا رنگ ہے
یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا　　کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا
جہاں کل تھا میدان چٹیل پڑا　　وہاں آج ہے گھانس کا بن کھڑا

ہزاروں پھُدکنے لگے جانور
نکل آئے گویا کہ مٹی کے پر

اے لڑکے لڑکیو! عمر کے اعتبار سے تمہارے لیئے یہی موسم بہار ہے

یہ زمانہ تمھاری بے فکری اور بےغم ہونے کا ہے۔ تمھیں کسی بات کی فکر نہیں۔ تمھاری نئی پَود کا یہ زمانہ طیاری کا ہے۔ تمھارا طرزِ عمل صاف بتلا دے گا کہ آگے چل کر تم کیسے اُٹھو گے۔ "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" "پُوت کے پاؤں پالنے ہی میں معلوم دیتے ہیں"۔ جس طرح ایک کسان زمین کو خس و خاشاک سے پاک صاف کر کے ہموار کرتا اور جوتتا بوتا ہے اسی طرح تمھارے ماں باپ نیک صلاح دیکھ ریکھ، نگرانی، تربیت اور تعلیم سے تمھارے دل و دماغ کو درست کرتے ہیں۔ کیوں کہ تم اُن کی کھیتی ہو۔ اُن کی بہت سی توقّعات تم سے وابستہ ہیں۔ وہ متوقّع ہیں کہ تم خوب پھلو پھُولو یعنی یہ کہ اچھی اور عمدہ فصل تم سے ہاتھ آئے۔

جس طرح موسمِ بہار بونے کا موسم ہے اسی طرح بچّوں کی تعلیم اور تربیت کا زمانہ بھی بچپنا ہی ہے۔ شہر والے ایسے بہت سے بچے ہیں جو گیہوں اور جو میں تمیز نہیں کر سکتے۔ وہ بھو نرے میں پلتے ہیں۔ پہلے زمانے کے امرا ایسے بھولے تھے کہ وہ خُشکے کا درخت ڈھونڈتے تھے۔ اچھّا اگر تم کو تخم پاشی کو بھیج دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ تم کہیں کا کہیں بیج ڈال دو۔ گیہوں کی جگہ جُوار بو دو اور جُوار کی جگہ باجرا۔ پس اس ناواقفیت کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم تجربہ کاروں سے مدد لیں جو جہاں دیدہ ہیں۔ نشیب و فراز خوب جانتے ہیں زمانے کا گرم و سرد دیکھ چکے ہیں۔ تمھارے

والدین سے بڑھ کر تمھارا بھی خواہ اور کون ہو سکتا ہے وہ وہی بات بتلائیں گے جو تمھارے حق میں بہتر ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ کون سی بات کرنے کی ہے اور کون سی نہیں۔ پس والدین کا بڑا اور موقت فریضہ یہ ہے کہ اوائلِ عمر میں جو بونے کا زمانہ ہے اسی میں تم کو امورِ ضروری کی تعلیم دیں اور بخوبی تربیت کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم غلط رستہ اختیار کرو اور بحالتِ نادانستگی کسی گڑھے میں جا پڑو اور لبقیۃ العمر اُس کا خمیازہ بھگتتے رہو۔ کیوں کہ ہر شخص جو بوئے گا وہی کاٹے گا بھی۔

جس بچے نے گھر سے باہر نکل کر زندگی کا تجربہ نہ کیا ہو وہ کیا جان سکتا ہے کہ کس موسم میں کیا اور کس طرح بوتے ہیں اور کون سی زمین کس قسم کی کاشت کے لیئے موزوں و مناسب ہے۔ دیہات کے رہنے والے بھی بعض وقت مغالطے میں پڑ جاتے ہیں اور نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اس کھیت میں کیا بویا ہوا ہے۔ کسی کسان کے گیہوں کے کھیت میں اُس کے کسی دشمن نے شرارت سے جنگلی گھانس کے بیج ڈال دیئے۔ کھیت والا بے چارہ خالی الذہن بے خبر محض۔ جب کونپلیں پھوٹیں اور کوئی چار چار انگل زمین کے اوپر آئیں تب آنکھیں کھلیں اور وہ جان گیا کہ یہ کام کسی حریف کا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ ہم بھلائی کرنے جاتے ہیں۔ بیچ میں شیطان اپنی ٹانگ اڑا دیتا ہے اور ہمارے دل میں ایسے

بُرے خیالات ڈالتا ہے کہ جن کی بدولت مٹی خوار ہو جاتی ہے۔ اس لیئے ضرور ہوا کہ جو بیج بویا جائے وہ اپنی جگہ اچھا ہو کیڑا لگا ہوا یا اُترا ہوا نہ ہو۔ اگر بیج اچھا ہے تو پھل اچھا اور جو بیج ہی برا ہے تو پھل ضرور بُرا ہوگا۔ بعض وقت ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بچے دوسروں کی ریس کرنے لگتے ہیں۔ لیکن تمھارے والدین اُن کی ریس سے تم کو روکتے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ بُرے کام کا انجام بُرا۔ مگر تم کو اُن کی یہ بات ناگوار ہوتی ہے اور اپنے دل میں ناراض ہوتے ہو کہ فلاں کا لڑکا تو یوں مزے اُڑاتا ہے اور ہمارے امّاں باوا بات بات پر روک ٹوک کرتے ہیں۔ ہم بھی ایسا ہی سمجھا کرتے تھے۔ میں بھی اپنے والد کی گرفت کو ناجائز سختی سمجھتا تھا اور یہ خیال ہوتا تھا کہ ان کو مجھ سے محبت نہیں، جب ہی تو ہر بات پر روکتے ٹوکتے رہتے ہیں لیکن جب میں بڑا ہوا اور سمجھ آئی تب قلعی کُھلی۔ اُن آزاد منش اور خودمختار لڑکوں کو میں نے دیکھا کہ خودسر اور آوارہ نکلے۔ بعضوں نے اپنے ناشائستہ کردار سے ماں باپ کا ناک میں دم کر دیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کا روکنا حق بجانب تھا جس کا نفع آج مجھے مل رہا ہے ورنہ میں بھی یوں ہی خدائی خوار مارا مارا پڑا پھرتا۔ مختصر یہ کہ دنیا میں وہی کام کرنا چاہیئے جس کا انجام بخیر ہو۔ کام کرنے کے عادی بنو۔ کاہلی اور آرام طلبی سب سے بُری بلا ہے۔ جو کچھ تم پڑھو یاد رکھو۔ جو بزرگ کہیں سُنو اُس پر

عمل کرو - تعلیم و تربیت کا ہر کام گویا ایک تخم ہے جو تمھارے دل کی کیاری میں ایک پختہ کار بزرگ ڈالتا ہے - بیج کے بار آور ہونے کے لیئے زمین کا اچھا ہونا بھی ضرور ہے - بعض زمینیں ایسی سنگلاخ ہیں کہ بیج ڈالتے ہی جل جاتا ہے - ؎

زمینِ شور سُنبل بر نیارد
درو تخمِ عمل ضائع مگرداں

اور برخلاف اس کے بعض زمینیں ایسی ہیں کہ بیج ڈالنے کی دیر ہے کہ بھبک اُٹھتا ہے - دیکھو بیج تو ایک ہی تھا یہ تاثیر زمین کی تھی کہ ایک جگہ اُگا اور دوسری جگہ جل کر رہ گیا - جس زمین میں صلاحیت ہوتی ہے یعنی وہ طبائع کہ جن میں مادّہ قبولیت کا ہو اُن میں کامیابی حاصل ہوتی ہے - خوب پھلتا پھُولتا ہے اور ایک بیج سے تیس، ساٹھ، بلکہ سو تک دیکھ لو - جو لڑکے سخن شنو نہیں اور اپنی راہ چلتے ہیں اُن کو نصیحت بے کار ہے - ؎

آہنے را کہ موریانہ بخورد ۔۔۔ نتواں بُرد ازو بہ صیقل زنگ
با سیہ دل چہ سُود گفتن وعظ ۔۔۔ نرود میخِ آہنی در سنگ

اگر تمھاری زندگی کی فصل ہری بھری اور لدی پھندی رہی تو اس کو اپنے بزرگوں کی نصائح کا ثمرہ سمجھو اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمھاری سعادت مندی بھی اُس میں شامل ہے کیوں کہ بیج ڈالنے والا تو بیج ڈال کر فارغ ہو جاتا ہے آیندہ کی سنبھال

خود تمھارے ہاتھ میں ہے۔

(۳۰) کاٹنا (درو کا زمانہ)

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

نہیں ہم کو معلوم کیا بوئیں گے — کہ ہے حالِ آئندہ رازِ نہاں
محبت محبت کا بدلہ ہے اور — تنفّر تنفّر کا بدلہ ہے یاں
بدی اور نیکی کے بیجوں کو ہم — یونہیں پھینک دیتے ہیں جا بجا جہاں
مگر خرمنِ آخرت ہے ضرور — بُرا یا بھلا پھل ملے گا وہاں

بہرحال جو کچھ بھی بوئیں گے ہم
ہمیں اُس کا پھل دے گا پروردگار

پچھلے مضمون میں ہم انسان کی زندگی کے موسم بہار کی بہار دکھا چکے ہیں جس میں جوتنے بونے یعنی کرنے دھرنے کا بیان تھا اب فصل کی طیاری اور اُس کے درو کا حال سُنو۔ موسم بہار کا بیان سراپا خوش گوار تھا۔ نسیم سحری کے جھونکے۔ چڑیوں کا درختوں پر چہچہانا اور پھُدکنا اُن کے سُریلے نغمے۔ ؏

يُقَدِّسُوْنَ لَهٗ بِالْخَفِيِّ وَالْاِعْلَانِ
يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

[۱] تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی (ہوگی)، وہ اُس (نیکی) کو (بچشم خود) دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی (ہوگی) وہ اُس (بُرائی) کو (بچشم خود) دیکھ لے گا۔ [۲] ظاہر و باطن ہر طرح کی تقدیس اُن کرتے ہیں اور صبح و شام اُس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ ۱۲

اور سب سے بڑھ کر ہر چیز میں تروتازگی کچھ عجب لطف دکھلاتی ہے:

نظم

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے گلشن میں
کہ جس کے جھونکوں سے بشاش ہو دلِ بیمار
وہ جھوم جھوم کے آنا گھٹا کا ہر سو سے
وہ شاخ سرو پہ آنا وہ قمریوں کی پکار
وہ بار بار پپیہوں کا پی کہاں کہنا
وہ کوئلوں کا درختوں پہ کوکنا ہر بار
وہ سبز سبز ہیں ہر سمت برگہائے درخت
گمان جس پہ زمرد کا ہوتا ہے ہر بار
کہیں ہے جوہی کہیں موتیا کہیں بیلا
کہیں گلاب کہیں نسترن کہیں ہے چنار
عجیب فصل ہے برسات کی بھی صلِّ علیٰ
درود پڑھنے کے قابل ہے صنعتِ غفّار

اس دنیا کو دیکھو کہ ہزاروں برس کی تو بڑھیا مگر نت نئی جوان کیوں کہ آئے دن ولادت اور موت کا بازار گرم ہے۔ بڈھوں کی جگہ جوان برابر لیتے چلے جاتے ہیں۔ دس مرتے ہیں تو دس پیدا ابھی ہوتے ہیں۔ یہی تانتا چلا جاتا ہے۔ پرانا لباس ادھر اتارا اُدھر نیا لباس زیبِ تن۔ دنیا کیا ہے چوتھی کی دلہن

گرمیوں میں فصل طیار ہو جاتی ہے۔ کھیت وصافی پوشاک اُتار کر زعفرانی[۱]
جوڑا پہن لیتے ہیں۔ غنچے اور کلیاں کھل کر مشامِ جاں کو معطر کرتی ہیں
جدھر دیکھو درخت تازہ لدے پھندے، ٹہنیاں جھکی جھکائی زمین پر
لوٹ رہی ہیں۔ درخت ہوا کے جھونکوں سے پڑے جھول رہے
ہیں یا اپنے حُسنِ خداداد پر جھُوم رہے ہیں۔ کھیتیاں پک کر لہلہا
رہی ہیں گویا خوانِ نعمت بچھا ہوا ہے۔ چشم براہ ہیں کہ کٹیں اور لوگ
پیٹ بھر لیں۔

نظم

واہ کیا پُر فضا ہے صبحِ بہار — واہ کیا دل فریب ہیں اشجار

ہر طرف ہیں شگفتہ لالہ و گل — ہے چمن پر غضب کا آج نکھار

شاخِ گل پر ہے بلبلوں کا ہجوم — کر رہی ہیں ستائشِ غفار

کیا ہے پُر درد نالۂ قمری — کیسے دلکش ہیں نغمہ ہائے ہزار

کہیں طوطی کی پیاری پیاری صدا — کہیں وہ نالہ ہائے بلبل زار

کیا ہی دلکش ہے صبح کا عالم — رشکِ جنت ہے تختۂ گلزار

ہر طرف طائرانِ خوش الحاں — شادمانی کا گا رہے ہیں ملہار

جس طرف دیکھو پُر فضا ہے سماں — جس طرف دیکھو سبز ہیں اشجار

کہیں بیلا چمیلی جوہی ہے — کاسنی کیتکی کہیں ہے چنار

کہیں شبّو کہیں گلاب کے پھول — کہیں نسرین و نسترن کی بہار

۱؎ یعنی پک کر زرد ہو جاتے ہیں ۱۲

کیسے سرسبز ہیں یہ برگ و شجر — کیسے شاداب ہیں گل و گلزار
نہ کہیں پر خزاں کا نام و نشاں — باغ سیراب سبز ہیں اشجار
چل رہی ہے نسیم عنبر بیز — جس سے بشاش ہے دلِ بیمار
واہ کیا دل فریب منظر ہے
واہ کیا پُر فضا ہے صبحِ بہار

یہی تغیر حالات انسان کی زندگی میں بھی ہے۔ بچپنا تو کسی شمار قطار میں نہیں کہ بچہ دوسروں کا محتاج رہتا ہے۔ جوانی دیوانی موسم بہار ہے۔ ساری اُمیدیں جوانی ہی سے وابستہ ہیں۔ رباعی

طفلی گزری شفیق جوانی گزری — راحت ہوئی ختم شادمانی گزری
لو آگیا موسم خزانِ پیری — لو فصلِ بہارِ زندگانی گزری

جوانی کے بعد بڑھاپا ہے جو زندگانی کی آخری فصل ہے۔ رباعی

طفلی نہ رہی کہ تھی وہ جانے والی — کیا رہتی جوانی تھی مٹانے والی
پیری کو رشید بس غنیمت سمجھو — اب فصل نہیں ہے کوئی آنے والی

آخر فنا آخر فنا! — نظم

سرائے دنیا ہے خوف کی جا — ہر ایک کا کوچ دم بدم ہے
رہا سکندر یہاں نہ دارا — ہے فریدوں نہ اور جم ہے
مسافرانہ ٹکے ہو اُٹھو — مقام فردوس ہے ارم ہے
سفر ہے دشوار خواب کب تک — بہت بڑی منزلِ عدم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو — اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

سُرورِ عیش و نشاطِ عشرت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے

ملال و رنج و غم و مصیبت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے

غرور و تمکین و کبر و نخوت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے

نسیم جاگو کمر کو باندھو — اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

قیامِ عمرِ دو روزہ جانی — کبھی نہیں ایک قاعدے پر

تعلقِ عیشِ زندگانی — کبھی نہیں ایک قاعدے پر

جو چار دن ہے وفورِ راحت — تو بعد اس کے غم و الم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو — اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

(پنڈت [illegible] نسیم)

ہماری عمر جوں جوں بڑھتی جاتی ہے دُنیا کے کھٹراگ بھی اُسی مناسبت سے زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ ذمّہ داریوں اور تفکّرات سے کوئی بشر خالی نہیں۔ غرض یہ کہ روز بروز ہم پر بارِ گراں مسلّط ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہماری مثال اُس کسان کی سی ہے جو رات دن کھیت کی حفاظت میں گُتھا رہتا ہے، سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ مچان پر چڑھا بیٹھا دن بھر چڑیوں کے جھنڈ اُڑایا کرتا ہے۔ رات کو شبنم میں بھیگتا اور دن کو چلچلاتی دھوپ میں جب کہ چیل انڈا چھوڑتی اور جس سے ہرن کالے پڑ جاتے ہیں ساری کی ساری اس غریب کے سر پر سے جاتی ہے اور چوٹی کا پسینہ ایڑی میں اُترتا ہے تب کہیں جا کر فصل ہاتھ آتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ محنت بغیر کچھ کام نہیں ہوتا۔ ایک ماہرِ فنِ نباتات کا

قول ہے، جس کی ساری عمر اسی اُدھیڑ بن میں گزری کہ نباتات کی کوئی
ایک لاکھ قسمیں اُس کی نظر سے گزری ہیں۔ جس پودے کو دیکھو
اُس کا تخم جدا۔ وضع قطع الگ۔ جب اُس کا بیج بوؤ تو وہی چیز دیکھ لو
جس کا کہ بیج ہے۔ یہ نہیں کہ گیہوں سے جَو یا آلو سے شلغم اُگ آئیں
آم کے درخت میں کبھی کسی نے سیب ہوتے دیکھا ہے۔ ؎

گندم از گندم بروید جَو ز جَو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

اسی طرح جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ جو تم بوؤ گے وہی کاٹو گے۔
بالعموم یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ بچپنے میں سب معاف اور جوانی میں
سب روا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ دنیا میں کیا ہم کو بار بار
آنا ہے جو کچھ بہار دیکھنی ہے دیکھ لیں، جو مزہ لوٹنا ہے لوٹ لیں۔ لیکن
میں کہوں گا کہ چوں کہ دنیا میں ہم کو پھر آنا نہیں یہی بڑی وجہ ہے کہ ہم
اچھے عمل کریں۔ پھر وہی بات کہنی پڑتی ہے کہ **میاں!** جیسا بیج
ڈالو گے آگے چل کر سارا کھیت اُسی سے بھر جائے گا اور وہی
تم کو کاٹنا پڑے گا۔ کرو گے تھوڑا اور پاؤ گے بہت۔ ہَوا بوؤ گے
تو بگولہ یا آندھی ثمرے میں ملے گی۔ کام بوؤ عادت کاٹو۔ عادت
بوؤ چال چلن کاٹو۔ چال چلن بوؤ مقدر کا لکھا کاٹو۔

بونے اور کاٹنے یعنی تخم پاشی اور دِرَوِ فصل میں، یا یوں کہو
کہ بچپنے، جوانی اور بڑھاپے میں گو بظاہر ایک بڑا وقفہ ہے لیکن

یاد رکھو کہ کچھ کرنے کرانے کا وقت صرف جوانی ہی ہے اور وہ بہت مختصر
یہ زمانہ آنکھ بند کرتے گزر جاتا ہے، اس طرح کہ تمھیں خبر بھی نہیں ہوتی
بچپنا کھیل کود میں کھویا۔ جوانی غفلت کی نذر کی۔ بڑھاپے میں
کیا خاک کام کر سکو گے۔ جوانی میں دنیا کے دھندے اور بکھیڑے
تمھیں سر کھجانے کی مہلت کب دیں گے۔ تب تم کو افسوس ہوگا
کہ ہائے ہم نے بچپنا مفت گنوایا اے کاش کچھ سیکھ لیتے تو آج
ہمارے ہی کام آتا۔ اسی سوچ بچار میں جوانی نکل جائے گی
اور بڑھاپا آن دبائے گا۔ تب کہو گے کہ ہائے جوانی کے دن بھی
کچھ کرنے کے تھے انھیں بھی ہم نے مفت کھویا۔ یَا لَیْتَ الشَّبَابَ
یَعُوْدُ[1]۔ رہا بڑھاپا وہ تو شامِ زندگی ہے سارا دن جو زٹل قافیوں
اور مزخرفات میں برباد کرے وہ دن غروب ہوتے کیا کر سکتا ہے
دن بھر اونی اونی رات کو چرخہ پونی۔ بڑھاپا آرام لینے کا
وقت ہے یا کام کرنے کا۔ کرنا بھی چاہو گے تو طاقت جواب
دے دے گی۔ ؎

لڑکپن کھیل میں کھویا جوانی نیند بھر سویا
بڑھاپا دیکھ کر رویا ارے نادان ایسی پڑوسی

لارڈ بیکن نے کیا خوب کہا ہے۔ "بڑھاپا آنے تک نیچر کے ذمے
ہمارے بہت سے حقوق واجب الادا ہو جاتے ہیں" لیکن شک نہیں کہ

[1] اے کاش جوانی پلٹ آتی۔ ۱۲

نیچر ہمارے قرضے کی گوڑی گوڑی ادا کر دیتی ہے" قدما کا مقولہ ہے کہ " انصاف کی رفتار زخمی پاؤں والے کی سی ہے" یعنی رینگ رینگ کر چلتا لیکن بالعموم انسان کو بلا ضرور لیتا ہے" یعنی گو شست قدم ہے مگر دیر سویر ہر شخص کے حق میں انصاف ضرور ہوتا ہے پر ہوتا ہے۔ پچھلے بیان میں مَیں کہہ چکا ہوں کہ صرف ایک بیج سے پانچ برس میں ساری رُوے زمین پر تخم پاشی کی جا سکتی ہے۔ مورخین قدیم زمانے کا حال یوں لکھتے ہیں کہ مِصر اور سِیریا کی زمینات بڑی طاقت ور شاداب اور زرخیز تھیں۔ ایسی کہ ایک ہی فصل میں پیداوار سَو گُنی اور بیبلان میں تو دو سَو گُنے تک نوبت پونہچتی تھی۔ پس اگر ہم مصر جیسی زرخیز زمین میں ایک ہی دانہ گیہوں کا ڈال دیں تو آٹھ سال متواتر بونے اور کاٹنے دبشرطیکہ ہمارے پاس کوئی اتنا بڑا کھیت بھی ہو) یعنی اس اُلٹ پھیر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم ڈیڑھ سال سے کچھ اُوپر ہی اُوپر تک ساری دُنیا کی خورش کا غلہ[1] فراہم کر سکیں گے۔ **اَلعَظمۃُ لِلّٰہ**

---

[1] بادی النظر میں یہ بات کچھ بعید القیاس سی معلوم دیتی ہے مگر اس کے مطابق واقعہ ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔ ہماری دلّی میں موٹھ کی مسجد سر بہ فلک کھڑی ہی ہے یہ مسجد مبارک شاہ کے مقبرے کے پاس بہ عہدِ سکندر شاہ ثانی بن بہلول سنہ ۸۹۴ھ ۱۴۸۸ء میں تعمیر کی گئی۔ اس پر کتبہ بھی ہے مگر حروف فرسودہ ہو کر جھڑ جانے سے ناقص ہو گیا اس مسجد کی تعمیر کا قصہ یوں ہے کہ بادشاہ نے رستے میں پڑا ہوا ایک دانہ موٹھ کا پایا اُز

(باقی بہ صفحۂ آئندہ)

گیہوں کی زراعت پھیلانے کے لیئے قطعاتِ وسیع الرّب قبضے کی ضرورت ہو گی اور پھر یہ بھی ہی کہ گیہوں ہر ملک میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ خطِ استوا کے پاس گرمی بہت ہی۔ قطبین میں اس غضب کی سردی ہی کہ پناہ بخدا۔ دونوں جگہ پیدا وار جل جائے گی علیٰ ہذا پہاڑوں کی سطح پتھریلی ہی وہاں اناج اُگ نہیں سکتا اور اسی طرح اور بہت سے اسباب ایسے ہیں کہ زمین کا ہر خطہ روئیدگیِ گندم کے لیئے موزوں نہیں ہی۔ اگر یہ موانع نہ ہوتے تو ضرور دنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک گیہوں ہی گیہوں لہراتا رہتا۔

یہ تو انسان کی اُگائی ہوئی زراعت کا حال ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابدی نجات کے لیئے زمین میں ایک اور نادر پودا لگایا ہی۔ وہ کیا ہی؟ **سچائی** اور **راست بازی** کا پودا ہی یعنی اُس نے اپنے **رسولِ مقبول** کو ہم کو **نجات** دلانے کے لیئے زمین پر بھیجا۔ اُس کی دعوتِ عام ہی وہ **رحمۃ للعالمین** ہی وہ ساری دنیا کو کفر کی ضلالت سے نکال کر **توحید** کا سکہ بٹھانے آیا ہی۔ ہم صدہا برس سے اُس کی **منادی** کا بیج بو رہے ہیں بوتے جاتے ہیں اور کاٹتے بھی جاتے ہیں اور یہ سلسلہ برابر **حضرت**

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ ۔ وزیر کو اُٹھا کر دیا اُس نے عطیۂ شاہی سمجھ کر بو دیا بعد جو پیدا وار ہوئی چند سال تک اُسی کو بوتا رہا جب پیداوار سے کافی روپیہ جمع ہو گیا تو اسی روپیہ سے یہ عظیم الشان مسجد بنی اور ہاں بات بھی یہی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اناج میں بڑی خیر و برکت دی ہی ۔ ۱۲

کی بعثت سے لے کر آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت
جاری رہے گا اور ایک زمانہ خدا نے چاہا تو وہ آنے والا ہے کہ چار
دانگِ عالم میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ڈنکا
پٹ جائے گا۔ اس لیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بونے اور کاٹنے
میں کافی حصّہ لیں۔ اسلام کے پھیلانے میں دل وجان سے
کوشش کریں اور اُس کے سچے دین کی مُنادی کریں تا
کہ نجاتِ ابدی سے خود مستفید ہونے کے علاوہ دوسروں کو بھی
تمتّع حاصل ہو۔

نظم

مکاں سے ہے نہ کچھ ہم کو نہ لامکاں سے غرض
جہاں حضور رہیں ہم کو ہے وہاں سے غرض
تمھارے جلوے کے مشتاق ہیں جہاں ہو نصیب
زمیں سے کام نہ کچھ ہم کو آسماں سے غرض
تمھاری ذات سے مطلب ہے دین و دنیا میں
نہ کچھ یہاں سے غرض ہے نہ کچھ وہاں سے غرض
ہر ایک فصل میں مانندِ سرو ایک ہی رنگ
بہار سے ہے نہ مطلب نہ کچھ خزاں سے غرض
حرم سے کام نہ مطلب ہے دیر سے ہم کو
سرِ نیاز کو ہے تیرے آستاں سے غرض

(۳۱) گیہوں اور بھوسا۔ دھرا کھوٹا الگ)

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ

جو بُرے بھلے کی اٹکل نہ مر اشعار ہوتا ۔ یہ عیب
نہ جزائے خیر پاتا نہ گناہگار رہوتا

مبارک ہو وہ جو صحبت بد سے دور بھاگتا ہو ۔ نہ وہ بدچلنوں کا ساتھ دیتا ہو نہ ذلت کی جگہ بیٹھتا بلکہ اُس کو احکامِ الٰہی سے شغف ہو اور شبانہ روز اسی دُھن میں لگا رہتا ہو ۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور خدا سے ڈرتا ہو تو جانو اُس کے سب کام ٹھیک ہیں اور جو خدا سے نہ ڈرے تو بھی اُس سے سب کو ڈرنا اور ایسوں کی پُرخطر صحبت سے الحذر پکارنا چاہیے ۔ ایک نیک نہاد شخص کی مثال ایسی ہو جیسے ایک درخت جو لبِ جو کھڑا ہو ۔ جس کے پتے بارہ ماس ہرے کبھی مرجھانے کا نام نہیں ہر موسم سر پھلتا پھولتا ہو ۔ درخت کیا ہو سدا بہار ہو کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔

۱ (قیامت کے دن) کچھ لوگ جنت میں ہوں گے اور کچھ دوزخ میں ۲ اُن کی مثال ایک باغ کی سی ہو جو اونچے پر واقع ہو اُس پر پڑا زور کا مینہ تو وہ اپنا دوچند پھل لایا اور اگر اُس پر زور کا مینہ نہ (بھی) پڑا تو (اُس کو) ہلکی پھوار (بس کرتی ہو) اور تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہو ۔ درخت نشیب میں ہوں اور جڑوں میں پانی جمع رہے تو جڑیں گل جاتی ہیں اور درخت بڑھنے پھولنے پھلنے نہیں پاتا اس لیے اونچے پر واقع ہونے کی قید لگائی ۔ ۱۲ منہ ۔

دوہا   ای نرایسی پریت کر جیسی برچھ کرے
دھوپ سہے سر آپنے اَوروں چھاؤں کرے

ایسا شخص بڑا خوش نصیب ہوتا ہی - مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا ہی تو سونا ہو جاتی ہی - اللہ تعالیٰ کا وہ پیارا ہوتا ہی اور وہ اُس کے ہر کام میں برکت دیتا ہی اس قسم کے لوگوں کو گیہوں سمجھو جس سے سب کا پیٹ بھرے لیکن ایک فریق اور بھی ہی اور وہ وہ ہیں جو خدا سے برگشتہ یعنی اپنے خالق سے ہی پھرے ہوئے ہیں ان کی مثال بھوسے کی سی ہی جیسے ہوا کا جھونکا بکھیر دیتا ہی - اس لئے حساب کتاب کے دن یہ لوگ آپ اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو سکیں گے - یہ بہتیرا چاہیں گے کہ ہم بھی متقیوں میں جا ملیں مگر ان پر دھتکار پڑے گی نہ نیکوکار جنت میں جائیں گے اور گنہگار دوزخ میں - یہی دن وہ ہوگا جہاں دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہوگا - اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ - لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ - اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ -

اگر کبھی دیہات میں تم کو جانے کا اتفاق ہوا ہوگا تو تم نے دیکھا ہوگا کہ اناج پر ایک طرح کا غلاف سا چڑھا رہتا ہی جو بھوسا

---

۱ آج ہر شخص کو اُس کے کیئے کا بدلہ دیا جائے گا (اور) آج (کسی پر) مطلق ظلم نہ ہوگا بیشک اللہ حساب کرنے والا ہی - مقدمہ کو دیر تک لٹکائے رکھنا بھی مقدمہ پر ایک طرح کا ظلم ہی اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ سو قیامت میں خدا کی طرف سے اتنا بھی ظلم نہ ہوگا کیونکہ وہ تو سب کا حساب چٹکے بھر میں کر دے گا - ۱۲ (از ترجمہ نذیریہ)

کہلاتا ہے یہ غلاف حفاظت کی ضرورت سے چڑھایا گیا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ دنیا دار الاسباب ہے۔ جب تک ہم دنیا میں رہتے ہیں صدہا قسم کی ضرورتیں آئے دن ہم کو پیش آتی رہتی ہیں جو ہمارے لئے شرطِ زندگی ہیں، جو ہماری زندگی میں مدد اور ہماری وقتی اور عارضی حاجتوں کو پورا کرتی ہیں۔ گو ہم ان حوائج سے قاطبۃً قطعِ نظر نہ کر سکیں مگر اُن میں سے بہت سی اور زائد بھی ہیں۔ اگر ہم اُن میں قصر کر سکیں تو بھی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ گو شاید تھوڑی سی تکلیف ہو تو ہو۔ اصل شئے گیہوں ہے نہ کہ بھوسی۔ گیہوں کا وجود بھوسی پر موقوف نہیں، ہاں بھوسی گیہوں کا جزو ضرور ہے۔

فصل طیار ہونے کے بعد کسان کاٹ لیتا ہے پھر کھلیان میں اناج کو ڈال دیتا ہے اور بیلوں سے رَوندوا کر دانہ الگ اور بھوسا الگ کرتا ہے۔ دانے کو بھوسے وغیرہ سے جدا کرنے کے لئے کُچلنا اور رَوندنا اور ڈنڈوں سے جھاڑنا ضرور ہے۔ کیا اس طرزِ عمل سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ فصل کو نقصان پونہچانا یا ضائع کرنا مقصود ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ صاف ستھرا اور خالص اناج ہاتھ آجائے۔ اسی طرح دنیا میں جب تک تکلیف نہ اُٹھاؤ آرام کا ملنا محال ہے۔ نہ بلا محنت اور ریاضت نفسانی کے کسی شخص کو مرتبہ قبولیت کا حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آزمایش میں ڈالتا اور طرح طرح کی تکالیف اور مصائب سے ہمارے صبر و استقلال

اور خدا پر بھروسے کو آزماتا ہے تاکہ ہم اُس کے امتحان میں پورے اُتریں اور جو کھوٹ کسر ہم میں ہے نکل جائے اور ہم سے بُرائیاں اِسی طرح دُور ہو جائیں جیسے کسان گیہوں کو پھوٹک پچھاڑ کر پاک صاف کر کے کوٹھی میں ڈالتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی آزمایش میں ہم پورے اُترتے ہیں تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا بڑا بھاری اجر دیتا ہے۔ دیکھو وہ احکم الحاکمین کیا ارشاد فرماتا ہے:۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں جسے کم و بیش تردد و افکار

۱؎ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے اور (اے پیغمبر) صبر کرنے والوں کو (خوشنودی خدا اور کشایش کی) خوش خبری سنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حالت میں چاہے رکھے) اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دے گا) یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہِ راست پر ہیں۔ ۱۲

دامن گیر نہ ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُس کی سرکوبی کے لئے ایک عمدہ ذریعہ ہے ورنہ حضرتِ انسان آسمان پھاڑ کر تھگلی لگانے میں کمی نہ کرتے۔ ؎

اس جبر پہ تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

بچے بظاہر بے فکر نظر آتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں تو اُن کی بساط کے موافق وہ بھی فکر سے خالی نہیں۔ ہاں بڑوں کو بڑے بڑے تردّدات ہیں۔ ناکامیابیاں اور ناموافق اسباب قدم قدم پر اپنی ڈراؤنی شکل دکھاتے ہیں۔ انسان کا یہ حال ہے کہ ذرا سی فلاح ہوئی بغلیں بجانے لگا ذرا سا جھٹکا لگا لٹک گیا۔ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا۔ ہم نے زبردستی کی توقعات اور

۱؎ اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو دم لٹا ہم سے مُنہ پھیرتا اور پہلوتہی کرتا ہے اور جب اس کو (کوئی) تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہے۔ قرآنِ شریف میں ایک دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ وضاحت سے انسان کے دلی جذبات کو ظاہر فرمایا ہے جس سے "زود فربہ زود لاغر" کی مثل صادق آتی ہے۔ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ

(باقی بر صفحہ آیندہ)

ناحق کی امیدیں گانٹھ لی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جتنی نعمتیں دنیا کے
پردے پر ہیں سب ہم ہی سمیٹ لیں اور خدائی ٹھیکہ دار بن جائیں
لیکن بعض باتیں ہماری حالت کے موافق نہیں ہوتیں۔ ہم اس کے
علم کو نہیں جانتے مگر خدا بہتر جانتا ہے۔ وہ جو ہمارے مناسب حال
سمجھتا ہے دیتا ہے اور جو نہیں سمجھتا نہیں دیتا۔ خدا ہم کو باقاعدہ بنانا
چاہتا ہے اور اسی واسطے ہم ابتلا اور امتحان میں ڈالے جاتے ہیں
جو بظاہر ایک سخت امتحان اور بڑی کٹھن آزمایش ہے لیکن جو کوئی
اس گورکھ دھندے میں پھنس کر صحیح سلامت نکل آتا ہے وہ
ہنڈرڈ ٹچ کا (خالص) سونا بھی ہو جاتا ہے۔ محتاط، پختہ کار، ٹینکسر
المزاج ہو کر نکلنے کے علاوہ ہمارے دلی امراض کا بھی خوب تنقیہ
ہو جاتا ہے۔ کوئی مارانجین اس سے بڑھ کر ہم کو نکھارنے اور شدھ صاف کرنے
والا نہیں ہے۔

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ اور اگر ہم انسان
کو اپنی مہربانی (کی لذت) چکھائیں پھر اس (نعمت) کو اس سے چھین لیں تو ہماری شکایت کرنے
لگتا ہے کیوں کہ) وہ (ذری سی بات میں) ناامید ہو جانے والا (اور) ناشکرا ہے اور اگر کوئی
تکلیف پہنچی ہو اور اس کے بعد ہم اس کو آرام (کی لذت) چکھائیں تو کہنے لگتا ہے کہ (اب)
مجھ (پر) سے سب سختیاں دور ہو گئیں کیوں کہ وہ بہت ہی (جلد) خوش ہو جانے والا (اور)
شیخی خورا ہے مگر جو لوگ صبر (کے خوگر ہیں) اور نیک عمل کرتے ہیں (ان کا یہ حال نہیں
ہے) یہی ہیں جن کے لیے (خدا کے ہاں) بخشش اور بڑا اجر ہے۔ ۱۲ (از ترجمہ نذیریہ)

رباعی

مغرور ذلیل و خوار ہر چشم میں ہے — اعزاز فروتنی کا پر چشم میں ہے
سب پر روشن ہے خاکساری کا شرف — سرمہ جو ہوا سنگ تو گھر چشم میں ہے

تم نے کھلیان میں دیکھا ہوگا کہ کسان کس طرح اناج کو پچھوڑتا ہے۔ ہوا کے رُخ پر بھوسے کو اُڑاتا ہے۔ بس اناج الگ ہو جاتا ہے اور بھوسا جُدا۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ ہمارے دلوں کو دنیاوی کدورتوں اور آلایشوں سے اسی طرح پاک کر دے۔

اب کچھ روپیئے کی نسبت بھی سنو کہ یہ حضرت دنیا میں مایۂ فساد ہیں۔ تین زمیں قیامت کی زمیں ہیں۔ زن، زر، زمین۔ اس میں کسے کلام ہے کہ روپیہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ بڑی محنت مشقت اور سر دردی سے پیدا ہوتا ہے اس لیئے ہم کو اس کی حفاظت اور نیز کفایت شعاری ضرور ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ[۱]۔ اور دوسری جگہ آیا ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ[۲]۔ ہم کو روپیہ فضولیات میں ہرگز خرچ نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کو کسی مفید اور بہتر مصرف میں لگانے یا اپنے بڑھاپے میں کام آنے کے لیئے پس انداز کرنا عین دانشمندی ہے۔ لیکن اس احتیاط کے یہ معنی بھی نہیں کہ روپیئے کی محبت میں دیوانے ہو جائیں اور حرام حلال کی تمیز باقی نہ رہے۔ جائز ناجائز جس طریقے سے

[۱] خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ [۲] بے جا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ ۱۲

بنے روپیہ کھسیٹنے سے کام - یا یہ کہ ہم روپئے کے پیچھے اس طرح
چمٹ جائیں کہ اور کسی بات کی شدھ نہ رہے - اسی لیئے اللہ نے
یہ وبال اُتارا ہی کہ بینک فیل ہو جاتے ہیں یا کسی اور طرح روپیہ
ڈوب جاتا ہی - ع مالِ حرام بود بجائے حرام رفت - ان حوادث
کی غرض یہ ہی کہ روپیہ کی مایا ہمارے دلوں سے ہٹ جائے -
دنیا میں ہم سب خالی ہاتھ آئے ہیں اور جس طرح آئے ہیں اُسی
طرح جانا بھی ہوگا - ؎

جو اُس کی امانت تھی وہ سب دے کے چلے ہیں
کچھ لے کے نہ آئے تھے نہ کچھ لے کے چلے ہیں

سارا دھن دولت یہیں کا یہیں رہے گا - **نظم**

صاحب جاہ و حشمت و اقبال	دیکھو زاں جملہ اک سکندر تھا
تھی یہ سب کائنات زیرِ نگیں	ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا
لعل و یاقوت و ہم زر و گوہر	چاہیئے جس قدر میسّر تھا

آخرِ کار جب جہاں سے چلا
ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

ہم لکھ پتی ہی کیوں نہ ہوں مگر ایک خرمہرہ بھی ساتھ نہ لے جا سکیں گے
اگر ہماری دولت ہمارے ساتھ قبر میں دفن بھی کر دی جائے
تب بھی ہمارے ساتھ نہیں جا سکتی - دنیاوی لذّات کو کس نے
منع کیا ہی - قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ[1]

مِنَ الرِّزْقِ - لیکن ہاں یہ ضرور کہ ہم دولت کا یا کسی چیز کا
بیجا یا بُرا استعمال نہ کریں ورنہ وہ نعمت نعمت نہیں رہتی باعثِ اذیت
و کلفت ہو جاتی ہے - یاد رکھو کہ دنیا کی سب چیزیں ہم کو پیچھے چھوڑ جانی
ہوں گی - ہمارے ساتھ اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ صرف ہمارے
اعمال ہیں باقی کچھ نہیں - رباعی

کیا کیا دنیا سے صاحبِ مال گئے — دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ — ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

دنیا کی سب چیزیں دھوکے کی ٹٹی ہیں اور بھوسے کی مثال
ایک پھونک کے ساتھ اُڑ جانے والی ہیں - اصل چیز جو ہے وہ ہمارے
اعمال ہیں - جس کا چرچہ ہمارے بعد بھی مدتوں رہے گا اور
عاقبت کے لئے تو بس وہی زادِ راہ ہے[1] وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ
خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ -

مقصدِ زندگی

(۱) کیوں دردناک لفظوں میں کرتے ہو یہ کلام
انساں کی زندگی کا ہے خواب و خیال نام
جس خفتہ بخت سے نہ ہو تفریقِ اصل و نقل
سمجھو تم اُس کی روح کو مردہ ہے لا کلام

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ - کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں (ان کو کس نے
حرام کیا ہے - ۱۲ - [1] زادِ راہ ہم پہونچا) لو کہ بہترین زادِ راہ) پرہیزگاری ہے اور عقل والو!
(اصل پرہیزگاری یہ ہے کہ) ہم سے ڈرتے رہو ۱۲.

(۲) ہے زندگی قدیم گنواؤ نہ اس کو مفت
مرنے کو یہ نہ سمجھو کہ ہے اس کا اختتام
تُو خاک سے بنا ہے ملے گا تو خاک میں
تھا جسم کے لیئے نہ کہ یہ روح کو پیام

(۳) منشا رہماری زیست کا یہ ہی فقط نہیں
رنج و خوشی کے ہو رہیں اور کچھ کریں نہ کام
ہر روز بلکہ شغلوں میں ایسے لگے رہیں
جس سے ترقیات زیادہ ملیں مُدام

(۴) کرنا بہت ہے کام مگر وقت ہے قلیل
دل ہیں ہمارے گو نہیں خوف و خطر کا نام
تاہم دُہل کی طرح دھڑکتی ہیں دم بدم
اور موت کی خبر ہمیں دیتے ہیں صبح و شام

(۵) دنیا کو سمجھو جنگ کا میدان دوستو
اور اس کے عیش جانو ہیں آرام کا مقام
تنبیہ چاہو تم نہ بہائم سے طور پر
مردوں کے مثل شوق سے ہو خود شریک لام

( ) آیندہ وقت پر نہ بھروسا کرو کبھی
گزرے ہوئے زمانے پہ بھیجا کرو سلام
لے کر خدا نام کرو حوصلہ بلند

موجودہ وقت کام ہیں لاؤ بصد نظام

(۷) بتلا رہے ہیں ہم کو بزرگوں کے واقعات

ہم بھی بنیں زمانے میں یکتا و شادکام

اور کام وہ کریں کہ جو مرنے کے بعد بھی

قائم رہیں جہان کا جب تک رہے قیام

(۸) بس ہو کے مستعد رہیں مصروف کار ہم

نقصان فائدے کا نہ مقدور سے رکھیں کام

جب تک کہ اُس کو پورا نہ کر لیں نہ چھوڑیں ہم

محنت اُٹھائیں صبر کریں عجز۱ ہم مدام

(۳۲) دل ۔ (دنیا کا سب سے عجیب و غریب لیمپ)

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۲

۱ ترجمہ نظم انگریزی لانگ فیلو ۔ از علی الدین صاحب عجز ۔ ۲ کیا وہ شخص جس کا سینہ خدا نے (قبول) اسلام کے لیئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی (مشعلِ ہدایت آگے رکھتا اور اُسی کی) روشنی پر (چلتا) ہو (اُس کے برابر ہو سکتا ہو جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہو) تو افسوس ہو اُن لوگوں پر جن کے دل یاد خدا سے (غافل ہو کر) سخت (ہو گئے ہیں یہی لوگ تو صریح گمراہی میں ہیں ۔

❁ ❁ ❁

خوں خالص خود خور کہ شرابے بہ ازیں نیست
دنداں بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست
در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
در مصحفِ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

خدا کی قدرت کے قربان جائیے، کہ انسان کو کس خوب صورتی سے بنایا اور کیسا سنوارا۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ [1]

آج میں جسمِ انسانی کی عجیب و غریب بناوٹ کا ذکر کروں گا جو خداوندِ تعالیٰ کی بے نظیر صنعت اور قدرت کا بہترین نمونہ ہے۔

تم نے کبھی کوئی ورک شاپ (دُخانی کارخانہ) یا کوئی مِلز (گھرنی یا پنچی حر) دیکھی ہے؟ اگر دیکھی ہو گی تو یہ بھی دیکھا ہو گا کہ سٹیم کی طاقت سے اُس عظیم الشان کارخانے کو کس خوبی سے چلایا جاتا ہے اور کیسی کیسی حیرت میں ڈالنے والی کلیں اُس میں چلتی ہیں۔ صدہا قسم کے پُرزے۔ بیسیوں قسم کی کلیں پہیوں اور چرخیوں کے پھرنے کی زناہٹ اور گڑگڑاہٹ۔ ہتوڑوں کی کھٹاکھٹ اور دھماکا۔ ہر قسم کی کھٹر پٹر۔ انجن کا شور۔ غرض کچھ اس قسم کا غل شور ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی۔ مختلف قسم کے کارخانوں میں اُسی کی نسبت کے لحاظ سے مشینری ہوتی ہے مثلاً کپڑا بننے کی گھرنی کو لو جواب

[1] (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر بنانے والا ہے۔ ۱۲

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں سب جگہ موجود ہے۔ خام روئی کے بنولے نکالنے، روئی کے صاف کرنے، دھننے، کاتنے بننے۔ ماکوں اور رچھوں کے چلنے، شٹلوں کے بھپا چھپ بڑی پھرتی سے آگے پیچھے دوڑنے۔ ان سب کا ایسا غل ہوتا ہے کہ دور تک اس کی آواز جاتی ہے۔ بے شک ان کارخانوں کو دیکھ کر انسان کی قوتِ ایجاد، عقل مندی اور فراست کی داد دینی پڑتی ہے کہ دنوں کا کام گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا منٹوں میں ہو جاتا ہے۔ ایک پارچہ بافی ہی کی مشین کو لو کہ خام روئی سے لے کر کپڑے کا تھان کلف چڑھا تہ کیا ہوا نمبر پڑا پڑایا پورے چالیس گز کا نہ ایک انچ کم نہ زیادہ بہمہ جہت طیار چشم زدن میں ہاتھ آتا ہے اور یہی حال ہر قسم کے کارخانے کا ہے خواہ وہ کوئلے کی کان ہو یا سونے چاندی کی یا چھاپے خانہ ہو۔ کہاں وہ چھاپے کا پیچ جو ہاتھ سے گھمایا جاتا تھا جس کو تین آدمی لگتے تھے اور دن بھر میں مر مر کر بڑا تیر مارا تو ایک ہزار فرمے نکال لے یا اب روٹری مشین ایسی نکلی ہے کہ ایک گھنٹے میں پینتالیس ہزار کاپیاں چھاپ کر پھینک دیتی ہے۔ خیر آمدم بر سرِ مطلب۔ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے جسم کے ڈھانچ کی اس چھوٹی سی مشین میں ایک ایسی اعلیٰ درجے کی مکمل مشینری موجود ہے کہ ساری دنیا کی پیچیدہ سے پیچیدہ اور عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی مشینیں اس پر سے

وار کر پھینک دیں تو بجا ہے۔ **نظم**

رُخ ہے تیرا ماہ یا خورشید یہ ہے یہ غلط ‏ ‏ دل ستانی اس قدر مہ میں کہاں خور میں کہاں

قد ہے تیرا اک صنوبر باغِ عالم میں و لے ‏ ‏ راستی جو ہے ترے قد میں صنوبر میں کہاں

خداوندِ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی مشینری کو اس حسن و خوبی اور ترکیب سے بنایا ہے کہ دنیاوی مشینوں کی طرح اس میں غل شور کا پتہ نہیں حالاں کہ ہر وقت چل رہی ہے مگر واہ کیا چال ہے کہ اُس کی خوبی شاہدِ حال ہے۔ اچھا ہم تمھیں اس مشین کی رفتار دکھلائیں۔ دونوں کانوں میں اُنگلیاں دو، اور دیکھو کہ گھنگھناہٹ کی آواز آتی ہے یا نہیں۔ یہ کیا ہے یہ اسی مشینری کے چلنے کی گڑگڑاہٹ ہے۔

جسمِ انسانی کے سارے اعضا میں خون پونہچانے کا ذریعہ دل ہے جو ہر وقت خون کو پمپ کرتا ہے اور جو آواز دل کے دھڑکنے اور گھنگھناہٹ کی تم سنتے ہو وہ زیادہ تر اسی انجن کی ہے۔ کیا تم ٹھیک طور پر بتلا سکتے ہو کہ تمھارا دل کہاں ہے؟ تم جھٹ سے یہ کہہ دو گے کہ بائیں طرف ہے کیوں کہ تم نے لوگوں کو یہی کہتے سنا ہے اور دیکھا بھی ہوگا کہ جب کوئی دل کی طرف اشارہ کرتا ہے تو بائیں ہی طرف بتلاتا ہے۔ لیکن میں تم کو بالکل ٹھیک بتلاتا ہوں کہ دل کا صحیح مقام کہاں ہے۔ تم اپنی گردن کو اس طرح جھکاؤ کہ ٹھوڑی سینے سے لگ جائے اور خوب اچھی طرح اتنا جھکاؤ جتنی کہ جھک سکے اب بھی تمھاری ٹھوڑی سے چند انچ نیچے دل کی جگہ ہے۔ دل قریب قریب

ہمارے جسم کے وسط میں ہو اُس کا نیچے والا ابھرا بائیں طرف کی پسلیوں میں ہو۔ دل کی حرکت ہاتھ دھرنے سے بائیں طرف معلوم دیتی ہو لیکن دل پوری طرح بائیں طرف نہیں ہو بلکہ قریب قریب بیچوں بیچ میں ہو۔ اگر ہم مٹھی بند کرلیں یعنی مکا بنالیں تو ہمارا دل اس مٹھی سے کچھ ہی چھوٹا ہو۔

یہ دیکھو! اس گلاس میں کچھ پانی سُرخ رنگ کا خون کی طرح لال رنگا ہو۔ اس گلاس میں ایک چھوٹی سی کانچ کی پچکاری بھی پڑی ہوئی ہو جس کے دستے کو کھینچنے سے پانی چڑھ جاتا ہو دبا دو تو گر جاتا ہو۔ یہی اصول تمام پمپوں اور دخانی انجنوں کا ہو جو پانی کھینچنے اور اچھالنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ اطفائے نار (آگ بجھانے) کے بڑے بڑے فایر انجن بھی اسی طریقے پر بنائے جاتے ہیں۔ وہ پانی کو کھینچتے بھی ہیں اور اچھالتے بھی ہیں۔ کسی بڑے شہر کے آب رسانی کے کارخانے کو جاکر دیکھو۔ پمپنگ انجن بڑے بڑے بھاری پہیوں کی گردش سے پانی کھینچتا اور چھوڑتا بھی ہو۔ یہ پانی بڑے بڑے حوضوں میں جمع ہونے کے بعد شہر کے ہر گلی کوچے میں نلوں کے ذریعے سے پونہچایا جاتا ہو وہاں سے گھر گھر تقسیم ہوتا ہو۔ استعمال کے بعد بھی پانی موریوں کے ذریعے دریا یا سمندر میں چلا جاتا ہو جہاں سے بھاپ بن کر اڑتا اور بادلوں میں جا پونہچتا ہو۔ ہوا اس کو

میلوں اُڑا لے جاتی ہے۔ تب وہ مینہ یا اولوں یا برف کی شکل میں
زمین پر پھر برس جاتا ہے۔ زمین اُس کو جذب کرتی اور پھر اُس کو
دریاؤں اور ندی نالوں میں پوہنچا دیتی ہے اور پھر وہ اہالیِ شہر کے
استعمال میں آتا ہے۔ غرض یہ دورِ تسلسل یعنی چکر سا لگا ہوا ہے کہ
ایک ہی پانی بار بار ہمارے کام میں آتا رہتا ہے۔ یہی حال ہمارے
دل کا بھی ہے جو انجن اور پمپ دونوں کا کام دیتا ہے۔ وہ خون کو
نالیوں یعنی رگوں اور شرائین کے ذریعے سے ہمارے جسم کے
ہر حصّے میں تقسیم کر دیتا ہے۔ یہ خون ہی ہماری زندگی۔ ہمارے
رگ پٹھوں، ہڈیوں غرض یہ کہ ہر جوڑ بند کی بقا کا بڑا ذریعہ ہے اگر
جسم میں خون جائے تو موت بندھی مات ہے تب تمام
مستعمل اور وہ خون پھرتا پھراتا دل کی سیدھی طرف
جاتا ہے۔ دل اس برتے ہوئے خون کو پھیپھڑوں میں پمپ کر دیتا ہے
جہاں وہ سانس کی ہوا سے مل کر پھر صاف ہو جاتا ہے۔ صاف
ہونے کے بعد یہی خون تازہ دم ہو کر دل کی بائیں طرف جاتا ہے اور
وہاں سے پھر وہ حسبِ معمول چوطرف بدن میں تقسیم ہوتا ہے اور
اسی کو دَورانِ خون کہتے ہیں۔ یہ چکر ہر گھنٹے میں چودہ سے
لے کر بیس بار تک پورا ہوتا ہے۔ اس بوتل میں چھہ اَونس سُرخ
رنگ کا پانی ہے اور ایک جوان آدمی کا دل اسی قدر خون نبض کی ہر
حرکت کے ساتھ اُچھالتا رہتا ہے۔ دل کی بناوٹ دہری ہے یعنی اُس کے

دو دروازے ہیں - دل کی ہر حرکت کے ساتھ چھ اونس خون ہیں سے نصف داہنی طرف سے نکلتا ہے اور نصف بائیں جانب سے - اچھا اب دیکھو کہ اگر دل نبض کی حرکت کے ساتھ بجائے موجودہ خون کو بار بار اچھالنے کے ہر وقت نیا خون اچھالتا تو چوبیس گھنٹے یعنی ایک شبانہ روز میں ایک معمولی جسامت کا آدمی ڈیڑھ سو بیرل[1] (پیپے) خون اچھالتا ہے انسان کی عمر اگر بہ لحاظ اوسط ستر برس قرار دی جائے تو اس عرصہ مدت میں اچھالے ہوئے خون کی مقدار (۱۶۴۳۸۹۷۸۶) گیلن ہوئی جس کے (۴۵۶۶۳۸۲) بیرل (پیپے) ہوئے - اگر ہم ایک گاڑی چھ چھ پیپے بھی لادیں جو کافی وزن ہے تو اس بڑی بھاری مقدار کے پار کرنے کے لیئے (۷۶۱۰۶۳) گاڑیاں درکار ہوں گی - اگر ہم ان گاڑیوں کی قطار پچیس پچیس فیٹ کے فصل سے لگائیں تو اس کا تانتا (۱۰۷۸) میل لمبا ہوگا -

اب تمہاری آنکھیں کھلی ہوں گی کہ ہمارے دل کا انجن گو دیکھنے میں بہت چھوٹا ہے مگر کام وہ کرتا ہے جو دنیا کا کوئی انجن نہیں کرسکتا - تم کو ڈاکٹر بک کا یہ قول سن کر اور حیرت ہوگی کہ دل کی ایک ضرب لاکھ پونڈ وزن کی طاقت رکھتی ہے - کیا اب بھی قدرتِ الٰہی کے قائل نہ ہوگے - سچ اور بجا فرمایا ہے -

[1] ایک بیرل (۳۶) گیلن کا ہوتا ہے - گیلن چار کوارٹ کا اور کوارٹ دو بوتل پانی کی مقدار کے مساوی ہے - ۱۲۰۰

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ [1] - بہتر سے بہتر فولاد کا بنا ہوا انجن اگر اتنا کام کرتا تو وہ کبھی کا گھس گھسا کر از کار رفتہ ہو جاتا اُس کے پُرزے کام نہ دیتے اور یہ گوشت کا انجن یہ کرشمے دکھا رہا ہے -

اللہ اکبر - فرق کیا ہے؟ - فرق یہی ہے کہ وہ انسان کا بنایا ہوا ہے اور یہ اُس کا بنایا ہوا ہے جس نے کہ خود انسان کو بنایا - ع

آرام و خوابِ خلقِ جہاں را توئی سبب

زاں شد کنارِ دیدہ و دِل تکیہ گاہِ تو

دنیاوی انجنوں کو آرام دیئے بغیر گزر نہیں پُرزوں میں بار بار تیل دیا جاتا ہے آئے دن مرمّت ہوتی رہتی ہے مگر یہ خدائی انجن روزِ ولادت سے یومِ وفات تک جو چلا ہے سو چلا ہے - رات دن برابر اپنا کام کیئے جاتا ہے - اگر ایک لمحہ بھی تھم جائے تو بس جان نکل جائے - دل کی حرکت بند ہونے ہی کا نام موت ہے - پس کیا یہ مشین انسان کو جو زمین آسمان کے قلابے ملاتے کا عادی ہو چکا ہے ہیں کرتی اور کیا سوائے خدا کے کوئی اور بھی ایسی مضبوط کل جو ستّر ستّر بلکہ سَو سَو برس بلکہ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ مدّت تک برابر چلتی رہتی ہے نہ سُست ہو نہ چُست نہ اٹکے نہ رُکے نہ ٹوٹے نہ پھوٹے بنا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!! ع

ہر کمالے کہ ماسوائے حق است در حقیقت زوال می دانم

[1] اور جیسی قدر اللہ کی جاننی چاہیئے تھی ویسی اُس کی قدر نہ جانی - ۱۲ -

جو کچھ تم نے سُنا یہ تو صرف اس گوشت کے لوتھڑے کا تھوڑا سا حال ہوا مگر وہ دل کیسا ہوگا جو **نور معرفت** سے جگمگ جگمگ کر رہا ہوگا اور جو خدائے عزّوجلّ کا گھر ہوگا۔ دوہا

آنکھن کی سب کروں کوٹھری اور پتلی دون بچھائے
پلکن کی چک ڈال کے ساجن بیٹھے آئے

نظم

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے کون جانے تجھے کہاں تُو ہے
لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ سَو نشانوں میں بے نشاں تُو ہے
تُو ہی خلوت میں تُو ہی جلوت میں کہیں پنہاں کہیں عیاں تُو ہے
نہیں تیرے سوا یہاں کوئی
میزبان تُو ہے میہمان تُو ہے

دل کو اللہ تعالیٰ نے کس حفاظت سے **چولے** کے اندر بند کیا ہے اسی لیئے اُس نے **رُوح** کو بھی ایک سربستہ راز رکھا ہے۔

جاں وتن بُردی و در جانی ہنوز
درد ہا دادی و درمانی ہنوز

(۳۳) آنکھ - (سب سے زیادہ قابلِ قدر اور سب سے زیادہ عجیب و غریب دوربین)

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ [1]

[1] خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور اُن (بھیدوں) کو (بھی) جو (لوگوں کے) سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ آنکھوں کی چوری سے مراد ہے نگاہ بد یا آنکھ کے اشارے ۔ ۱۲ (از ترجمہ نذیریہ)

امی ہلاہل مدھ بھرے شویت سیام رتنار
جیت مرت جھک جھک پرت جہ چتوت اک بار

لکھ پتی وہ ہے جس کے پاس لاکھوں کی دولت ہو۔ لیکن یہ دولت بہ مقابلے اُن نعمتوں کے جو بارگاہِ ایزدی سے ہر فردِ بشر کو مفت بخشی گئی ہیں بالکل بے وقعت ہے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ ”آنکھیاں بڑی نعمت ہیں“۔ کیا کوئی دولت کے بدلے اپنی آنکھ دے سکتا ہے؟ کیا اندھا کسی دولت کے بدلے آنکھ خرید سکتا ہے؟۔ آنکھ دیکھنے میں تو ایک چھوٹی سی چیز ہے جیسا کہ کسی نے ایک پہیلی میں کہا ہے۔ ”اتنی سی ڈبیا ڈِب ڈِب کرے چلتا مسافر گِر گِر پڑے“ مگر غور سے دیکھو تو عجائبات کا سرچشمہ ہے۔ میں آج ایک فیلڈ گلاس ایک چھوٹی سی دوربین جو سپائی گلاس کہلاتی ہے اور ایک خوردبین لایا ہوں۔ میرا آج کا لیکچر دیکھنے کے آلات پر ہے۔ ان سب میں ایک قسم کا محدّب آئینہ ہوتا ہے جو لنز کہلاتا ہے۔ یہ ہر چیز کو پھیلا کر بڑا اور اُجلی کر دیتا ہے۔ جس طرح عینک نگاہ کو مدد دیتی ہے اسی طرح لنز بھی ہے۔ دوربین جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے دور کی چیز کو خوب دکھلاتی ہے اور اُس کو ایسا واضح اور روشن کر دیتی ہے کہ پاس لا کھڑا کرتی ہے۔ اس سپائی گلاس سے اگر تم تاروں کو دیکھو تو کچھ زیادہ فرق نظر آئے گا کیوں کہ ایک تو وہ چھوٹے دوسرے بہت دور ہاں

چاند البتہ خوب دکھلائی دے گا کہ وہ ہی بھی بڑا۔ ہیئت دانوں نے بڑی بڑی دوربینیں بنائی ہیں جو کوسوں کی خبر لاتی ہیں اور اُن میں ایسا دکھلائی دیتا ہی گویا بالکل پاس۔ دوربین ہویا اور کوئی سا بھی آلہ جو نظر کے متعلق ہو سب چشمِ انسانی کی نقل ہیں۔ جس طرح انسان اپنے گرد و پیش میں دیکھ دیکھ کر صدہا مخلوقاتِ الٰہی کی نقل اُتارتا ہی یہ بھی آنکھ کی نقل ہی مگر وہ ادھوری اور ناقص۔ جس سے ہر کام میں انسان کی درماندگی اور عجز ثابت ہی۔ دوربین انسان کی اختراع ہی اور آنکھ قدرتِ الٰہی کا نمونہ وَ شَتّانَ بَیْنَہُمَا۔[1] یہ چھوٹی سی آنکھ بڑی نزاکت اور بڑی حکمت سے بنائی گئی ہی جیسا کہ تم کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ ؎

دیدہ گریاں میں غلطاں ہی ترا عکسِ جمال
ہیرا آنسو ہی کہ شیشہ ہی تری تصویر کا

اگر ہم دوربین کی مدد سے کسی خاص تارے کو دیکھنا چاہیں تو شست لگانے میں دوربین کو بہت کچھ گھٹانا بڑھانا اونچا نیچا کرنا پڑتا ہی تب کہیں جاکر فوکس (مرکزِ نظر) ٹھیک بیٹھتا اور چیز صاف نظر آتی ہی اور یہی حال زمین پر کی چیزوں کا ہی لیکن آنکھ میں نہ یہ نقص ہی نہ اتنی دقت۔ آسمان کی چیز ہو یا زمین کی نظر دوڑائی اور ٹھیک جا پہنچی اور دُھر تک کی خبر لائی۔ دوربین کو صحیح مرکزِ نظر

[1] اور ان دونوں میں بڑا فرق ہی۔ ۱۲

پونہچانا ہر ایک کا کام نہیں لیکن آنکھوں کا مرکزِ نظر خود خدا ہی نے
ایسا درست کر دیا ہی کہ ایک بچہ بھی جس چیز کو چاہے جھٹ دیکھ سکتا ہی
چھوٹی دُوربینوں کا تو خیر مگر بڑی دُوربینوں کا مرکزِ نظر بدون مشینری
کے ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا - ایک ستارے سے دُوسرے ستارے
کی طرف دُوربین کا رخ کرنا یہ بھی وقت طلب ہی ساری رصدگاہ
کو اُلٹ پلٹ کرو تب کہیں یہ مرحلہ طی ہو - ع

دردِ سر کے واسطے صندل لگانا ہی مفید
اُس کا گھسنا اور لگانا دردِ سر یہ بھی تو ہی

لیکن آنکھ کو کسی چیز پر جمانے یا کسی طرف اُس کا رُخ پلٹانے کے
لیئے نہ کسی مشین کی ضرورت ہی نہ کوئی دقت ہی - ہم جدھر چاہیں
پُتلی کو پھرا سکتے ہیں یا جس طرف دیکھنا ہو خود بڑی آسانی سے
پلٹ سکتے ہیں - ایک چیز کو دیکھتے دیکھتے دوسری چیز کی طرف ہماری
نظر اس پھرتی سے پلٹتی ہی کہ اُس میں ذرا سی کوشش بھی نہیں کرنی
پڑتی - دُوربین ہو یا فیلڈ گلاس ان میں ایک دقت اور بھی ہی کہ
نزدیک کی چیز کا فوکس اور ہی اور دُور کا اور جب تک اُسے ہر وقت
گھٹاتے بڑھاتے نہ رہیں کام نہیں چلتا - مگر آنکھ کا فوکس ہر وقت
اور ہر شی کے واسطے خواہ وہ دُور ہو یا پاس یکساں ہی - ابھی نزدیک
سے پڑھ رہے تھے ابھی ہم آسمان پر پتنگ اڑتے ہوئے دیکھنے
لگے - فوراً ہماری نظر کا فوکس آپ سے آپ بدل کر ہر حالت کے مناسب

ہو جاتا ہے۔ ہماری آنکھوں کے آگے نزدیک اور دُور روشنی اور سایہ سب یکساں ہے۔ کیا یہ **قدرت کا کھیل** نہیں ہے؟ ۔ مگر اس سے بھی زیادہ قدرت کی فیاضی یہ ہے کہ ہمارے پاس بجائے ایک دُوربین کے دو دو ہیں۔ دونوں مل کر کام کرتی ہیں۔ اگر دونوں کا فوکس برابر نہ ہو تو ہم کو ایک چیز کی دو دو دکھلائی دینے لگیں جیسے **اَحْوَل** کہتے ہیں۔ یا نہرابیوں کی سی بھٹی بھٹی بھیانک آنکھیں ہوتیں جن کو چیزیں دُھندلی اور گڈمڈ نظر آتی ہیں۔ یہ بات تو تم کو معلوم ہوگی کہ کسی چیز کو ایک آنکھ بند کرکے دُوسری سے دیکھیں تو بھی صاف نظر آتا ہے۔ پھر دونوں آنکھوں سے دیکھیں تو چاہیئے یہ کہ دو چیزیں دکھلائی دیں مگر نہیں ایک ہی دکھلائی دے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دونوں آنکھیں مل جُل کر کام کرتی ہیں۔ ایک کی مددگار دوسری ہے۔ اس پر بھی غور کرو کہ کام تو اتنا بڑا اور آنکھ کی بساط کیا، ذراسی دو پیسے بھر کی چیز۔ کسی کے پاس ایک بڑی طاقت ور دُوربین کوئی پانچ ہزار روپیئے کی ہو تو لوگ اُسے بڑا شوقین امیر سمجھیں گے لیکن اس ہیچ ڈ نبر کو کہاں کہاں لادے لادے پھروگے یہ ہر وقت تو کام نہیں آسکتی۔ وہ تو "قطب از جا نمی جنبد" ہے۔ جہاں اُسے فٹ کر دیا بس وہیں رہی دُوربین نہ ہوئی مرزا گونگا کا تام جھام ہوا کہ جہاں چاہا لیئے لیئے پھرے۔ اگر تم کو دُوربین ہیں

ـــ

۱ دلّی کے ایک شہزادے تھے جو بلا تام جھام کے باہر قدم نہ دھرتے تھے۔

(باقی بہ صفحۂ آئندہ)

کچھ دیکھنا ہو تو دُوربین کے پاس جاؤ دُوربین تمھارے ساتھ ساتھ تو پھرنے سے رہی اُس کا اُٹھانا بٹھانا بہت وقت طلب ہے پیاسا کوئیں کے پاس جاتا ہے کُنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔ لیکن خدا کی اپنی بنائی ہوئی اس ڈبل دُوہری) دُوربین کے صدقے جائیے کہ وہ ایسی ننھی مُنّی اور ہلکی پھلکی خوش نما چیز ہے کہ ہمتو جاگتے سفر حضر ہر حالت اور ہر وقت میں ہمارے دم کے ساتھ ہے اور نہ صرف ساتھ ہے بلکہ ہر لمحہ خدمت کو حاضر۔

کیا تم میں سے کوئی متنفس بھی ایسا ہے کہ باوجود ایک چھوڑ دو دو آنکھیں ہونے کے ان میں سے ایک کے بھی گوڑے کر ڈالے اجی اسے نری دُوربین نہ سمجھو یہ تو ساری رصدگاہ کا کام دیتی ہے۔ دیکھو اس کو اللہ تعالیٰ نے کس خوبی سے ایک نفیس کیس (خانے) اور بے نظیر غلاف (پپوٹے) کے اندر کس حفاظت سے جڑ دیا ہے۔

کیا حُسن ہے کیا نُور ہے کیا جلوہ گری ہے ۵
یاں شب کی طرح صبح ستاروں سے بھری ہے

کیا دنیا میں بڑے سے بڑا دانا اور تجربہ کار اس سے بہتر تو توبہ اس کے برابر بھی اس دُوربین کا ستھر دگھر) بنا سکتا ہے کہ یا کسی نے آج تک بنا کر دکھلایا ہے؟

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ بات بات پر تام جھام کی یاد ہوتی تھی نوبت بہ اینجا رسید کہ یہ نغس نفیس تام جھام پر سوار ہو کر بازار سے ترکاری خریدنے جایا کرتے تھے تب سے یہ کہاوت زبان زدِ خاص و عام ہے۔

۱۔۱۲

چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اُس کا اگر
نرگس باغ جناں کو نہ صبا یاد رہے

ہم صرف اپنی اس چھوٹی سی آنکھ کو دے کر بھی بہتر سے بہتر دُوربین لینے کو راضی نہ ہوں گے اور دونوں آنکھوں کو تو بھلا کون "عقل کا اندھا نام نین سکھ" دے گا خواہ اُن کے معاوضے میں دنیا جہان کی ساری دُوربینیں ہمارے قدموں میں کیوں نہ ڈال دی جائیں۔

بینا ہی رقو بات ہنر چاہیئے اس کو
سودا ہی جواہر کا نظر چاہیئے اس کو

دُوربین بڑی محنت سے بنائی جاتی ہے اور اسی لیئے بڑی قیمتی ہوتی ہے کئی کئی ہزار تک کی نوبت پونہچتی ہے لیکن خدا کی بخشش کو دیکھو کہ محض اپنی کرم بخشی سے آنکھوں کی کیسی نعمت دی۔ اُسے بڑا دولت مند سمجھو جس کے پاس یہ نعمت ہو ورنہ نابینا کے آگے دُنیا اندھیر ہے۔ اچھا پھر کام تو ایک آنکھ سے بھی چل سکتا مگر اُس کے افضال نامتناہی کو تو دیکھو کہ جُڑی اَور دو دو۔ دو آنکھوں میں یہ حکمت مُضمر ہے کہ اگر خدانخواستہ سوء اتفاق سے ایک جاتی رہے تو دوسری موجود۔ خدا نے ہم کو دو آنکھیں، دو کان، دو ہاتھ دو پاؤں دیئے لیکن رُوح چوں کہ ایک انوکھی اور لطیف جوہر ہے ایک ہی دی ہے اَور خاص کر زندگی کا دار و مدار اُسی پر ہے اور وہ ہے بھی ایک ہی اُس کی حفاظت ازبس ضرور ہے۔ اگر ہم نے خدانخواستہ

روح کو گناہوں کی نذر کرکے غارت کیا تو جان لو کہ سب کچھ کھو دیا
اور نہتے رہ گئے ۔

نظم

عاشق کہیں معشوق سے کرتے ہیں کنارا — بلبل کو کبھی گل کی جدائی ہے گوارا
قمری کو بجز سروِ چمن کون ہے پیارا — گردن سے کبھی طوقِ غلامی نہ اتارا

سر تن سے جدا ہو یہ نہ جانا نہ جدا ہو
اندھیر ہے گر شمع سے پروانہ جدا ہو

فلسطین وہ ملک ہے جہاں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام پیغمبر تھے۔
اس ملک میں گرمی بہت پڑتی ہے اور ہمیشہ آفتاب چمکتا رہتا ہے۔
انگلینڈ کی طرح مطلع ابر آلود نہیں رہتا بلکہ ہندوستان کی
طرح چلچلاہٹ کی دھوپ پڑتی ہے اور آنکھوں میں چکاچوند لگتی ہے۔
زمین بھی ریتیلی اور مٹی بھری ہے ہندوستان کی طرح خاک
اڑتی رہتی ہے۔ اسی گرد و غبار کی وجہ سے لوگ بہ کثرت اندھے
ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حالتِ زار پر ترس
کھا کر حضرت مسیح کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ
وہ مادرزاد اندھوں تک کو چنگا کرتے تھے۔ قرآن شریف میں
آیا ہے وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ[1]
جس طرح آنکھ کے اندھے ہوتے ہیں اسی طرح ہزاروں آدمی دل کے
بھی اندھے ہوتے ہیں جو اسی وجہ سے **کورِ باطن** کہلاتے ہیں۔

[1] اور خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ ۱۲

اگر وہ پیغمبروں کے کہے پر چلیں اور خدا کی راہ میں ثابت قدم رہیں تو
اب بھی اُن کے تیرہ و تار دل روشن ہو سکتے ہیں۔ **نظم**

بُلبل از گُل بگزرد چوں در چمن بیند مرا
بُت پرستی کَے کُند چوں برہمن بیند مرا

در سخن پنہاں شدم چوں بوئے گُل در برگِ گُل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

(۳۴) آنکھ۔ ننھا مُنّا سا کیمرا۔ ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر

عَیْنُ اللّٰہِ نَاظِرَۃٌ اِلَیْنَا[1]

جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا
پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا

وجود و عدم دونوں گھر پاس نکلے
نہ یہ دُور نکلا نہ وہ دُور نکلا

پچھلے بیان میں مَیں آنکھ جیسی بیش بہا دُوربینِ الٰہی کا ذکر
کر چکا ہوں۔ اب اس گراں بہا عطیۂ ایزدی کے کچھ اَور کرشمے
دکھلاتا ہوں۔

اُمرا اور رؤسا دُور دراز ملکوں کی سیاحت کا لطف اُٹھاتے
ہیں اور مُلک مُلک کے نادر تحائف جمع کرتے ہیں جن میں تصویروں
کا بھی بڑا جزو ہوتا ہے۔ ہزار ہا روپیے کی اعجوبۂ روزگار تصویریں
خریدتے اور اپنے محلوں کو اُن سے سجاتے ہیں۔ لیکن تمھیں خبر
ہے کہ خدا نے ہمیں ایسی بہت سی تصویریں دی ہیں جو ان امرا
کی تصاویر سے ہر اعتبار سے بہتر ہیں۔ خوب صورتی، نوعیت،
قیمت، نُدرت سب میں ایسی بڑھی چڑھی ہوئی ہیں کہ آج دنیا کے

[1] اللہ کی آنکھ ہم کو دیکھ رہی ہے۔ ۱۲

بڑے سے بڑے بادشاہ کی محل سرائیں بھی نہ ہوں گی۔

اب میں تم کو اپنے قول کی تصدیق واقعات سے کراتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کیمرا (تصویر اتارنے کا آلہ) ہے جس کو کوڈیک یا سنیپ شاٹ بھی کہتے ہیں جس طرح عمدہ سے عمدہ دُوربین آنکھ کی نقل ہے ویسے ہی کیمرا بھی آنکھ کے ہی اصول پر بنایا گیا ہے مگر وہی مثل صادق آتی ہے "سب گن اودھو کوئی گن نہ پورے" آنکھ کی نقل اُتاری مگر اُتارنی نہ آئی، یہاں بھی ٹھوکر کھائی۔ ع

غلط تھا آپ سے غافل گزرنا نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رُو تھا

دُوربین کی طرح لنز کا دبیز شیشہ کیمرے میں بھی آگے وار لگا رہتا ہے۔ کیمرے کے سامنے جو کچھ بھی ہو لنز میں سے گزر کر گرونڈ گلاس (دھندلے شیشے) میں دکھلائی دیتا ہے مگر اوندھا، سر نیچے پیر اُوپر۔ اسی طرح آنکھ کے بھی حصے ہوتے ہیں۔ جب روشنی کی شعاعیں لنز میں سے گزرتی ہیں وہی مدّھم آئینے پر تصویر کا عکس ڈالتی ہیں اسی طرح روشنی کی کرنیں ہر چیز میں سے اُچٹ کر پہلے آنکھ کے چھوٹے سے منفذ پر پڑتی ہیں جسے کھڑکی یا طاق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ؔ زمانہ حال کی اُردو میں یہ لفظ متروک ہے ۱۲

۵ مردم عبث ہیں آنکھوں کے یاں اشتیاق میں
ہوتے نہیں چراغ مہِ نو کے طاق میں

پھر وہ شعاعِ **ریٹینا** (ثقبۂ چشم = بینک) پر پہنچتی ہے۔ وہاں پہنچی اور گراونڈ گلاس کی طرح الٹی ہوئی۔ ریٹینا کیا ہے گویا آنکھ کے ڈھیلے کا پچھلا پردہ ہے اور اسی پردے پر **آپٹک نروز** (یعنی بصارت کی نہایت باریک اور نازک رگوں کا جال بچھا ہوا ہے اور یہی رگیں دماغ پر اثر ڈال کر حِس پیدا کرتی ہیں اور اسی حِس کا نام دیکھنا ہے۔ تاکہ تم کو میرے بیان کی عملی طور پر تصدیق ہو جائے ایک تھوڑا سا تجربہ کر کے دیکھنا چاہیئے۔ یہ تجربہ کسی جانور کی آنکھ پر بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم کسی مرے ہوئے **خرگوش** کی آنکھ لیں اور اس پر سے چربی اور پٹھوں کو صاف کر دیں، پھر آنکھ کے سامنے ایک **موم بتی** روشن کریں تو تم دیکھو گے کہ ثقبے میں موم بتی کی شکل عین بعین نظر آئے گی۔ دوسرا تجربہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ **بیل** کی آنکھ لو اور اس کا پچھلا حصہ بھی اس طرح چھیل ڈالو کہ موٹی اور گٹھل نہ رہے بلکہ بہت پتلی ہموار سطح رہ جائے۔ پھر ایک چیڑ کے صندوق میں چھوٹا سا سوراخ کرو، اس سوراخ کے سامنے بیل کی آنکھ کو رکھو اور اپنے سر کو ایک سیاہ کپڑے سے اس طرح ڈھکو کہ روشنی اندر نہ آنے پائے تو تم کو اس چیز کی تصویر برابر دکھلائی دے گی جو تم نے آنکھ کے سامنے رکھی ہو لیکن ہر حال میں

تصویر اُلٹی ہی نظر آئے گی - ان تجربوں سے تم کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ تصویر اُتارنے کا کیمرا ہماری ہی آنکھ کی نقل ہی لیکن انسان بھلا اُس کمال کو کب پہونچ سکتا ہی جو خلاقِ عالم کے دستِ قدرت میں ہی

رباعی

گلشن میں پھروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں ۔ یا معدنِ کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ۔ حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

ہم جب تصویر لیتے ہیں تو تصویر کے شیشے کو بہت احتیاط سے روشنی سے محفوظ رکھنا پڑتا ہی - اُس کو ڈارک روم (تاریک کمرے) میں لے جا کر مختلف قسم کے مرکب عرقوں سے دھونا پڑتا ہی پھر اُسے ایک خاص قسم کے مسالا لگے ہوئے کاغذ پر جو سن سٹائیزڈ پیپر کہلاتا ہی چھاپتے ہیں پھر اس چھپی ہوئی تصویر کے کاغذ کو بھی جب تک خوب دُھل کر صاف اور پختہ رنگ نہ ہو جائے اندھیرے ہی میں رکھنا پڑتا ہی - اتنے بہت سے کھڑاگ کرنے کے بعد کہیں فوٹو طیار ہوتا ہی - لیکن ثقبۂ چشم اس طولِ عمل سے بالکل مبرا ہی نہ اتنا الٹ پھیر کرنا پڑتا ہی نہ اتنی دیر لگتی ہی بلکہ یہاں تو پلک جھپکانے میں فوٹو طیار

۱؎ عرصہ ہوا کہ میں نے ولایت کے کسی اخبار میں یہ عجیب و غریب خبر پڑھی تھی، مگر بات بھی دل کو لگتی اب تک یاد ہی - ایک واردات قتل کی ہوئی مگر قاتل کا کہیں پتہ نہ چلا - ولایت چونکہ سرد ملک ہی وہاں مُردہ جلد نہیں بگڑتا کئی کئی دن نعش رکھ سکتے ہیں - آنکھوں کا حال تو آپ دیکھ چکے کہ پُتلی کی بیٹھک میں ہر چیز کی تصویر کھنچ جاتی

(باقی بصفحہ آئندہ)

جدھر نظر دوڑائی تصویر آنکھ کے شیشے میں اُتر آئی۔ — **نظم**

مہر میں روپ دکھاتے تجھے دیکھا ہم نے
ماہ میں ماتھا جھکاتے تجھے دیکھا ہم نے
نرم آواز نسیموں میں تری ہم نے سُنی
آنکھ تارے میں لڑاتے تجھے دیکھا ہم نے
آبشاروں میں ترا نغمۂ زیبا پایا
پھول میں ہونٹ دکھاتے تجھے دیکھا ہم نے
رعد میں غصّہ بھرا حکم ترا ہم نے سُنا
برق میں ہنستے ہنساتے تجھے دیکھا ہم نے
سینچ کر خشک زمیں اپنے غلاموں کے لیئے
کھیتیاں سبز اُگاتے تجھے دیکھا ہم نے
چند عنایات تری ہوں تو گنی بھی جائیں
فضل کا سیل بہاتے تجھے دیکھا ہم نے (۹)

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ — آجاتی ہے۔ مقتول کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ولایت کے ڈِٹکٹو (سُراغ رساں) بھی عجب کمال کرتے ہیں۔ اُس نے دیکھا تو عینک میں تصویر قائم تھی۔ فوراً اُس تصویر کی تصویر لی اَور اُس کو اِن لارج (بڑا) کیا قاتل کی شکل صاف معلوم ہوگئی اَور اسی پتے پر وہ گرفتار ہوا اور سزا پایا بھی ہو بات یہ ہے کہ قاتل سامنے تھا اُس کی شکل کا عکس لامحالہ مقتول کی آنکھ پر پڑا۔ روح کے پرواز کرنے کے ساتھ جو چیز جہاں تھی وہیں کی وہیں جم کر رہ گئی کیوں کہ حس و حرکت

(باقی بہ صفحۂ آئندہ)

آنکھ کی خوبیاں کہاں تک بیان ہوں جن کے مُنہ پر آنکھیں ہیں وہ خود دیکھتے ہیں کہ نہ اس خدائی کیمرے کو لادے لادے پھرنے کی ضرورت ہے نہ فوکس کا تال میل ملانے کی دقت۔ نہ دواؤں کی ضرورت غرض یہ کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا!۔

کیمرے میں اور بھی چند نقص ہیں۔ اول تو تصویر کے مطابق پلیٹ چاہیئے پھر چھوٹی تصویر کا کیمرا الگ ہوتا ہے بڑی کا الگ ہر سائز (قدوقامت) کی تصویر ایک ہی قسم کے کیمرے میں نہیں اُتر سکتی۔ پھر کیمروں کی قیمت سر توڑ۔ کیمیکلز (ادویہ) کا خرچ مرے پر سَو دُرّے پھر بھی تصویر ناقص جو رنگ آنکھ سے نظر آتا ہے وہ تصویر میں کب آتا ہے۔ فوٹو گراف کی مکمل تصویریں ایک بھورے رنگ کی ہوتی ہیں۔ ہماری آنکھ چشمِ بد دُور! رات دن سیکڑوں تصویریں اُتارتی ہے، کسی قسم کا خرچ نہیں نہ پیسہ خرچ ہو نہ وقت اور تصویر بھی کیسی ہو بہو کہ رنگ روغن تک نہیں چھوڑتی کیا مجال کہ بال برابر بھی فرق رہ جائے۔ ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

اگر ہم کسی بلند پہاڑ پر چڑھ کر جہاں سے دُور دُور کوسوں تک کا

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ نوجوان کے ساتھ ہی جان نہ رہی تو جنبش بھی نہ رہی اسی سبب سے قاتل کی تصویر مقتول کی آنکھ میں قائم ہو گئی۔ پھر تو اسی طرح اور کئی مجرم گرفتار ہوئے اور اب یہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ ۱۲

نظارہ ہو ذرا کی ذرا جو طرف نظر دوڑائیں تو وہ سارے کا سارا دل کش منظر ہماری آنکھوں میں بھر جائے گا اور ایسی مکمل تصویر پیش نظر ہوگی کہ دنیا بھر کے مصور بھی سر توڑ کر کوشش کریں اور بہتر سے بہتر آلہ لگائیں تو اُن کی تصویر اس کے پاسنگ کو بھی نہ پونہچ سکے اور پھر یہ تصویر کارڈ ڈی وزٹ نہیں کیبینٹ نہیں بلکہ بالکل چھوٹی کوئی نصف انچ مربع اور پھر بھی اُس میں یہ سب خوبیاں اور نزاکتیں اگر یہ قدرتِ خدا نہیں ہے تو کیا ہے؟۔ س

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست

اب بتاؤ کہ ایسی مکمل، خوب صورت، اتنی چھوٹی سی تصویر اگر بہ فرضِ محال کوئی مصور بنا بھی سکے جس میں ساری سینری سبزہ زار، کھیت، درخت، ندی، نالے، پہاڑ، آبشار، کوسوں کا وسیع میدان سما جائے تو ایک دولت مند شوقین نقدِ جان کے بدلے اس انمول مرقعے کو لے گا یا نہیں؟۔ س

درونِ قصرِ دل وارم، یکے شاہے کہ گر گاہے

رسولِ بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

کیسی بھی بیش قیمت تصویر ہو کچھ عرصے کے بعد ماند پڑ جاتی ہے کسی کا رنگ اُڑ جاتا ہے، کوئی مدھم پڑ جاتی ہے مگر خدائی کیمیرے میں جو تصویر ایک دفعہ اُتر گئی بس اُتر گئی نہ اُسے کیڑا کھائے نہ رنگ پھیکا پڑے بلکہ

جوں جوں زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے اور عمر بڑھتی جاتی ہے۔ واقعاتِ گزشتہ کی یاد تازہ ہوتی جاتی ہے۔ یہ تمام تر تصویریں ہماری نظر کے سامنے فانوسِ خیال کی طرح پھرتی رہتی ہیں۔ بچپنے کی یاد، قدرت کے نظر فریب مناظر، ملکوں ملکوں کی نادر اشیا، مشہور عمارتیں، شامِ اودھ اور صبحِ بنارس۔ نفیس نفیس ہرے بھرے میووں سے لدے پھندے درخت، رنگ برنگ کے پھولوں کے تختے کے تختے، ساری باتیں تصور کے ساتھ ہی سامنے موجود۔ جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے زمانہ گزشتہ کی یاد تازہ ہوتی جاتی ہے۔ ؎

یاد آیا ہے کہ در کوئیت مکانے داشتم
ہمچو بلبل در چمن ہم آشیانے داشتم

عزیز و اقارب، ماں باپ، بھائی بہن، گو اُن میں سے بعض مر بھی گئے ہوں مگر سب کی تصویریں ہمارے حافظے کی گیلری میں آویزاں ہیں۔ ہم بڈھے ہو جائیں گے جب بھی ہماری نظروں کے سامنے وہ سماں پھرتا رہے گا۔ ؎

سخن میں آپ کے اُن کے سخن کا ہے انداز
وہی زباں ہے وہی لہجہ اور وہی آواز

جب کبھی ہم اپنی پیاری ماں سے جُدا ہوتے تھے تو دل کا کچھ عجب حال ہوتا تھا۔ جب مجھے پہلے پہل پردیس میں نکلنا پڑا تو میری ماں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ ؎

نہ آنا تم اجازت مانگنے کو   نہ دکھلانا مجھے صورت سفر کی

کیا وہ دل خراش سین کبھی بھول سکتا ہے کہ کس شفقت سے میری ماں نے مجھے گلے لگایا اور بھرائی ہوئی آواز سے خدا حافظ کہا۔ کیا میرے دل پر لکھا ہوا نہیں ہے کہ وہ کیسی بے اختیار میرے پیچھے دروازے کے پردے کے باہر تک بے قرار ہو کر نکل آئیں اور جب تک میں نظر سے اوجھل نہیں ہوا وہ ٹکٹکی باندھے برابر کھڑی دیکھتی رہیں۔ میں گلی کے نکڑ سے مڑا اور ہمارا مکان نظر سے چھپ گیا تب مجھے گھر کے آرام کی قدر آئی اور میں سمجھا کہ ہاں! آج سے ہم دنیا کی گاڑی میں جوتے گئے اور برسوں کے لیئے ہمارا پیارا گھر ہم سے چھوٹا۔

جس طرح ماں اپنے بچوں کے قدموں تلے اپنی آنکھیں بچھاتی اور اس کی خیر مناتی رہتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بھی مہر کی نظر ہر لمحہ اور ہر گھڑی اپنے بندوں پر رہتی ہے۔ جب ہم دنیا کے مخمصوں میں پھنس کر اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں اور بری صحبتوں میں بیٹھ کر اوقاتِ عزیز کو برباد کرتے ہیں تو خدا کا دل کڑھتا ہے کیوں کہ ہم ہر لمحے اس سے دور دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ماں باپ کی محبت جیسی کچھ ہوتی ہے تم اپنے دل سے پوچھو اللہ تعالیٰ کی محبت اس سے ستر گنی زیادہ ہے۔ رباعی

ماں باپ سے بھی سوا ہے شفقت تیری   افزوں ہے ترے غضب سے رحمت تیری

جنّت انعام کر کہ دوزخ میں جلا وہ رحم تر اہی یہ عدالت تیری

وہ ہر وقت سوتے جاگتے ہمارا محافظ و نگہبان رہتا ہے۔ ہم اُسے بھول جائیں مگر وہ ہم کو کبھی نہیں بھولتا۔ وہ بھول جائے تو پھر ہمارا ٹھکانا کہاں لگے۔ ہم کسی حالت میں بھی ہوں ہم کو خدا کی طرف سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے وہ خدا ہی ہے جس نے اپنی بے شمار نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ ایک آنکھ پر ہی کیا موقوف ہے جس نعمت کو لو وہ اسی طرح قابلِ قدر ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں کہ ہزاروں روپئے صرف کرنے سے بھی میسّر نہیں آسکتیں۔ ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم گویا خدا کے نیچے ہیں۔ ہم صرف ان ہی نعمتوں کے دھنی نہیں بلکہ ہمارے لیئے اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کے نعمتیں جنّت میں طیار ہیں اور ہم ہی جنّت اور اُس دائمی عزّت کے وارث ہوں گے بشرطیکہ ہمارے اعمال بھی ایسے ہوں **نظم**

ای طالباں ای طالبا من باشما ہر جا ستیم

ہم جلوہ گر در دیدہ ہا ہم مُضمرِ دلہا ستیم

ایں دُوری و مہجوریم از وہم و پندارِ شما ست

در نسبتِ خود با شما دریا و موج آسا ستیم

باحسنِ خود در باختم من نزدِ عشق و عاشقی

ہم لیلیٰ و مجنوں منم ہم وامق و عذراستیم

گا بے نیازِ ایمانِ من گہ بے نیازی شانِ من

ایں ہر دو می زیبد بمن ہم بندہ و مولاستیم

ہم صورتِ ناسوتیم ہم معنیِ لاہوتیم

پنہاں تر از پنہان وہم پیدا تر از پیداستیم

(۳۵) **مینڈک** - (مُلکِ مصر پر آسمانی بلائیں)

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ
وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ[1]

سُن اے شوریدہ حالِ سودائی — بند کر اب یہ اپنی شہنائی
میں نے مانا، ہے آج کل برسات — لطف میں کٹتے ہیں ترے دن رات
تیری فصلِ بہار ہے بے شک — تجھ کو یہ سازگار ہے بے شک
پر مجھے کیوں ستا رہا ہے تو — مُفت کیوں غل مچا رہا ہے تو
صدقہ اس اپنی خوش گلوئی کا — واسطہ اپنی خوب روئی کا
تجھ کو سَوگند تیری صُورت کی — اس گھنَانی ڈرانی مُورت کی

[1] پس ہم نے اُن پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور چچڑیاں اور مینڈک اور خُون کہ یہ سب جُدے جُدے معجزے تھے اس پر بھی وہ لوگ اکڑے رہے اور نافرمانی تو اُن لوگوں کا شیوہ ہی تھا - ۱۲

تجھ کو جو ہر کا واسطہ ای دوست
وجہِ غوغا بتا مجھے ای دوست

کیا ترا نالۂ فراق ہی یہ — یا صدائے پر اشتیاق ہی یہ
یا کسی سے ہی دل لگا تیرا — تجھ سے محبوب چھٹ گیا تیرا

تو بھی مذبوحِ تیغِ فرقت ہی — کیا یہ تیری بھی شامِ غربت ہی
کس لیے تو نے غل مچایا ہی — آسماں سر پہ کیوں اُٹھایا ہی

رات بھر سُن چکے تری ٹرٹر — نیند بھر سونا ہو گیا دوبھر
کوئی حد بھی ہی تیری اس رٹ کی — انتہا کوئی تیری اس بڑ کی

جھٹپٹے سے لگا ہی ٹرّانے — صبح ہونے کو آئی دیوانے
دیکھ تو آدھی بج چکی کب کی — رہ گئیں چند ساعتیں شب کی

ارے ظالم خموش ہو بس کر
تا کُجا غائیں غائیں اور ٹرٹر

ن

تیرے ہاتھ میں کیا ہی؟ - یہ دیکھو کاغذ کا بنا ہوا مینڈک ہی جو جاپان کا بنا ہوا کھلونا ہی - آج میں مصر کی مختلف وباؤں کا بیان کرنا چاہتا ہوں جو بطورِ عذابِ الٰہی دس مختلف شکلوں میں پیا پی نازل ہوئیں - اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا - حضرت یوسف کے قصہ تو تم نے پڑھا ہو گا کہ کس طرح اُن کے بھائیوں نے دھو

---

[1] اصل لفظ تو زِڑ بکسرِ الزّا ہی مگر یہاں (ز) کو بافتح باندھا ہی [2] ای اللہ! ہم کو دنیا کی (ہر قسم کی) بلا سے محفوظ رکھ - ۱۲

سے لے جا کر اُن کو کنوئیں میں دھکیل دیا تھا - زندگی باقی تھی
ایک تاجر نے اُن کو نکالا اور غلام بنا کر مصر کے بادشاہ کے ہاتھ
بیچ ڈالا - بعد اس کے وہ عورتوں کے چھل بلّے بازیوں کی بدولت
کئی برس قید رہے - بادشاہ نے ایک خواب[۱] دیکھا اور حضرتِ یوسفؑ
سے اُس کی تعبیر پُچھوائی آپ نے فرمایا کہ سات برس کا بڑا بھاری
اور مسلسل قحط پڑنے والا ہے - بادشاہ کو حضرت کا تقدّس اور خوبیاں
معلوم ہوگئیں آپ کو فوراً قید سے نکال کر ایک بڑا عہدہ دیا اور
قحط کا ہی اہم کام تفویض کیا - آپ نے اچھے سمے میں سات برس تک
بہت سا غلّہ جمع کیا تاکہ قحط کے دنوں میں کام آئے - جب قحط پڑا
تو قحط زدوں میں آپ کے وہی بھائی بھی آئے جنھوں نے کنوئیں
میں ڈالا تھا اور سمجھے تھے کہ مر کھپ گیا ہوگا - بھلا وہ تو اِن کو
کیا پہچان سکتے تھے مگر آپ نے دیکھتے ہی پہچان لیا - آخرِ کار آپ نے
اُن کو جتلایا کہ یوسف میں ہی ہوں - اللہ نے مجھے اپنے فضل و کرم
سے اس بلند مرتبے پر پہنچایا - یہ سب تھرّا اُٹھے کہ خدا جانے اب
ہماری کیا گت بنے مگر آپ نے معاف فرما دیا اور کہا کہ اچھا غلّہ

---

[۱] ہمیشہ سے لوگوں کا یہ معتقد رہا ہے کہ خواب کی تعبیر اُن ہی لوگوں سے ٹھیک
بن پڑتی ہے جن کی روحوں کو تزکیۂ باطن کی وجہ سے عالمِ قدس کے ساتھ تعلق ہے
اور اس سے آدمی کے بشرے پر بھی نورانیت آجاتی ہے جیسا کہ عبداللہ بن سلام
نے پیغمبر صاحب کو دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ مَا ھٰذَا بِوَجْہِ کَذَّابٍ یعنی اس صورت

(باقی بر صفحہ آیندہ)

تو تم اب لے جاؤ مگر اب کے جو آؤ تو ہمارے سب گھر والوں کو
ضرور لیتے آنا۔ اس خاندان کے اُس وقت کُل ستر نفر تھے جن کی
تعداد ڈھائی سو برس میں بڑھتے بڑھتے بیس لاکھ آدمی ہو گئے
فرعون[1] ان کا دشمن ہو گیا اور ان سب کو غلام بنا لیا اور طرح طرح
کی سختیاں اور ظلم کرنے لگا۔ قومِ بنی اسرائیل جب بہت تنگ
آ گئی تو اُنھوں نے درگاہ ایزدی میں بڑی زاری و نالی کی کہ اے پروردگار
ہماری خطاؤں کو معاف کر اور ہم کو اس دردناک عذاب سے نجات دے

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور حکم دیا کہ تم فرعون
کے پاس جاؤ جس نے دعوائے خدائی کیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ شکل کا آدمی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اسی طرح قیدیوں
کو یوسف علیہ السلام کی نسبت خیال ہوا ہوگا کہ یہ خواب کی تعبیر ٹھیک دیں گے اور ایک
حدیث میں ایسا آیا ہے کہ پیغمبری کے ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ تعبیرِ خواب ہے۔ حضرت
یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر میں جیسی پیشین گوئی کی تھی اُسی کے مطابق سارے
ملک میں بڑا سخت قحط پڑا۔ مصر میں یوسف علیہ السلام نے یہ انتظام کیا کہ قحط کے لیئے غلہ جمع کر رکھا
تھا اور بادشاہ کی طرف سے اپنے اہتمام میں اُس کو بکواتے تھے مگر لوگوں کو ضرورت سے
زیادہ غلہ نہ دیتے کہ کہیں جمع نہ کر رکھیں یا تجارت نہ کرنے لگیں۔ یہ خبر اطراف و جوانب میں مشتہر ہوئی
اور یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے وطن یعنی کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے آئے تو اُن کو یوسف کے
پاس جانا ہی تھا۔ ۱۲ (از ترجمہ نذیریہ) [1] اگلے زمانے میں مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہی تھا

(باقی صفحہ آئندہ)

اُس کے عذاب سے چھڑاؤ۔ حضرت موسیٰؑ اکیلے جاتے ہوئے ذرا گھبرائے
اور مدد کے لیئے اپنے بھائی ہارونؑ کو بھی ساتھ لیا اور فرعون سے
کہا کہ قوم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کنعاں جانے کی اجازت
دے۔ فرعون بھلا کسی کی کب سنتا تھا وہ بڑا مدمغ مغرور اور
خدا سے برگشتہ تھا اُس نے چٹکیوں میں اُڑا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے
اُس پر ایک نہیں دس طرح کے عذاب لگاتار نازل کیئے تاکہ اُس کا
غرور ڈھے اور دعوائے خدائی سے توبہ کرے۔ پہلے عذاب نے

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ لیکن حضرت موسیٰؑ کے وقت میں جو بادشاہ حکمراں تھا
وہی فرعون کے نام سے زیادہ تر مشہور ہے۔ یہ بادشاہ بڑا ظالم اور بت پرست تھا۔
اس کی بادشاہت کے بیس برس گزرنے کے بعد اُس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا
قبطی نامی قوم کے لوگ جو مصر ہی کے تھے فرعون کے گرویدہ ہو گئے لیکن بنی اسرائیل
جو حضرت یعقوبؑ کی اولاد سے تھے اُنھوں نے اس دعوے کو تسلیم کرنے سے
انکار کیا۔ فرعون نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانی شروع کیں اور ان سے
قبطیوں کی غلامی کراتا تھا۔ دس برس کے بعد فرعون نے ایک خواب دیکھا جس کی
تعبیر لوگوں نے یہ دی کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور تو اُسی کے ہاتھ سے
ہلاک ہوگا۔ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کی قوم میں جو لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے
اس سے بنی اسرائیل کی تعداد گھٹنے لگی۔ قبطیوں نے فرعون سے عرض کی کہ اگر
یہی حال رہا تو ہم کو غلام تک نہ ملے گا اور سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ فرعون نے
حکم دیا کہ اچھا ایک سال بیچ بچوں کو مارا جائے۔ جو سال امن کا تھا اُس میں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

سارے دریاؤں کے پانی کو خون کر دیا - یہ حالت برابر سات دن
رہی - پھر جو حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا اُٹھایا تو سارے دریا، چشمے، تالاب

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ - حضرت ہارونؑ برادر موسیٰؑ پیدا ہوئے اس لئے بچ گئے
جو قتل کا سال تھا اُس میں موسیٰؑ پیدا ہوئے - آپ کی والدہ ماجدہ نے الہامِ ربانی
کے مطابق آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ صندوق میں رکھ دریائے نیل میں بہا دیا
نیل کی ایک نہر فرعون کے محل میں جاتی تھی - خدا کی قدرت سے صندوق بہتا
بہتا محل کی دیوار سے جا اٹکا - فرعون کی بیوی نے صندوق کو منگوا لیا - کھول کر
دیکھا تو اُس میں ایک نہایت خوب صورت چندے آفتاب چندے مہتاب بچہ نکلا
اور اس طرح حضرتِ موسیٰؑ جیتے جاگتے نکال لئے گئے - فرعون کی بیوی کے دل میں
محبت نے جوش مارا - فرعون تھا لاولد - بیوی نے کہا کہ لاؤ جی ہم اسے اپنا بیٹا بنا کر
پال لیں - فرعون بھی پھسل گیا - یہ نام بھی اُسی نے رکھا - ہاں تو آپ نے کسی عورت
کی چھاتی مُنہ میں نہ لی آخر ان کی بہن نے بے غرضانہ طور پر دایہ گری کے لئے
ماں کی تقریب کی اور اس طرح حضرتِ موسیٰؑ پھر ماں کے حوالے کئے گئے - لوگ
آپ کو شہزادہ کہتے تھے اور کیوں نہ کہتے کہ بادشاہ کے بیٹے ہی تھے - جب آپ کا
سنِ شریف چالیس سال کا ہوا ایک دن آپ نے کیا دیکھا کہ ایک قبطی کسی بنی اسرائیل
پر ناحق ظلم کر رہا ہے - آپ نے قبطی کو روکا مگر اُس نے نہ مانا - حضرت موسیٰؑ نے ایک
مُکا مارا - قبطی مر گیا - حضرتِ موسیٰؑ فرعون کے ڈر کے مارے مدین بھاگ گئے اور ایک
عرصے کے بعد پیغمبر ہو کر واپس آئے - حضرت موسیٰؑ نے بڑی کوشش کی اور فرعون
کو بڑی نرمی سے سمجھایا کہ خدائے یگانہ کی عبادت کرے مگر اُس کو نہ ماننا تھا
(باقی بر صفحۂ آئندہ)

اور جھیلیں مینڈکوں سے کھچا کھچ بھر گئیں اور لاکھوں کروڑں مینڈک زمین پر پھیل گئے، جدھر دیکھو مینڈک ہی مینڈک نظر آتے تھے۔ ہر طرف مینڈکوں کے جھلڑ کے جھلڑ۔ کوئی گھر، کوئی جگہ ان سے خالی نہیں۔ بادشاہ کے نوکر ان کو جھاڑتے جھاڑتے تھک گئے مگر مینڈک ہیں کہ نکلے ہی چلے آتے ہیں۔ بادشاہ کا ناطقہ بند ہو گیا، پلنگ پر استراحت کو گیا اوپر مینڈک نیچے مینڈک پھدک رہے ہیں۔ شاہی مطبخ میں دیکھو، آٹے میں مینڈک، روٹی میں مینڈک۔ پتیلی میں مینڈک۔ سالن میں مینڈک۔ سڑکوں پر اور گلیوں میں مینڈکوں کا فرش بچھا ہوا۔ بادشاہ کی بگھی نہیں نکل سکتی کہ سڑک پر مینڈکوں کا ستھراؤ تھا ہزاروں ہی کچلے جائیں گے۔ بادشاہ کا بھی ناک میں دم آگیا بر بریز بر بریز پکارنے لگا مرتا کیا نہ کرتا ناچار فرعون نے حضرتِ موسیٰ اور ہارون کو بلوایا اور کہا کہ تم خدا سے دعا کرو کہ کسی طرح یہ بلا دُور ہو۔ اُنھوں نے دعا کی مینڈک مرنے شروع ہوئے تو پھر تازہ مصیبت یہ اور آئی کہ مینڈک مرنے شروع ہوئے اُن کی سڑاند سے گلی کوچوں میں گزرنا مشکل ہو گیا۔ تعفن ایسا کہ الٰہی پناہ سارا

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ نہ مانا اور خدائی دعوی کرتا رہا اور بنی اسرائیل پر بدستور سختی کرتا رہا بلکہ چاہتا تھا کہ اُن سب کو مروا دے۔ مجبوراً حضرت موسیٰ بنی اسرائیلیوں کو لے کر ادھر کو جانے لگے تو فرعون نے اُن کا تعاقب کیا بنی اسرائیل تو بحرِ قلزم سے پار ہو گئے مگر فرعون مع اپنی فوج کے ڈوب گیا۔ ۱۲

شہر سڑ گیا - ناک نہ دی جاتی تھی - پھر جوؤں اور چچڑیوں کی بلا آئی جو ساری سر زمین میں کلبل کلبل کرنے لگیں - مینڈک تو مینڈک یہ عذاب اُس سے بھی بڑھ گیا - پھر مکھیوں کے دَل کے دَل نکلے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے عذاب پر عذاب نازل ہوتے رہے - ان ساری مصیبتوں کا مفصل ذکر قرآن شریف میں موجود ہے - شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے مقابلہ رہا اس پر کہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن جانے دے، اُس نے نہ مانا اُن کی بددعا سے یہ بلائیں پڑیں - دریائے نیل چڑھ گیا، گھر اور باغ بہت تلف ہوئے اور ٹڈی سبزی کھا گئی اور آدمی کے بدن اور کپڑوں میں چچڑیاں پڑ گئیں اسی طرح ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور ہر پانی لہو بن گیا، آخر ہرگز نہ مانا" - خدا سے بھلا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے فرعون کے سر پر جنون سوار تھا وہ تو سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھنا چاہتا تھا اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا کھلا دعویٰ کرتا تھا - آخر کار فرعون عاجز آگیا اور اُس نے مجبور ہو کر بنی اسرائیل کو کنعان چلے جانے کی اجازت بادلِ ناخواستہ دی - جب فرعون ان مصائب میں گرفتار تھا تو آب و خور حرام تھا تو اُس نے بالکل ناچار ہو کر خدا کے سامنے سرِ اطاعت خم کیا لیکن کچھ عجیب خودسر اور باغیانہ طبیعت کا انسان تھا کہ ذرا کی ذرا عذاب ہٹا اور لوگوں کو اطمینان ہوا تو پھر

ے میں تمہارا (سب سے) بڑا پروردگار ہوں - ۱۲

وہ خدا سے بگڑ بیٹھا اور اپنی ساری باتوں سے بات کی بات میں پلٹ گیا اور پھر پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم فرعون کی طرح پاگل نہیں کہ خدا سے منحرف ہو جائیں نہ ہم خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہم بھی اپنی جگہ کچھ کمی نہیں کرتے۔ ہماری خودسری اور کرتوت سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کی پاداش میں ہم پر آئے دن مصائب اور آفات آتے رہتے ہیں۔ مثلاً طاعون، ہیضہ، انفلوانزا اور کیا کیا جن کا ہم نے کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ اب ہزارہا آدمیوں کو مرتے دیکھتے ہیں اور عبرت نہیں پکڑتے نہ خدا سے ڈرتے اور پناہ مانگتے اور اپنے کردار نا ہنجار سے توبہ کرتے ہیں۔ یہ ساری آزمائشیں ہیں، تاکہ ہم اب بھی راہ راست پر آجائیں اور اُس کی فرماں برداری کریں۔ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔[1] تم نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہوں گے جو فرعون کی طرح مصیبت پڑے پر تو گڑگڑانے لگتے ہیں اور بُرے وقت میں خدا اُن کو بہت کرکے یاد آتا ہے۔ جھٹ سے زبانی توبہ بھی کر لیتے ہیں۔

[1] اور خدا تجھ کو کوئی تکلیف پونہچائے تو اُس کے سوا کوئی اُس (تکلیف) کا دُور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کسی قسم کا فائدہ پونہچانا چاہے تو کوئی اُس کے فضل کا روکنے والا نہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فائدہ پونہچائے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ۱۲

بیمار پڑتے ہیں تو اُن کی گریہ وزاری اور گھبراہٹ کی کوئی حد نہیں رہتی لیکن جوں ہی مصیبت سے گلو خلاصی ہوئی یا بیماری سے چنگے ہوئے تو لگے فرعون کی طرح تمرّد کرنے۔ پھر تو گون اور مَیں گون ع ان تلوں تیل ہی نہ تھا گویا۔ انھیں لوگوں کے دل پتھر کے ہوتے ہیں جس میں جونک نہیں لگتی۔ جب تک ہاتھ پتھر کے تلے دبا ہے۔ عاجز و ناچار گربۂ مسکین بنے بیٹھے ہیں۔ جہاں کام نکل گیا اور ذرا رسّی ڈھیلی چھوڑی کہ لگے اُچھلنے کودنے۔ بجائے اس کے کہ ہم کسی مصیبت سے نجات یا بیماری سے صحت پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اور اُس کی مہربانی کے دل سے شکرگزار ہوں اُلٹے اور بدتر سے بدتر ہو جاتے ہیں اور طوطے کی طرح ایسی آنکھیں بدل لیتے ہیں کہ گویا اُن کو پھر خدا سے کام ہی نہ پڑے گا۔ دیکھو قرآن شریف میں انسان کی اس حالت کو کس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ[1] حَتّٰۤی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔ یا

[1] وہی (خدا تو) ہے جو تم لوگوں کو خشکی اور تری میں لیے لیے پھرتا ہے یہاں تک کہ

(باقی صفحہ آئندہ)

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

اچھا سچ سچ بتاؤ کہ کبھی تمھیں اپنی ذات پر بھی اس حالت کا تجربہ ہوا ہے؟ جب کبھی تم نے اپنے ماں باپ سے کوئی چیز مانگی ہے تو اُس کے لالچ میں تم نے اُن سے کیسے کیسے قول قرار کیے ہیں کہ فلاں چیز ہم کو دلا دی جائے تو ہم یوں کریں گے اور وہ کریں گے مدرسے برابر جائیں گے، دل لگا کر پڑھیں گے، شرارت نہ کریں گے اور اسی قسم کے بہت سے قرار مدار کیے ہیں لیکن جب تمھارا مطلب نکل گیا تو پھر سب قول قرار ہوا -

کئی بار تم نے پابندی سے نماز پڑھنے کا وعدہ کیا ہے - بارہا تم نے خدا کے سامنے توبہ کی ہے لیکن ذرا دل میں قائل تو ہو

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ - بعض اوقات تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ لوگوں کو بادِ موافق کی مدد سے لے کر چلتی ہیں اور لوگ اُن (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں (تاگاہ) کشتی کو ایک ہوا کا جھونکا آلگتا ہے اور لہریں (ہیں کہ) ہر طرف سے اُن پر (چڑھی چلی) آرہی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (بُرے) آگھرے تو بس خالص خدا ہی کو مان کر اُس سے دعائیں مانگنے لگتے ہیں کہ (یا خدایا) اگر (اپنے فضل سے) تو ہم کو اس (مصیبت) سے بچا دے تو ہم ضرور (بڑے بڑے ہی) شکرگزار ہوں گے - پھر جب وہ اُن کو (اس بلا سے) نجات دے دیتا ہے تو وہ خشکی پر پہنچتے ہی ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں - لوگو! تمھاری سرکشی

(باقی بہ صفحہ آئندہ)

کہ کئی دن تم نے اُس کی پابندی کی ؟ - یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جو
عہد اللہ تعالیٰ سے یا اپنے والدین سے کرو اُسے نباہو اور فرعون کی
طرح روگردانی نہ کرو - وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا
ہم خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں اور
وہ اپنی مہربانی سے ہماری بہت سی دعاؤں کو قبول بھی فرماتا ہے تو
کتنی بڑی شرم کی بات ہے کہ ہم اُس کے خلاف کریں - ایسی دھوکے
بازی کے بعد ہم کس طرح مُنہ دکھانے کے قابل رہیں گے - ۵

سب بال تھے سیاہ جب آئے تھے رو سفید ‏ ‏ یہ روز و شب سفید و سیہ کا گواہ ہے
پیری نے معصیت نے کیا ایسا انقلاب ‏ ‏ اب بال تو سفید ہوئے رو سیاہ ہے

فرعون ایسا کٹر تھا کہ آج تک زبان زدِ خاص و عام ہے کہ "اُن کی
فرعونیت کا کیا ٹھکانا" گو اُس نے بظاہر تو قوم بنی اسرائیل کا پیچھا
چھوڑ دیا مگر یہ صرف زبانی جمع خرچ تھا - جب وہ چلے تو یہ بھی اُن کے
پیچھے لاؤ لشکر لے کر چلا - اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیئے تو دریا
کو پایاب کر دیا وہ تو جھپٹ کر پار ہو گئے مگر فرعون جو اُن کا پیچھا دبائے
چلا آتا تھا وہ بھی فوج سمیت دریا میں کُود ہی تو پڑا - خدا کی قدرت

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ (کا وبال) تمھاری ہی جانوں پر پڑے گا یہ بھی) دنیا
کی (چند روزہ) زندگی کے فائدے (ہیں - سو خیر ان کے مزے اُڑا لو) آخر کار تم کو ہماری
ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو (اُس وقت) جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے رہے ہم تم کو (اُس کا
بُرا بھلا) بتا دیں گے - ۱۲ - ۱ - اور عہد کو پُورا کیا کرو کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی ۱۲

کہ جس پانی سے بنی اسرائیل صاف نکل گئے اُسی میں فرعون اپنے ٹِڈی دل لشکر سمیت ڈوب گیا اور اس طرح اُس ظالم کا خاتمہ ہوا کسی نے سچ کہا ہے کہ "خانۂ ظالم خراب لیکن بعد از خرابیِ خانہ ہائے بسیار"

فرعون کا پورا واقعہ قرآن شریف میں اس طرح موجود ہے:-

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَتْ بِهِ بَنُوْا إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ. فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً. وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ. فرعون کی عبرت ناک موت ہے

[1] ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا پھر فرعون اور اُس کے لشکریوں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے اُن کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب فرعون (کے سر) پر ڈباؤ (پانی) آ پہنچا تو لگا کہنے کہ مجھ کو یقین آیا کہ جس (خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اُس کے سوا کوئی (اور) معبود نہیں اور (اب) میں (بھی اُس کے) فرماں برداروں میں ہوں (تو خدا نے اُس کو ملامت کی اور فرمایا کہ) کیا اب (ایسے وقت میں ایمان ؟) اور تیرا حال تو یہ تھا کہ (اس سے) پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں (کا ایک مفسد) تھا تو آج (تیری روح کو تو نہیں مگر) تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے)

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہ ہزارہا مخلوقِ بنی اسرائیل کے دیکھتے دیکھتے وہ چوپٹ ہو گیا اور کوئی بھی اُسے بچا نہ سکا اُس کی انانیت اور دعوائے خدائی سارا ملیامیٹ ہو گیا۔ اس واقعے سے ہم سب کو کافی سبق لینا چاہیئے۔ ہم جو عہد خدا سے کریں یاد رکھو کہ وہ ہمیشہ خلوصِ دل، سچائی اور راست بازی سے ہونا چاہیئے۔ سب جگہ دھوکا اور بٹے بازی چل سکتی ہے مگر وہاں نہیں چلتی۔ خدا ہم سب کو توفیق دے کہ سرِ مو اُس کے احکام سے تجاوز نہ کریں اور اُسی کی مرضی پر چلیں۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

نظم

نہ آسمان و نہ مہ آفتاب خلدِ بریں ۔۔۔ نہ انجم و نہ ملائک نہ کس عیاں نہ نہاں

نہ دوزخ و نہ بہشت و نہ ملک نے مملوک ۔۔۔ ولے یکیست کہ در جملہ ظاہر ست و نہاں

دو کون اوست و بے بوالعجب کمال اُست ۔۔۔ نہ عقل داند و نے وہم و نے خرد نہ بیاں

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ بچا دیں گے (وہ بھی اس غرض سے) کہ جو لوگ تیرے بعد آنے والے ہیں تو اُن کے لیئے (نشانِ) عبرت ہو اور البتہ بہت سے لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے غافل ہیں۔ ۱۲ م ۱ تو (اے پیغمبر) ہمارے اُن بندوں کو خوشخبری سنا دو جو (ہمارے) کلام کو کان لگا کر سنتے اور اُس کی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے (نیک) ہدایت دی ہے اور یہی تو عقلِ (سلیم بھی) رکھتے ہیں۔ ۱۲

چگونہ عقل بروی کمالِ حسرتِ اوست
نہ ظاہرست و نہ باطن نہ آشکار و نہاں

(۳۶) پتے (پتہ کس چیز کا پتہ دیتا ہے)

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ[1]

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں ہے جلوہ تری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

آج میں چند پتے لایا ہوں جو چلچلاتی ہوئی دھوپ میں اپنا گھنا سایہ ایک تھکے ہوئے مسافر پر ڈال کر ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں سے اُس کا دل ٹھنڈا کرتے ہیں۔ یا آج وہی پتے ہیں کہ موسمِ خزاں نے انھیں پامال کر دیا۔ یہی حال انسان کا ہے کہ ایک دن وہ بھی پتوں کی طرح مرجھا جائے گا۔ پتوں سے صرف فنا ہی کا سبق حاصل نہیں ہوتا بلکہ اور بہت سی کام کی باتیں نکلتی ہیں۔ پہلے تو تم یہ دیکھو کہ ہر قسم کے درخت کے پتے الگ الگ ہوتے ہیں۔ آم کا جدا، جامن کا جدا۔ کیلے کا جدا۔ اگر تم کسی پتے کو جو درخت

[1] اور اُسی نے خلقت کے (فائدے کے) لیے زمین بنا دی ہے کہ اُس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن کی گیلوں (پر قدرتی) غلاف چڑھے ہوتے ہیں اور (طرح طرح) کے اناج جو (بھوسی کے) خول میں ہوتے ہیں اور خوشبو دار پھول ہیں تو اے (جنو اور آدمیو!) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں سے مکرو گے۔۱۲

پر سے جھڑ گیا ہو، اُٹھا کر دیکھو گے تو پاؤ گے کہ پتہ دراصل اپنے درخت کی چھوٹی سی تصویر ہے - اُس میں جو رگ و ریشے ہیں وہ اُس درخت کے تنے اور ٹہنیوں کی نقل ہے یعنی جیسا درخت ویسا پتہ - اس مشابہت سے بھی ہم کو ایک سُود مند سبق حاصل ہوتا ہے - اگر تم تعمق کی نظر سے دیکھو گے تو مختلف مدارس کے طلبا میں بہ لحاظ بعض بعض حالات کے فرق پاؤ گے - جن مدرسوں کا نظم ونسق عمدہ ہے اور ہر کام اپنے ٹھیک وقت پر پابندی اور پوری نگرانی کے ساتھ ہوتا ہے - اُستاد لائق، شفیق اور ہمدرد ہیں - سبق دل لگا کر اور سمجھا کر پڑھاتے ہیں تو ایسے اُستاد شاگردوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور اُن کے خیالات کو دوسری طرف منتشر نہیں ہونے دیتے - اُن کی عمدہ تعلیم کی بدولت شاگردوں کے دلوں میں شریفانہ خیالات جاگزیں ہو جاتے ہیں - ایسے ہی مدرسوں کے لڑکے بالعموم نیک چلن - مہذب - قاعدے کے پابند اور سخن شنو ہوتے ہیں اور اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ ع خاک از تودہ کلاں بردار -
اب اس تصویر کا دوسرا رُخ دیکھو - ایک مدرسہ وہ ہے جہاں کے سُوپرنڈنٹ[1] (مہتمم) کو دلچسپی نہیں، اُسے خبر نہیں کہ کون لڑکا کب آتا ہے، کب جاتا ہے، کیا کرتا ہے - اُستاد پڑھاتے تو ضرور ہیں مگر صرف تنخواہ سیدھی کرنے کو - مُردہ دوزخ میں جائے

[1] اصل لفظ سوپر ان ٹن ڈنٹ ہے - کثرت استعمال سے اردو میں سوپرنڈنٹ ہو گیا - ۱۲

یا جنت میں اُن کو اپنے حلوے مانڈے سے کام ۔ جہاں کا سارا
کام علی اللہ توکل ہے۔ محض حُسنِ اتفاق سے کوئی کام بن گیا، بن گیا۔
لڑکے بگڑیں تو اُن کی بلا سے اور فیل ہوں تو اُن کی جوتی سے ۔
ایسے مدرسے کے طلبا ضرور ہے کہ وہیں کی سی خُو بُو پکڑیں اور فرادیٰ
فرادیٰ لو تو جیسا مدرسہ ویسے لڑکے ۔ اس لیئے تم کو خود اس بات
کا احساس ہونا چاہیئے کہ سنبھل سنبھل کر قدم دھرو ۔ دُوسرے کو کیا
غرض پڑی کہ تمھاری خبر رکھے ۔ کس کی بکری اور کون ڈالے گھاس
اچھے اور ہونہار لڑکے وہ ہیں جو اُستادوں کا ہاتھ بٹاتے اور نظم
برقرار رکھتے ہیں سوپرنٹنڈنٹ کو مدد دیتے ہیں ۔ مجالسِ وعظ کو بھی
ایک قسم کا مذہبی مدرسہ سمجھنا چاہیئے ۔ یہ دنیاوی تعلیم کی درسگاہیں
ہیں اور وہ دین کی ۔ ایک مثل مشہور ہے کہ "جیسی روح ویسے فرشتے"
یعنی جیسا واعظ ویسے ہی سامعین ۔ کیوں کہ واعظ کے حُسنِ کلام کا
بہت اثر پڑتا ہے اور وہ اپنے سامعین کو روحانی تلقین سے سُدھارتا
ہے ۔ جو مولوی کچھ عرصے تک ایک جگہ خواہ وہ مسجد ہو یا مدرسہ وعظ
کہتے یعنی مذہبی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور پند و نصائح کا باب مفتوح
رکھتے ہیں تو اگر لوگ شوق سے سُنتے اور اُن کے ہم خیال ہوتے
اور دامے درمے قدمے اُن کا ہاتھ بٹاتے ہیں تو یہ سارا مجمع بوجہ
توافقِ خیالات روحانی فیض سے بہرہ ور ہوگا اور جو سنیں گے
اُس پر عمل بھی کریں گے ۔ اگر مولوی صاحب ایک باخدا اور متقی آدمی ہیں

تو ضرور ہی کہ سامعین پر اُن کا اثر پڑے اور اس طرح اس مجلس کا ہر ممبر کام کا آدمی بنے گا -

علاوہ اس کے پتوں سے ایک اور سبق بھی ملتا ہی - بڑے بڑے سر بفلک تناور درخت کیا ہیں وہ سب انھیں ننھے ننھے پتوں کی مجتمعہ امداد اور کوشش کا نتیجہ ہیں - ہر پتہ حصّہ بہ قدرِ جُثّہ کچھ نہ کچھ اپنی ذاتی طاقت رکھتا ہی - سب پتے ہی مل کر روشنی اور ہوا کو جذب کرتے ہیں اور سب کی اکھٹی طاقت ہی کی بدولت اتنا بڑا درخت کھڑا رہتا ہی - یہی طاقت اس کے نشو و نما اور بقا کی جڑ بنیاد ہی - کوئلے بھی کسی زمانہ میں درخت ہی تھے جو زمین میں سالہا سال دبے رہنے سے کوئلے بن گئے - کوئلے کو جب انگیٹھیوں میں جلاتے ہیں اور وہ جل اُٹھتا ہی وہ جلنا سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہی کہ وہ اپنی جگر کی روشنی کو نکالتا ہی جو حسب حیثیت جنگل کے ہر ہر پتے میں موجود تھی -

پتوں کو دیکھ کر سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا میں کوئی چیز بے کار نہیں پیدا کی گئی ہی ہر ایک چیز کسی نہ کسی مصرف کے لیئے بنائی گئی ہی اور ہر چیز خود بھی حسبِ موقع اپنا متعلقہ فریضہ ادا کرتی رہتی ہی - اب بطورِ مثال پتوں کی ہی حالت پر غور کرو کہ کسی نے درخت کی پھننگ پر جگہ پائی ہی تو کوئی ٹہنیوں میں لٹک رہا ہی اور کوئی جڑ میں پڑا زمین میں سڑ رہا ہی - لیکن جو بھی جہاں ہی بہ طیب خاطر اور بلا جبر و استکراہ درخت کی سرکار کا خدمت گذار ہی یعنی درخت کو

اپنی قوت کا حصہ رسدی بلا کم و کاست وہیں سے بیٹھے بیٹھے اس طرح پونہچاتا رہتا ہی کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔ یہ کیسی خوش دلی سے اور کس وفاداری سے اپنے فریضے کو انجام دیتے ہیں ان میں نہ منافست ہی نہ حسد، نہ بغض ہی نہ کینہ، نہ ایک دوسرے کی شکایت کرتے ہیں۔ نہ کسی کا کسی پر زور ظلم نہ دشمنی نہ ایک دوسرے کو گرانے کی فکر ہیں۔ ان کا نہ کوئی جتھا ہی نہ پارٹی کہ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ ہو۔ نہ ان کا کوئی لیڈر کہ وہ ملّا ہیں مرغی حرام۔ پتوں کو اس بات کی شکایت نہیں کہ تو اوپر کیوں ہی اور میں نیچے کیوں۔ غرض سب مل کر ہنسی خوشی رہتے ہیں۔ ہم سے تو یہی بھلے! ع

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

پتّے کی بساط ہی کیا، کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا مگر مدۃ العمر خدمت گزاری کرتے کرتے آخر ایک دن بے چارہ جھڑ جاتا اور زمین میں رُل رُل کر خاک میں مل جاتا ہی۔ گو پتّے کا کہیں پتہ نہ رہے اور وہ زمین کا پیوند ہو جائے مگر اُس کا کام یعنی اُس کا پروردہ درخت اُس کی دائمی یادگار سر اُٹھائے کھڑا رہتا ہی اور یہی اُس کی سعی کا ثمرہ ہی۔ اگر پتّے نے اپنا حقِ خدمت وفاداری کے ساتھ پورا پورا ادا کر دیا تو چلو بس چھٹی ہوئی۔ خزاں آئے تو آئے اور آندھی آئے تو آئے۔ ع بعد از سرِ من کُن فیکُن شد شدہ باشد۔

پتہ جب گرنے کو ہوتا ہے تو پہلے اُس کی جڑ میں ایک ڈینٹھ سی پیدا ہو جاتی ہے جس میں سے موسم بہار میں پھر نیا پتہ پھوٹتا ہے خزاں میں پتے ایک ایک کر کے جھڑ جاتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ موسم "پت جھڑ" کہلاتا ہے۔ درخت ٹنڈا ہو جاتا ہے مگر مرتا نہیں۔ موسم بہار آنے کی دیر ہے کہ پھر ہرا بھرا ہو گیا۔ اسی طرح انسان مر جاتا ہے اور اُس کی اولاد اُس کی جگہ پر آ جاتی ہے جو اپنے آبا و اجداد کے کیے ہوئے کاموں کو سنبھالتی اور تازہ دم رکھتی ہے اور ہر طرح سے اُن کاموں کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

نخواہد ایں چمن از سرو و لالہ خالی ماند
یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

یہ پتے صاحب دلوں کے نزدیک فنا کا نوٹس ہیں اور ہم کو جتلاتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح ایک دن خاک میں رل جائیں گے، لیکن وائے ہماری غفلت اور بل بے ہماری جسارت کہ ہم برسوں کا سامان کرتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی خیال نہیں کرتے کہ ہم کو بھی ایک دن مرنا ہے۔

نظم

ہے یقیں اس کا کہ اک دن بے گماں کچھ بھی نہیں
یہ زمیں کچھ بھی نہیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں
کیا ہے انساں ایک مشتِ استخواں، کچھ بھی نہیں
بلبلا پانی کا ہے عمرِ رواں، کچھ بھی نہیں

سب ہیں فانی کیا زمیں کیا آسماں کچھ بھی نہیں
اک خدا کو ہی بقا، دونوں جہاں کچھ بھی نہیں

زندگی تک ایک عالم جن کا تھا زیرِ نگیں
بعدِ مُردن اُن کا اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

رنگ کیا فصلِ خزاں لائے گی رکھ اس کا خیال
پھول کی دو دن بہار اے باغباں کچھ بھی نہیں

آہ سے مظلوم کی ڈر ظالمِ نخوت پرست
سامنے جس کے زمین و آسماں کچھ بھی نہیں

کیسی نادانی ہی کارِ خیر میں کرتا ہی ڈھیل
موت کے تو سامنے پیر و جواں کچھ بھی نہیں

سال بسال یہی تماشا دیکھ لو۔ درخت پھولے پھلتے ہیں، پھر پت جھڑ ہوئی، یعنی سال ختم ہوا۔ سورج کا بھی یہی حال ہی کہ دن بھر چمکا شام ہوئی۔ آسمان پر شفق پھولی۔ آفتاب نے دن کی منزل طے کی اور چلتے چلاتے اپنی ایک جھلک شفق میں دکھلا کر غائب ہوا۔ یہ کارخانۂ عالم کیا ہی ہمارے لیئے ایک تازیانۂ عبرت ہی کہ اسی طرح ہر برس جو گزرا اُس نے ہم کو (۳۶۵) دن موت سے اور قریب کر دیا۔ وہ دن قریب تر آتا جاتا ہی کہ ایک دن اس پتے کی طرح ہم بھی جھڑ جائیں گے!

رباعی

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہی　　آتا نہیں پھر کر، جو برس جاتا ہی

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا ہم پر یاں اور گرہ سے اک برس جاتا ہی

نباتات کا پھولنا پھلنا، نشو و نما، لہلہانا اور مرجھانا۔ یہ کیا ہی؟ جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں اور وہ صاحبِ عقل و ہوش ہو وہ تو اس لیل و نہار کو دیکھ کر بے ساختہ چیخ اُٹھے گا کہ آخر فنا!۔ آخر فنا!۔ ؎

طے ہو رہی ہی منزل چونکو کہ وقت کم ہی
ملکِ فنا کی جانب ہر سانس اک قدم ہی

وہ دیکھو! سامنے ایک تناور اور خوب صورت درخت مُردہ پتوں کی قبر پر بطور ایک یادگار کے کھڑا آنسو بہا رہا ہی۔ یہ پتّے اسی درخت کے اِردگِرد کی زمین میں خاک کا ڈھیر ہو گئے۔ اسی طرح کسے باشد۔ بچّہ ہو یا جوان یا بوڑھا منزلِ دنیا کو اچھی طرح یا بُری طرح طے کر کے چلتا بنے گا اور جیسا کچھ وہ تھا ویسی ہی اپنی یادگار چھوڑ جائے گا

؎ دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس! ہم نہ ہوں گے

یہ سب جانتے ہیں کہ اُس کے حکم کے بغیر ایک پتّہ نہیں ہل سکتا۔ اُس کا بسیط علم ہر چیز پر حاوی ہی۔ ہمارے سر کے بالوں تک کا شمار اُس کے علم میں ہی۔ وہ ہمارے حرکات و سکنات و افعال سے پورا باخبر ہی اور سزا اور جزا دونوں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم کو ہمارے کیے کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔

اگر اس وقت میرا روئے سخن عمر رسیدہ لوگوں کی طرف ہوتا تو میں کہتا کہ پکّے پانوں میں جو مزہ ہے وہ کچّے میں کہاں۔ ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔ بڑھاپے کی بات رہی بڑھاپے کے ساتھ لیکن جوانی اور عمار الشّباب کی بہار کچھ اور ہی ہے۔ چڑھتی جوانی میں ہر چیز نکھار پر رہتی اور بھلی لگتی ہے۔ ـــ

جب جوانی کا مزہ جاتا رہا
زندگانی کا مزہ جاتا رہا

لیکن بڑھاپا ہمیشہ عزّت اور وقار کا زمانہ ہے اور عمر رسیدہ اصحاب ہر طرح مستحقِ آداب و تکریم ہیں۔ اُن کا ادب شرطِ انسانیت ہے مُوئے سفید ہمیشہ واجب التّعظیم ہیں۔ دیکھو سفید ڈاڑھی سے چہرے پر کیسا نور برستا ہے۔ اُن کی پاکبازانہ اور نیک نہادی کی زندگی اُن کی ذاتی خوبیاں سب ہم سے ادب و تعظیم پانے کا جائز استحقاق رکھتی ہیں۔ با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ چھوٹوں پر بڑوں کا ادب کرنا فرض ہے۔ ـــ

ادب تاجیست از فضلِ الٰہی بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

لہ جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آئے گا تو اُس کا دس گنا اُس کو (ثواب) ملے گا اور جو بدی لے کر آئے گا تو بس اتنی ہی سزا بھگتے گا اور لوگوں پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ۱۲

(۷۳) کچھوا۔ (آدمی جانوروں سے ملتا جلتا ہے اور نہیں بھی)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔

آدمی زادہ طرفہ معجون نیست | از ملائک سرشتہ وز حیواں
گر کند میل ایں شود کم ازیں | ور رود سوئے آں شود بہ ازاں

آج میں تم کو بتلانا چاہتا ہوں کہ بعض حالات میں انسان جانوروں سے مشابہت رکھتا ہے اور بعض میں اُن کے خلاف ہے۔ مثال کے طور پر آج کچھوے کی ڈھال پیش کرتا ہوں۔ بعض شریر لڑکے چڑیوں، کتوں، بلیوں کی جان کے ایسے دشمن ہوتے ہیں کہ گویا اُن میں جان ہی نہیں۔ شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے ستانے سے جانور کو کچھ تکلیف نہیں پہنچتی۔ جس میں جان ہے اُس میں حس بھی ضرور ہے۔ جانوروں کو بھی درد اور تکلیف ویسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسا کہ ہم کو۔ ہاں بے رحمی اور بے دردی کی بات اور ہے۔ "جس کی نہ پھٹی ہو بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی"

چڑیا کی زاری۔ نظم

اے بد نہاد لڑکے اے نابکار لڑکے | یہ کیا کیا خدا کی تجھ پہ ہو مار لڑکے
نازل غضب خدا کا تجھ پر ابھی اگر ہو | اور موت لے کے خنجر سر پر ترے کھڑی ہو
ظالم خدا کرے تو بچپن میں جان کھوئے | میری طرح سے تیری ماں زار زار روئے
بے رحم کیا بگاڑا ان بے پروں نے تیرا | نقصان کیا کیا تھا ان گھونسلوں نے تیرا

ا کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ پھر ہم اس کو ڈھا کر کے کم تر سے کم تر

اب تک نہ تجھے انھوں نے سفّاک پر سنبھالے — ہیں غریب بچے پر میرے وہ بھولے بھالے

کن کن مصیبتوں سے تھا آشیاں بنایا — لا لا کے تنکا تنکا تھا گھر یہاں بنایا

وہ گھر کہیں پڑا ہے بچّے کہیں پڑے ہیں — دُور از مکانِ ویراں بے کس کہیں پڑے ہیں

وہ میرا گھر میں آنا اُن کا وہ چہچہانا — اُن کا وہ لاڈ کرنا میرا وہ صدقے جانا

کن کن دکھوں سے ہائے بچّوں کو میں نے پالا — پڑنا تھا وائے قسمت اس بے جفا سے پالا

مٹی پہ ہائے ہائے بے جاں پڑے ہوئے ہیں

کس نیند میں یہ میرے ناداں پڑے ہوئے ہیں

افسوس نسلِ انساں تجھ میں وفا نہیں ہے — کہتے ہیں اُنس جس کو تجھ میں ذرا نہیں ہے[1]

تیغِ جفا سدا ہے تیری میاں سے باہر — جور و جفا ہیں تیرے حدِّ بیاں سے باہر

ہمسائگی میں آکر تیرے مکیں ہوئے تھے — چھن تر سے مگر ہم کچھ جانتے نہیں تھے

سختی تری ستم گر کتنی ہے بے کسوں پر — یہ جبر بے تحاشا یہ جبر بے بسوں پر

غدّار بے وفائی تیری سرشت میں ہے

تیرا بھی وتیرہ دنیائے زشت میں ہے

نزدیکِ نسلِ انساں ہرگز کوئی نہ آئے — اپنے جگر پہ زخمِ تیغِ ستم نہ کھائے

اس ہیل جول کا گر انجام جانتی میں — کم بخت دل کا کہنا ہرگز نہ مانتی میں

جنگل میں جا کے اپنا میں آشیاں بناتی — خطرے میں اپنی جاں کو ہرگز نہ ڈالتی میں

میں ان کو لا کھلاتی جنگل سے جا کے دانے

جب تک نہیں ہوئے تھے کم سن عمر سیانے

[1] حالاں کہ انسان کا خمیر اُنس سے ہے اور اس پر یہ حال ہے بر عکس نہند نامِ زنگی کافور۔ ۱۲

مجھ پر ستم ہوا ہے اے جسم و جاں کے مالک — اے داد گر زمیں کے اے آسماں کے مالک

میں بے زباں ہوں کرتی فریاد تیرے آگے — کہتی ہوں اپنے غم کی روداد تیرے آگے

اب کس طرف کو جاؤں میں بے زبان چڑیا

میں غم کی ماری چڑیا، میں خستہ جان چڑیا

(منشی [illegible])

دشمنوں کی ایذاؤں سے بچنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو حفاظتِ خود اختیاری کے لیئے کچھ نہ کچھ ذرائع بہم پہنچا دیئے ہیں۔ چڑیاں پھُر سے اُڑ جاتی ہیں۔ بعض جانور جیسے لومڑی وغیرہ بھٹ میں دبک جاتے ہیں گلہریاں درختوں کے سوراخوں میں گھس جاتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں ڈنک سے مقاومت کرتی ہیں۔ چوپایوں کے لیئے سینگ مدافعت کا بڑا حربہ ہے۔ بعض جانور درندوں کے مقابلے پر قادر نہیں اُن کو اُس لاانتہا ہی قدرت نے ایک چھوڑ دو دو معدے دیئے ہیں کہ جلدی جلدی جنگل میں چر چُگ کر اپنے ٹھکانے پر جا بیٹھیں اور درندوں کے حملے سے محفوظ رہیں۔ جیسے گائے بکری بھیڑ وغیرہ کہ وہ گھانس اور پتے چرتے اور پھر اپنے ٹھکانے پر اطمینان سے بیٹھ کر جگالی کرتے یعنی جلدی میں جو کچھ اُنھوں نے کھایا ہے اُسے تھوڑا تھوڑا چبا کر ہضم کرتے ہیں۔ اب کچھوے کو دیکھو۔ تم نے کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی کہانی سُنی ہوگی۔ کچھوا ایک بھدّا اور سُست رفتار جانور ہے۔ جو چاہے اُسے دوڑ کر پکڑ لے اُس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کس خوبی سے کی ہے کہ اُس کے اوپر ڈھال کا ایک نہایت مضبوط

خول چڑھا دیا ہے۔ ذرا خطرہ ہوا کہ وہ اُس ڈھال کے اندر قلعہ بند ہو گیا
گردن اور مُنہ سکیڑ کر اندر بیٹھ گیا۔ پھر مارو کچلو کچھ خبر نہیں۔ کوئی اور
جانور اُس کی چینی ہڈی کے سبب سے اُسے کھا نہیں سکتا۔ پس
اُس کی قدرت کو دیکھو کہ جانور کے مناسب حال اُس کی حفاظت کا
سامان کر دیا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان جانداروں کو دُوسرے حیوانات سے
محفوظ رہنے کا سامان اچھی طرح کر دیا ہے پھر بھی حضرتِ انسان کے
پنجے سے کسی کو مفر نہیں۔ چڑیاں بہت تیز اُڑتی اور ہوا سے باتیں
کرتی ہیں لیکن آدمی اُن کو جال میں پھانس لیتا یا بندوق سے اُن کا
شکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کھانے کی غرض سے چرند اور پرند کا
مارنا روا رکھا ہے لیکن محض تفننِ طبع کے لیئے ایک مُشتِ استخوان کی
جان لینا اور بے زبانوں کو اذیت پونہچانا گناہِ بے لذّت ہے۔ ایک
چشم دید واقعہ میں تم کو سُناتا ہوں۔ ایک لڑکا اپنی بہن کے ساتھ
سیر کو جا نکلا۔ اُن کو ایک جھاڑی میں خرگوش کے سفید سفید جیسے
رُوئی کے گالے ننھے ننھے بچّے پھدکتے اُچھلتے کودتے نظر پڑے۔
کیسی خوش فعلیاں کر رہے تھے اور کیسے چہ بغم تھے۔ لڑکا تھا شریر
خرگوش کے بچّے دیکھ کر چیل کی طرح جھپٹا۔ بہن بہتیر امنع کرتی رہی
کہ نا بھائی۔ ہا! ان بچّوں کو نہ پکڑو دیکھو تو کیسے کھیل رہے ہیں،
مگر وہ کب سُننے والا تھا ایک نہ سُنی اور جھپٹ کر بچّوں کو پکڑ ہی لایا۔

کہیں اُن کے کان مروڑتا اور ہنستا، کبھی اُن کی ٹانگیں بے رحمی سے
گھسیٹتا۔ وہ تکلیف سے بے تاب ہو کر چیں چیں کرتے تو یہ اور خوش
ہوتا اور کلکاریاں مارتا، ٹھٹھے لگاتا۔ صاحب زادے کا تماشہ
تھا اور بے زبان بچوں کی موت۔ ع ہماری جان گئی آپ کی
ادا ٹھہری۔ لڑکی بے چاری بہت کڑھ رہی تھی اور برابر کہے جاتی
تھی کہ خدا کے واسطے ان بچوں کو چھوڑ دو۔ تم کو ان بے زبانوں پر
رحم نہیں آتا، تمھارا دل کتنا پتھر کا ہے۔ ۱؎

کھلونا سمجھ کر بگاڑو نہ ہم کو
کہ ہم بھی اُسی کے بنائے ہوئے ہیں

لیکن اُس قسی القلب لڑکے نے ایک نہ سنی بلکہ اور زیادہ شرارت
کرنے لگا، ایک ایک کو گیند کی طرح اُچھالتا، وہ زمین پر پٹاخ سے
آن پڑتا۔ کسی کا سر پھٹ جاتا اور کوئی یوں ہی دم چھوڑ دیتا۔ یہ مارے
خوشی کے لوٹا جاتا تھا۔ غرض یہ کہ سارے بچوں کی اس نالائق نے
ایک ایک کر کے جان لی۔ دس برس نہ گزرے تھے کہ وہی بہن اس
بھائی کے سرہانے بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ بھائی قید میں تھا، ہاتھ
بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، قتل کے الزام میں ماخوذ تھا۔ شکار کھیلنے نکلے

۱؎ بے شک، جانور اذیت کو اسی طرح محسوس کرتے ہیں جیسے کہ ہم۔ چڑیا کے بچے
گھونسلے میں سے نکال لو تو وہ چوطرف بے قرار چوں چوں کرتی پھرتی، اور اُن کی
تلاش میں دیوانی ہو جاتی ہے اسی طرح محبت کو بھی خوب جانتے اور اُس کی قدر
(باقی بصفحہ آئندہ)

پاس کے پاس ایک کھیت میں قضارا کسی کسان کو گولی جا لگی اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ پھانسی کا حکم ملا۔ جب اس جوان کا آخری وقت آگیا، موت سامنے آکھڑی ہوئی۔ ملک الموت، جیلر کی شکل میں مثل قضائے مبرم آکر سامنے کھڑا ہو گیا۔ چلتے چلاتے بھائی نے مصیبت زدہ بہن کی طرف بڑی حسرت بھری نگاہ ڈال کر کہا "میری پیاری بہن! تمہارا خدا حافظ

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ کرتے ہیں۔ کتا اور بلی گھریلو اور پالتو جانور کہلاتے ہیں اور اپنے مالک سے کس قدر مانوس ہو جاتے اور کیسی وفاداری کرتے ہیں مگر محبت وہ چیز ہے کہ جنگل کا درندہ جانور شیر بھی رام ہو جاتا ہے اور اپنے محسن کو پہچانتا ہے۔ میرے بچوں میں سے ایک بچہ کسی جنگلی مینا کا چھوٹا سا بچہ گھونسلے میں سے نکال لایا تھا جس کی کلیاں بھی ابھی نہ پھوٹی تھیں، اُس کو بڑی شفقت سے میں نے پالا۔ جب وہ مینا بڑی ہو گئی اور خوب اُڑنے لگی تو اُس کا یہ حال تھا کہ سارے دن میری میز کے ارد گرد پھرتی رہتی۔ مَیں اس دالان سے اُس دالان میں گیا تو میرے ساتھ، نماز پڑھ رہا ہوں اور جانماز پر موجود۔ ناشتے اور کھانے کا وقت جانتی تھی۔ ذرا دیر ہوئی اور اُس نے ٹھونگیں مارنی شروع کیں۔ گھر میں بہت سارے آدمی تھے کسی سے یہ خصوصیت نہ تھی جنگلی مینائیں اُس کی ملاقات کو آتی تھیں یہ بھی اُن سے مل کر خوش ہوتی اور اُن کے ساتھ دانا دُنکا چگتی، اُڑ کر اُن کے ساتھ اِدھر اُدھر چلی بھی جاتی مگر پھر پھر آکر موجود۔ رات کو وہ خود بخود کبوتروں کی کابک میں جا بیٹھتی، صبح سویرے نکلی اور سب سے پہلے میرے سلام کو حاضر۔ مَیں اُس کو چاہتا تھا اور وہ مجھے۔ ھ (باقی بصفحۂ آیندہ)

کیا تمھیں آج سے دس برس پہلے کی بات یاد نہیں ؟ یعنی وہ خرگوش کے بچّے - تم نے کیسی کیسی منّت کی مگر میری شومیِ تقدیر کہ میں نے نہ سنا - یقین جانو یہ وبال اُسی کا ہے - اے کاش میں نے تمھاری بات سُن لی ہوتی تو یہ روزِ بد مَیں کاہے کو دیکھتا" - نتیجہ اِس سے یہ نکلا کہ

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ - ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی ؛ ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی - لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے کہ جنگلی مَینا کو دیکھو کیسی ہلی ہے - میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ محبت کی بُھوکی ہے اور مَیں اُس پر اِس لیے مفتوں تھا کہ مجھے چاہتی ہے - ؎ دنیا میں اگر ڈھونڈیے تو کیا نہیں ملتا ؛ پر چاہنے والا نہیں ملتا نہیں ملتا - ایک دن حسبِ معمول صبح کا ناشتہ کر کے وہ چھوٹے دالان میں گئی - مَلَکُ الموت بلّی کی شکل میں وہاں موجود تھا - میں دَوڑا مگر مَوت کے مُنہ سے کَون چھڑا سکتا ہے، بلّی نے ایسا دبوچا کہ دم نکل ہو گئی - مجھے اُس کی مَوت کا بڑا قلق ہوا بے اختیار آنسو نکل پڑے مگر صبر سے کام لیا - ؎ کسی کی مَوت پر اے دل نہ کیجے چشمِ تر ہرگز ؛ بہت سا رو ئیے اُن پر جو اِن جینے پہ مرتے ہیں - بار بار مجھے یہ خیال آتا تھا کہ انسان کو دیکھیے لاکھ جان چھڑکو مگر وہ کورے کا کورا - ہم سے تو یہ جانور ہی بھلے جو احسان مانتے اور مدۃ العمر شکر گزار رہتے ہیں ؎

سگے را لقمۂ ہرگز فراموش ۔۔۔ نگردد گر زنی صد نوبتش سنگ
وگر عمرے نوازی سفلۂ را ۔۔۔ بہ کم تر چیزے آید با تو در جنگ

(سعدی)

لہ یہ واقعہ ہے تو قرینِ قیاس مگر اس سے بھی بڑھ کر میرا دیکھا ہوا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں - ضلع گلبرگہ میں ایک معزز صاحب کو میں نے دیکھا (نام لکھنا مناسب نہیں) ؛

جو بچّے کھیل سمجھ کر جانوروں کو ستاتے ہیں وہ بہت بُرا کرتے ہیں۔ ناحق اُن کی جان لیتے ہیں اور تعجب ہے کہ اُن میں ذرا سا بھی انسانیت اور ہمدردی کا مادّہ نہیں۔ اُن کا دل نہیں کُڑھتا اور جب حد سے زیادہ اُن کے مظالم بڑھ جاتے ہیں تو جانوروں کا شکار کرتے کرتے آدمی کا شکار بھی کرنے لگتے اور پھر ایک دن خود شکار ہو جاتے ہیں۔

اچھّا یہ بات بھی خیال رکھو کہ اور طرح بھی ہم جانوروں سے مشابہ ہیں یا یوں کہنا شاید زیادہ صحیح ہوگا کہ جانور ہم سے اشبہ ہیں جانور جسمانی ساخت کے اعتبار سے ہم سے ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً ایک چڑیا ہی کو لو۔ اُس کے پَکھوٹے وہی کام دیتے ہیں جو ہمارے ہاتھ۔ اُس کی ٹانگیں اور پیر (پنجے) ہماری طرح کے ہیں، صرف فرق اتنا ہے کہ پرند کے ناخن ذرا لمبے اور خاردار ہوتے ہیں اور ہمارے اور طرح کے۔ گھوڑے کو دیکھو گردن اُس کے بھی ہے، مگر ہم سے لمبی

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ۔ کہ اُن کا داہنا پاؤں گھنا یا ہوا تھا۔ مجھ سے اُن سے عرصہ تک ملنا جُلنا رہا باتوں باتوں میں اُنھوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانِ بےعلمی میں اُن کے والد (مقام کا نام بالقصد ترک کر دیا ہے) عملدار تھے۔ اُس زمانے میں وحشیانہ سزائیں دینے کا دستور تھا اُنھوں نے ایک شخص کا داہنا پاؤں ٹخنے کے اوپر سے کٹوا دیا تھا جب سے جتنی اولادیں اُن کو ہوئیں خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی سب کے داہنے ہی پاؤں گھنائے ہوئے ہیں چنانچہ جس زمانے میں مَیں نے اُن کو دیکھا وہ دو بھائی تھے دونوں ایسے ہی تھے اور وہ کہتے تھے کہ ایک بہن بھی ایسی ہی تھی۔ یہ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیے۔ ۱۲ من المؤلف

اُس کی اگلی ٹانگیں ہمارے ہاتھوں کی جگہ ہیں اور پچھلی ٹانگیں گویا
خالص پیر ہیں۔ گھوڑے کا سم ہماری مٹھی کی طرح کا ہوتا ہے وہ کھُر کہلاتا
ہے مگر وہ بھی ناخن کی ایک شکل ہے۔ ہمارے ناخن الگ الگ ہیں اور
گھوڑے کے یک جا۔ گھوڑے کے سُم دیکھنے میں ٹھوس معلوم دیتے ہیں
لیکن وہ بھی درحقیقت ہمارے ناخنوں کی طرح خول ہیں، اندر سے کھوکلے
کچھوے کے بھی دو ہاتھ اور دو پاؤں ہیں جن میں ناخن بھی ہیں۔ شاید
تم کہہ اٹھو کہ کدھر کچھوا کدھر انسان واہ! اچھی مثال دی اُس کی
پیٹھ پر تو ڈھال ہوتی ہے - ہاں یہ سچ ہے لیکن کیا تمھارے بازو،
ٹانگوں میں اور جا بجا گوشت کے اندر ہڈیاں نہیں ہیں۔ پھر وہ ایک
قسم کی ڈھال نہیں تو کیا ہیں - ڈھال بھی حفاظت کے لئے ہے اور
ہڈیاں بھی۔ ہماری ہڈیوں کے اوپر گوشت کی تہ سنڈھی ہوئی ہے اور
کچھوے میں گوشت اندر ہے اور ہڈی اوپر ہمارے بدن میں بہت سی
ہڈیاں ہیں کچھوے پر ساری ہڈیوں کے بدلے ایک طباق ہمراہم
ہڈی کا بنا ہوا اوندھا دیا گیا ہے - ابرے استر کا فرق ہے، بات تو ایک
ہی ہے - کی بلیسی کا ساٹھ ہوا - جس طرح ہمارے سارے رگ پٹھے
ہڈیوں سے جڑے ہوئے ہیں یہی حال کچھوے کا ہے - ہاں یہ ضرور ہے
کہ ہماری ہڈیاں کھال کے اندر ہیں اس کی اُوپر - جس طرح کچھوے
کی ڈھال ہر حال میں اُس کی محافظ ہے اسی طرح ہماری ہڈیاں بھی
زور کے وقت اور لڑائی میں کام دیتی ہیں تو اب بتلاؤ کہ انسان

اور کچھوے میں مماثلت ہی یا نہیں ؟ اگر اللہ تعالیٰ نے کچھوے کو
ایک محفوظ کوٹھری میں بند کیا ہی تو ہم کو اُس سے بدرجہا بہتر عقل کا
قلعہ دیا ہی - ہم اپنی عقل کی مدد سے بہتر سے بہتر مکان اپنی خواہش
اور آرام و آسایش کے موافق خود بنا لیتے ہیں - ہم میں زمین کے جوتنے
بونے اور جنگل کے سخت سے سخت مُوذی درندوں کو قابو میں
لانے اور اپنا مطیع بنانے کی عقلی قوّت دی ہی اور عقل ہی کی بدولت
انسان نے **اشرف المخلوقات** کا بہترین اور اعلیٰ مرتبہ پایا ہی
خاک کے پُتلے نے دیکھ، کیا ہی مچایا ہی شور
فرش سے عرش تک کر رہا ہی اپنا زور
سینے میں قُلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا
بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور
اِس بیان سے ہم اور بھی کئی طرح کے سبق حاصل کر سکتے ہیں -
اللہ تعالیٰ نے سارے جانوروں کو اپنے بچاؤ کے لیئے کچھ نہ کچھ جز
ضرور دیا ہی لیکن انسان ایسا حاوی اور زبردست ہی کہ اس کے
آگے سب زیر ہیں، کسی کی کچھ نہیں چلتی لیکن ہم کو اس برتری اور
قدرت کا ہرگز نا جائز فائدہ نہ اُٹھانا چاہیئے - ہم کو یہ اقتدار اس لیئے
نہیں دیا گیا کہ ہم بے زبان جانوروں پر دستِ تظلّم دراز کریں بلکہ
بات جب ہی کہ مخلوقاتِ عالم میں سے جہاں تک ہمارے امکان میں
ہی کسی کو ذرا سی بھی اذیّت ہم سے نہ پہنچے خواہ وہ ایک ذرا سی

چینوٹی یا ادنیٰ درجے کا کیڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ؎

آہستہ خرام بلکہ مخرام
زیرِ قدمت ہزار جان است

گو ہماری جسمانی ساخت ایک حد تک جانوروں سے ملتی جلتی ہے لیکن ایک سب سے بڑی بات جو ہم میں ہے اور جانوروں میں نہیں ہماری **اخلاقی فطرت** ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں زیادہ تر اپنے سے ملتا جلتا بنایا ہے۔ سب سے پہلے تو ہم کو ایسی عمدہ سمجھ عطا فرمائی کہ ہم نیک و بد میں پوری طرح تمیز کر سکتے ہیں۔ جانور اس نعمت سے بے بہرہ ہیں۔ ایک بکری نہیں جانتی کہ کسی کے کھیت میں گھس جانا بُرا ہے، اُسے تو پیٹ بھرنے سے کام ہے۔ اپنے پرائے کو، وہ عَرب کیا جانے۔ تو کیا ہم کسی جانور کی ایسی حرکت کو گناہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اُس کو سرے سے اچھائی بُرائی کی تمیز ہی نہیں وہ نہیں جانتا کہ کون سا کام کرنے کے قابل ہے اور کون سا نہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ **مکلّف** یعنی قابلِ مواخذہ نہیں۔ انسان اپنی روحانی نیچر اور عقل کی وجہ سے ساری مخلوقات سے برتر ہے اور یہی برتری اُس کے سر پر ایک بھاری بوجھ ذمّہ داری کا بھی رکھتی ہے۔ **رباعی**

آدم کو عجیب خدا نے رتبا بخشا
ادنیٰ کے لیئے مقام اعلیٰ بخشا
عقل و ہنر و تمیز و جانِ ایماں
اس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

اسی وجہ سے ہمیں ہر کام کی بازپرس کا دغدغہ لگا ہوا ہے اور ہم

اُس کے جواب وہ ہوں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ بات اچھی اور کرنے کے قابل ہے اور وہ بات بُری اور اُس سے محترز رہنا چاہیئے یہ کام ثواب کا ہے وہ عذاب کا۔

خدا نے ہم کو حق و باطل کی تمیز دی ہے اور تمیز کے علاوہ اختیار کہ جون سا رستہ چاہیں اختیار کریں۔ بچ کر چلیں، قدم پھُونک پھُونک کر دھریں یا دیدہ و دانستہ جیتی مکھی نگل لیں۔ انسان کبھی جلتی ہوئی آگ میں نہیں کودتا کبھی وہ سانپ کو نہیں پکڑ لیتا۔ آدمی کو اس قدر قُدرت دینا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضلِ عظیم ہے۔ حق کو پکڑنا اور باطل کو چھوڑنا، بھلائی کرنا بُرائی سے پرے بھاگنا آدمی کا کام ہے۔ ایک جگہ خدا فرماتا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ [1] ۔ اور پھر ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ [2] ۔

خدا نے ہم کو دنیا میں چند روز کے لیئے بھیجا ہے لیکن اُس نے ہماری ہستی کو فانی نہیں بنایا۔ ہمارا جسم فانی ہے مگر رُوح کو فنا نہیں۔ اگر ہمارے اعمال اچھے ہیں اور اُس کا فضل شاملِ حال ہے تو ارشاد ہوگا کہ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي [3] ۔

[1] اور بے حیائی کی باتیں جو ظاہر ہوں اور پوشیدہ ہوں اُن میں سے کسی کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ [2] (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میرے پروردگار نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو منع فرمایا ہے وہ (بے حیائی کے کام) ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں تو۔ [3] (اور جس روح کو خدا کی

(باقی پر صفحہ ۳۰۷)

اور بیڑا پار ہی اور اگر عمل بُرے ہیں تو پھر مُنہ دکھانے کی جگہ نہیں ؎۔

رباعی

اندیشۂ باطل سحر و شام کیا — عقبیٰ کا نہ کچھ ہائے سرانجام کیا
ناکام چلے جہاں سے افسوس انیس — کس کام کو یاں آئے تھے کیا کام کیا

دنیا میں ہم پکّے پکّے گھر ہوا سے باتیں کرتے ہوئے بناتے ہیں لیکن یہ گھر گھر نہیں۔ یہ گھر بھٹیاری کی اُس کوٹھڑی سے جو سرائے میں ہوتی ہی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اصل گھر تو جنّت میں ہی جہاں بہتر سے بہتر موتیوں اور جواہر کے محل موجود ہیں۔ مگر کن کے لیئے؟ اُن کے لیئے جن کے اعمال اچھے ہیں وہ البتّہ حور و قصور کے مستحق ہیں۔

وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۔ ۹

مجھے آباد کرتا ہی مجھے برباد کرتا ہی — خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا
کہیں سودائیانِ عشق کو تفریح ہوتی ہی — بہت چھانا ہوا ہی باغ فردوس ارم میرا

مَوت ایک کچھوے کے لیئے مصیبت ہو تو ہو لیکن خدا کے نیک بندے کے لیئے مَوت ہی اصل زندگی ہی۔ مَوت کیا ہی اپنے مالک کے حضور میں حاضر ہونے کا نام مَوت ہی۔ ۹

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ طرف سے اطمینان و تسلّی ہی اُس سے کہا جائے گا کہ ای روحِ مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر (خدا اُس کو حکم دے گا کہ) ہمارے (خاص) بندوں میں جا مل اور ہماری بہشت میں جا داخل ہو۔ ۱۲ ! اور ریس کرنے والوں کو چاہیئے کہ اُسی کی ریس کریں۔ ۱۲

گرچہ دور یم بیادِ تو قدح می نوشیم
بُعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی

(۳۸) ٹڈا اور چیونٹی۔ (غفلت اور محنت)

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى[1]

غور سے دیکھا نظامِ دہر تو ثابت ہوا   آدمی پیدا ہوا ہی کام کرنے کے لئے
گوہرِ مقصود خود ملتا ہی ہمت شرط ہی   مضطرب رہتا ہی ہر موتی اُبھرنے کے لئے

دنیا میں سب سے بڑا شہر لنڈن ہی[2]۔ اتنے بڑے شہر کی عمارتوں کا کیا پوچھنا۔ اس جگہ ہم صرف **رائل اکسچینج** کا ذکر کرتے ہیں۔ لفظی معنے اس کے **شاہی صرافہ** ہو سکتے ہیں۔ یہ عمارت بہت عالی شان اور آسمان سے باتیں کرتی ہی۔ اسے ایک بڑا بھاری بینک یا ٹکسال یا سونے چاندی کے بیوپار کی منڈی سمجھنا چاہیئے۔ تبدیلیِ سکہ اور ہر قسم کی نقدیات، ہنڈی، نوٹ سب کا نرخ یہیں سے نکلتا ہی۔ اس بڑی بھاری عمارت کی بُرجی جو بہت اُونچی ہی اُس کے کلس پر ایک ٹڈے کی شکل بنی ہوئی ہی جس کے متعلق حسبِ ذیل

---

[1] جو شخص سیدھے رستے چلا تو اپنے ہی (ذاتی فائدے کے) لیئے سیدھے رستے چلا ہی اور جو بھٹکا تو اُس کے بھٹکنے کا خمیازہ بھی اُسی کو بھگتنا پڑے گا اور کوئی (متنفس) کسی دوسرے (متنفس) کے بارِ گناہ کو اپنے اوپر نہیں لے گا۔

[2] حالیہ مردم شماری کی رو سے (۷۴۳۴۸۳۸) نفوس کی آبادی شہر لنڈن کی ہی جو جنگ کے اثر سے (۶۴۳۴۸۳۸) ایک کم ہو گئی (۴۸۴۳۲۲۴۹) ر

ایک عجیب و غریب دل چسپ روایت انگریزوں میں چلی آتی ہے:-
کوئی چار سو برس ہونے آئے کہ ایک عورت خدا جانے کہاں سے بھی بھاتی لندن سے کچھ دور ایک گاؤں کی گلی میں لپٹی لپٹائی چھپتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ جاتے جاتے وہ ایک کھیت کی باڑھ کے پاس جا کر ٹھٹکی، پلٹ کر ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی آس پاس لگا تو نہیں ہے جب اُسے اطمینان ہو گیا تو اُس نے آہستہ سے اپنی شال کا پلّہ کھولا اور گود میں سے بڑی احتیاط سے ایک ننھا سا بچّہ نکال باڑھ میں ڈال چلتی بنی۔ کوئی گھنٹے دو گھنٹے بعد مدرسے سے چھٹی ملی ایک لڑکا اور لڑکی کھیلتے کودتے چلے آ رہے تھے۔ اخیر گرمیوں کے تھے دن تیتریوں اور بِڈّوں کی کثرت تھی اور اُن کے پیچھے بچّے دیوانے ہو رہے تھے۔ یہ لڑکا سیٹی بجاتا اٹھلاتا ہوا چلا جا رہا تھا، کھیت میں سے رستہ تھا ایک بڑا سا بِڈّا پھدک کر سامنے آیا۔ یہ لپکا وہ دو تین اُڑان میں باڑھ میں جا پہونچا۔ مگر یہ کب چھوڑنے والا تھا باڑھ میں گھس کر ٹٹولنے لگا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک ننھا منّا سا بچّہ گُنڈلی مُنڈلی مارے بے خبر پڑا سو رہا ہے۔ بھائی بہن نے بِڈّے کو تو چھوڑا اور بچّے کو دیکھ ان کی باچھیں کھِل گئیں اور بھاگم بھاگ اپنی ماں کے پاس لائے۔ وہ بے چاری ایک غریب کسان کی بیوی تھی پہلے ہی چینگی پوٹے بہت تھے مگر آخر انسان بھی اُس کا دل کٹنے لگا جھٹ بچّے کو چھاتی سے لگا لیا اور اپنے بچّوں کے ساتھ پالنے لگی

مُدّتیں ہوگئیں، کسی نے اُلٹ کر خبر نہ لی۔ خیر بات رفت گزشت ہوگئی، یہ لڑکا سیانا ہو کر بڑا جفاکش اور جُزرس نکلا۔ خدا کی قدرت دیکھیے اور اُس کی بندہ نوازی کے قربان جائیے کہ یہی لڑکا آگے چل کر لندن کا ایک بہت بڑا دولت مند اور نامور شخص ہوا۔ یہ ذکر ملکہ الزبیتھ[1] کے زمانے کا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ملکہ کے مُنہ چڑھے ہوگئے اور مشیرِ خاص بن گئے اُمورِ سلطنت میں ان سے مشورہ لیا جانے لگا۔ غرض اس کا خوب طوطی بولتا تھا۔ کئی برس اسی عروج میں گزرے۔ آدمی تھا سنجیدہ سوچا کہ میں نے اسی شہر میں اپنی قوّتِ بازو سے رُوپیہ پیسہ کمایا، مُفلس سے تونگر ہوا، نام و نمود پیدا کیا، بادشاہ کا مصاحب بنا، یہ ساری دولت اور عزّت اسی خطّے کی بدولت نصیب ہوئی، کچھ تو شکر یہ ادا کرنا چاہیئے اَحۡسِنۡ[2] كَمَآ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ۔ غور کرتا رہا کہ ایک ادنیٰ سا ٹڈّا میری جان بخشی کا ذریعہ ہوا۔ وہ ٹڈّا کا فرشتۂ رحمت تھا جس نے میری جان بچائی۔ آخر کار اُس نے رائل اکسچینج کی عالی شان عمارت بنوا کر اُس کے کلس پر ٹڈّے کو بٹھایا جو از حد خود شناس کا کام دیتا تھا۔ چنانچہ یہ عمارت اب بھی موجود ہے اور شاید کم لوگ ہوں گے جو ٹڈّے کے اس طرح سر چڑھانے کی لم کو جانتے ہوں۔ اس نیک نہاد شخص کا نام نامی سر طامس گریشم تھا۔

[1] یہ ملکہ انگلینڈ ۱۵۵۸ء سے سنہ ۱۶۰۳ء تک حکم راں رہی [2] اللہ نے جیسا احسان تجھ پر کیا تو بھی تو ویسا ہی کر کے دکھا۔ ۱۲

راست و دروغ برگردنِ راوی لیکن اس بیان سے یہ نتیجہ ضرور
نکلتا ہی کہ ایک ذرا سے کیڑے کی آڑ میں قدرت نے اپنی کیا شان
دکھائی ہی! سہ خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اچھا اب میاں بڈّے خاں اور بی چیونٹی بیگم کا کچھ
حال سنو۔ کھلنڈرے بچوں کی طرح بڈّا ابھی مزے کرتا ہی۔ ادھر پھدکا
اُدھر اُچھلا جو سامنے آگیا زہر مار کر لیا۔ دوا دوش اور محنت سے
اس کو کچھ سروکار نہیں۔ سارے دن اینڈے پڑے رہنے کے سوا
دوڑ دھوپ کرے اس کی بلا۔ "اللہ دے کھانے کو تو بلا جائے
کمانے کو"۔ اس خانہ خراب کو کبھی بھول کر بھی خیال نہیں آتا کہ گرمیوں
میں جب گھانس کا پتہ تک نہ ہوگا تو ان حضرات کا کیا حشر ہوگا سہ

اب تو آرام سے گزرتی ہی

عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ کہہ کر دل کو تسلّی دے لیتا ہوگا۔ سہ

انچہ نصیب است بہم می رسد ورنستانی بہ ستم می رسد

یہ ساری باتیں تن آسانی اور کام چوری کی ہیں۔ ع خوئے بدرا
بہانہ ہا بسیار۔ وہ برسات میں ایسا مگن رہتا ہی کہ اُس کو گرمی
اور جاڑوں کی رتّی برابر فکر نہیں رہتی۔ ع دیوانہ باش تا غمِ تو
دیگراں خورند۔ اگر ذرا سے سمجھ ہوتی تو گرمیوں اور جاڑوں میں

بہ غفلت شعار حضرت بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہ مرتے - ع
مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست -

جھینگر اور شہد کی مکھی - نظم

شہد کی مکھیوں کے در پر جا کیسی جھینگر نے یوں سوال کیا
مائیوں ہوں میں اک غریب فقیر دردِ افلاس سے بہت دل گیر
آج کل کس غضب کا پالا ہے مجھے سردی نے مار ڈالا ہے
تمہیں اللہ نے دیا سب کچھ بھیک دو مجھ غریب کو اب کچھ
راہِ مولا ذرا سا شہد پلاؤ
دین و دنیا کا تم ثواب کماؤ
مکھیوں نے کہا میاں جھینگر جسم میں تم ہو ہم سے بڑھ چڑھ کر
دست و پا گر ہلاتے گرمی میں مرتے ہر گز نہ بھوکے سردی میں
یا کہ برسات کے تھے جب ایام ان میں محنت سے تم جو کرتے کام
جمع اچھا ذخیرہ ہو جاتا
آج کل وہ تمہارے کام آتا
بولا جھینگر بہت ہوں میں کم بخت مجھ کو قسمت کی ہے شکایت سخت
جب کہ گرمی تھی یا کہ تھی برسات میں نے گانے میں کھوئے دن اور رات
نہیں جاڑے کا کچھ خیال آیا جمع کرتا کہاں سے سرمایہ
اب مجھے کچھ خدا کی راہ پہ دو

بھیا گو اتو بھلا تمھارا ہو

تکھیاں بولیں اس سے اے جھینگر چین سے جا تو بھائی اپنے گھر
جب تو گاتا رہا تو اب بھی گا اور کھانے کو جا ہوا تو کھا

کل کا جو فکر آج کر تے ہیں
کبھی بھو کے نہیں وہ مرتے ہیں

اب چیونٹی کا حال سُنو - اس کے مقابلے میں وہ کیا ہے یہ لمبا تڑنگا آنکھ پھوڑ بِدّا اور وہ ننھی مُنّی نازک دُبلی پتلی کامنی سی چیونٹی بھلا اس بے چاری کی بساط ہی کیا - وہ الغرض خواہ مخواہ مرد آدمی ہی بے چارے وصان پان ناک پکڑے دم نکلتا ہے - لیکن با ایں ہمہ نزاکت عقل و فراست، مآل اندیشی اور محنت کی کان ہے چنانچہ اس کی دانش مندی کا تذکرہ قرآن شریف میں بھی ہے :- قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ - تم نے بھی چیونٹی کی پھرتی، لگاتار محنت اور استقلال سے کام کرنے کی حالت دیکھی ہو گی اور بعض وقت تم نے یہ بھی دیکھا ہو گا

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ - شہد کی مکھیوں کے عجیب حالات ہیں کہ ان کے چھتوں کے خانے اصولِ علمِ ریاضی کے مطابق بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں کہ تھوڑی سی تھوڑی جگہ میں بہت سا بہت شہد آئے - شہد کے چھتے میں ایک سلطنت کا سا انتظام پایا جاتا ہے مکھیوں کی ایک ملکہ ہوتی ہے اور چھتے کی تمام مکھیاں اس کی فرماں بردار - مکھیوں میں کئی قسم کی مکھیاں ہوتی ہیں، کچھ شہد جمع کرنے والی، کچھ پہرا دینے والی - پہاڑی لوگ بیٹیوں کے جہیز میں شہد کے چھتے دیتے ہیں جو چھتا دینا منظور ہوا اس کی ملکہ کو پکڑ کر حوالے کر دیا

(نوٹ نمبر ا سو کا بِدّا - صفحہ ۳۱۲ میں لکھا گیا) (باقی بر صفحہ آئندہ)

کہ اپنے سے بڑے کیڑے پتنگے کو کس محنت اور ہمت سے کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اگر رستے میں کوئی پتھر یا ٹھا آجائے یا کوئی اور چیز حائل ہو تو اس بڑے اتنا بوجھ لے کر چڑھ نہیں سکتی۔ وہ چیز گر جاتی ہے تو پھر کئی کئی بار کچھ کچھ زور کرتی ہے مگر پیچھا نہیں چھوڑتی نہ تھکتی ہے نہ ہمت ہارتی ہے۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے اُسے قرار نہیں آتا۔ سہ

تیمور نے اک مورچہ زیرِ دیوار ☆ دیکھا کہ چڑھا دانے کو لے کر سو بار
آخر سرِ بام لے کے پہنچا تو کہا ☆ مشکل نہیں کوئی پیشِ ہمت دشوار

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ سب مکھیاں اُس کے ساتھ ہولیں۔ مکھیاں بہار کے موسم میں شہد جمع کرتیں اور موسم خزاں کے لیے اُس کا ذخیرہ رکھتیں۔ جب اُن کو چھتے کا چھوڑ دینا منظور ہوتا ہے تو باقی ماندہ تمام شہد چاٹ جاتی ہیں۔ غرض ان مکھیوں میں بہت سی عجائباتِ قدرتِ الٰہی ہیں۔ جن طریقوں سے مکھیاں شہد جمع کرتی اور اُس کی حفاظت رکھتی ہیں وہ انسان کو حیرت میں ڈال لیتے ہیں اور قدرتِ خدا نظر آتی ہے۔ ۱۲۔ (از ترجمہ نذیریہ) نوٹ نمبر صفحہ ۳۱۴۔ چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے (اپنے) بلوں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور سلیمان کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور اُن کو (اس کی) خبر بھی نہ ہو۔ چوں کہ سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات کو سمجھ لیا اور اُس کے اس چھوٹے سے جثے پر اُس کی احتیاط کو دیکھا اُس سے خوش ہوئے اور اُس کی بات کے سمجھ جانے پر خدا کا شکر کیا۔ کوئی کوئی اللہ کے بندے معجزات میں شبہات کرتے ہیں ازاں جملہ اس میں بھی کہ سلیمان نے چیونٹی کی بات کو سمجھ لیا۔ مگر کسی ڈاکٹر نے بڑی کاوش سے چیونٹی کے اشاروں کا مطلب تحقیق کر کے لغت کی طرح کی ایک کتاب

(باقی بر صفحہ آئندہ)

چیونٹی کے پاس کاہلی سُستی اور ٹالے بالے کا کام نہیں نہ وہ بیکار اپنا وقت ہیر پھیر گشت میں ضائع کرتی ہے بلکہ جب دیکھو اُس کا پاؤں نہیں ٹکتا دَوڑ دھوپ میں مصروف - غرض ہے بڑی کام والی - گرمیوں بھر دَوڑ دُھوپ کر کے اپنی خوراک جمع کر لیتی ہے جو جاڑوں میں بیٹھ کر مزے سے کھاتی ہے - دانا دُنکا جہاں ملا اُٹھا لیتی ہے اور بڑی احتیاط سے اپنے بل میں لے جا کر رکھتی ہے - اناج کو لار کی لار لگ جاتی ہے جس چیونٹی کو دیکھو اُس کے مُنہ میں ایک دانہ موجود - چیونٹی کو تنہا خوری کی عادت نہیں اُسے نہ صرف اپنے پیٹ کی فکر رہتی ہے بلکہ جتھے کا جتھا ٹوٹ پڑتا ہے اور سب مل کر ایسی پل پڑتی ہیں کہ ذرا سی دیر میں جس چیز پر گریں صفاچٹ -

نظم

بڑی عاقلہ ہے بڑی دُور بیں ہے — کہ فکر اپنی روزی کا تیرے تئیں ہے
اسی دُھن میں پونچی کہیں سے کہیں ہے — کبھی اپنے دھندے سے غافل نہیں ہے
اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

نہیں کام سے شام تک تجھ کو فرصت — ذرا سی تو جان اور اُس پر یہ محنت
بہت جھیلتی ہے مشقت مصیبت — نہیں ہارتی پر کبھی اپنی ہمت

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ - لکھی ہے - ڈاکٹر کا یقین کریں گے اور سلیمان علیہ السلام کا نہیں وہی بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے لگے اُس کو جھٹلانے (از ترجمۂ نذیریہ) - میں نے کیپٹن گڈینیا ناظم جنگلات سرکار عالی نظام کے پاس چیونٹیوں کے متعلق ایک مبسوط کتاب دیکھی تھی جس میں ان کی اقوام، جتھوں کاروبار، اشاروں ساری باتوں کا ذکر تھا اور کم و بیش یہی حال شہد کی مکھیوں کا ہے - ۱۲ من المولف -

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

کبھی کام تو نے ادھورا نہ چھوڑا
کبھی تو نے تکلیف سے منہ نہ موڑا
بہت کام تو نے کیا تھوڑا تھوڑا
ذخیرہ یہ جاڑے کی خاطر ہے جوڑا

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

جو گرمی کی رُت میں نہ کرتی کمائی
تو جاڑے کے موسم میں مرتی بن آئی
تجھے ہوشیاری یہ کس نے سکھائی
سمجھتی ہے اپنی بھلائی بُرائی

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے

نہ کھو وقت سستی میں مہلت ہے تھوڑی
وہی کام کر جس سے مالک ہو راضی
کہ جس نے تجھے زندگانی عطا کی
یہ عمدہ سبق ہم کو دیتی ہے چیونٹی

اری چھوٹی چیونٹی تجھے آفریں ہے
(مولوی محمد اسمٰعیل)

ٹڈے کی مثال اُن لڑکوں کی سی ہے جو پڑھنے سے جی چُراتے ہیں۔ جب پہلے پہل اُن کو مدرسے میں بٹھایا جاتا ہے اور اُن کی گردن پر تعلیم کا جُوا رکھا جاتا ہے تو وہ بہت کُنیاتے ہیں۔ کوئی بہانا ایسا نہیں جو وہ نہ کریں۔ کبھی سر میں درد ہے تو کبھی پیٹ میں۔ ذرا ابر آیا بس سیر کی سوجھی۔ کوئی میلہ ٹھیلہ تماشا ایسا نہیں کہ جہاں حضرت کی ذاتِ شریف سب سے آگے موجود نہ ہو۔ سکول کا رجسٹر دیکھو تو حاضریاں تو کم اور غیر حاضریاں زیادہ اور جو حاضریاں ہیں وہ بھی برائے نام۔ جب تک مارے باندھے مدرسے میں رہے دھیان کھیل ہی کی طرف رہا۔ پڑھنے میں دل لگے تو کیسے اور دیدہ مرے تو کیوں کر

باپ پریشان ماں نالاں۔ بچوں کی اگر شروع ہی میں ایسی ڈھیلی
ڈوری چھوڑ دی جائے اور لاڈ پیار میں منہ سے بھاپ نہ نکالی جائے
اور کبھی اُلٹ کر اُن سے پوچھا تک نہ جائے، تو ایسے بچوں کا خدا ہی
حافظ ہی۔ اُن کے مُنہ سے نکلنے کی دیر کہ چیز حاضر۔ اللہ آمین کا وہ
حال کہ قدم قدم پر بسم اللہ۔ دل چاہا پڑھا نہ دل چاہا کتاب نہ۔
مدرسے گئے یا اُڑا دیا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایسے بچے جو محنت کے
عادی نہ ہوں اور دن رات اپنے بناؤ سنگھار۔ بال سنوارنے اور
طرح بہ طرح کے جوڑے بدلنے میں مُنہمک رہیں اُن سے سوائے اس کے
کیا توقع کی جا سکتی ہی کہ وہ کُودنِ محض اور کُندۂ ناتراش رہیں جب
بچپنے ہی میں یہ لچھن ہیں تو بڑے ہوئے پیچھے پر پُرزے نکالنے پر
یہ نکھٹو نہ ہوں گے تو کیا ہوں گے۔ چاہیئے یہ کہ کھلائے سونے کا
نوالہ اور دیکھے شیر کی نگاہ۔ بچے چوں کہ ناسمجھ ہوتے ہیں یہ سچ ہی کہ
اُن کو شوق نہیں ہوتا اور اُس پر لاڈ اور بے چونچلے ع سمندِ ناز پہ اک
اور تازیانہ ہوا۔ پھر کیا تھا۔ ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے چڑھا نیم تن آسانی
اور کاہلی اُن کی گھٹی میں پڑ جاتی ہی۔ لیکن والدین اُن کی اصلاح کے
ذمے دار ہیں اُن کو کام کا عادی اور کام کا آدمی بنانا چاہیئے اور
یہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہم اُن کی حیثیت کے موافق اُن پر بوجھ نہ
ڈالیں۔ اُن کو مدرسے جانے اور دل لگا کر پڑھنے پر مجبور کریں۔
مدرسے جائیں تو پڑھنے کو نہ کہ صرف رستہ ناپنے کو۔ بلا ناغہ اُن کا

سبق سنیں اُن کو رٹوائیں اور یاد کرائیں - غرض یہ کہ اُن کے ساتھ اپنا سر کھپائیں تب کہیں وہ آدمی بنیں تو بنیں - اگر بڈّے کے ماں باپ خود اول درجے کے کاہل الوجود نہ ہوتے تو اُنھوں نے اپنے صاحب زادے کے کان کھول دیئے ہوتے کہ برخوردار! جاڑا آرہا ہے، نہ کماؤگے تو کھاؤگے کیا یا بھوکے ہی مروگے؟ دیکھو عقل مند چیونٹیاں کس طرح اپنے بچوں کو سدھاتی ہیں، اپنے ساتھ لیئے لیئے پھرتی ہیں، خود کام کرتی اور اُن سے کام لیتی ہیں، یہی طریقہ دنیا میں اچھی گزران کا ہے - بعض لڑکے ایسے ہیں کہ دن بھر کچھ نہ کچھ کرتے تو رہتے ہیں لیکن کام کی بات ایک بھی نہیں - ہر شخص کو اپنی زندگی کا ایک مقصد ٹھیرالینا چاہیئے کہ ہم کو آگے چل کر دنیا میں کیا کرنا ہے - خدا نے ہم کو دنیا میں کیوں بھیجا ہے - کیا صرف پیٹ بھرنے اور مُفت کی روٹیاں توڑنے کو -

دوہا

رام جھروکے بیٹھ کے سب کا مجرا لیں

جیسی جا کی چاکری ویسے واکو دیں

حشرات الارض کی سی زندگی بھی بھلا کوئی زندگی ہے، ادھر پیدا ہوئے اُدھر مرے - چیونٹی کے پر نکلے اور مری، برسات گئی اور بڈّوں کا پتہ نہیں لیکن انسان کی زندگانی جاودانی ہے - ہمارے جسم بے شک نابود ہو جائیں گے مگر روح کی کہو؟ - اُسے فنا نہیں ایک دن وہ آنے والا ہے کہ سب پر کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ [1]

[1] ترجمہ: جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہے سب فنا ہونے والی ہے اور (صرف) تمہارے پروردگار (باقی رہےگا بقیہ آئندہ)

ذُوالجَلالِ وَالاِکْرَامِ - کا فتویٰ جاری ہوگا - آسمان، زمین، سورج، تارے، پہاڑ، سمندر، غرض کُل مخلوقاتِ عالم فنا ہوجائیں گے لیکن ہماری روحوں کو فنا نہیں - ۵

علم را و عقل را و قیل را جملہ را اند اختم در آب نیل
اسم را و جسم را در باختم تا کمالِ معرفت دریافتم

ہماری تمام تر کوششیں، محنت، خیالات، تصورات جانفشانی ایسی چیزوں کے لیئے ہیں جو فنا ہونے والی ہیں ایسی کوشش ہر بے سود اور سعی ہے لاحاصل - بھلا یہ مال یہ دولت یہ ثروت یہ حشمت یہ جورو یہ بال بچے کوئی چیز بھی ہمارے ساتھ جائے گی - ہرگز نہیں سارا ساز و سامان یہیں کا یہیں پڑا رہ جائے گا -

نظم

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
کیا بدھیا بھینسا بَیل شتر کیا گونئیں پلا بھارا
کیا گیہوں چاول موٹھ مٹر کیا آگ دھواں اور انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا
تو بدھیا لادے بَیل بھرے جو پورب پچھم جاوے گا
کیا سود بڑھا کر لاوے گا یا ٹوٹا گھاٹا پاوے گا

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ - کی ذات باقی رہ جائے گی جو (بڑی) عظمت والی اور بزرگی (والی) ہے - ۱۲ - ۱ اب یہ لفظ متروک الاستعمال ہے - ٹک کے معنی ذرا - ۱۲

قزاق اجل کا رستے میں جب بھالا مار گراوے گا
دھن دولت ناتی پوتا کیا، اک کنبہ کام نہ آوے گا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

جب چلتے چلتے رستے میں یہ گون تری ڈھل جاوے گی
اک بدھیا تیری مٹی پر پھر گھانس نہ چرنے پاوے گی
یہ کھیپ جو تو نے لادی ہے سب حصوں میں بٹ جاوے گی
دھی، پوت، جنوائی، بیٹا کیا، بنجارن پاس نہ آوے گی
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

کیوں جی پر بوجھ اٹھاتا ہے ان گونوں بھاری بھاری کے
جب موت کا ڈیرا آن پڑا پھر دونے ہیں بیوپاری کے
کیا ساز جڑاؤ زر زیور کیا گوٹے تھان کناری کے
یا گھوڑے زین سنہری کے کیا ہاتھی لال عماری کے
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

یہ تو میں ہرگز صلاح نہ دوں گا کہ روپئے پیسے کی قدر نہ کرو، وقت بے وقت کے لیئے لگا نہ رکھو ہاں مگر ایسا بھی نہ کرو کہ جیسا نظیر اکبرآبادی نے کہا ہے کہ سب کا سب یہیں کا یہیں رہ جائے۔ ایسا کیوں نہ کرو کہ ہمارا مال ہم سے آگے ہی پونہچ جائے اور ایسی محفوظ جگہ پونہچے کہ جہاں نہ کیڑے مکوڑے کھا سکیں نہ زنگ ونگ لگ

خراب ہو اور جہاں چور چکار کا بھی گزر نہیں مختصر یہ کہ کچھ کھٹکا ہی نہیں -
جو لوگ دنیا میں دولت چھوڑ مرتے ہیں اُن کا دل دولت ہی میں اٹکا رہتا
ہے نیت ڈانواڈول رہتی ہے - ع

ہم سے چھوٹا قمار خانۂ عشق ۔ واں جو جاویں گرہ میں مال کہاں
فکرِ دنیا میں سر کھپاتا ہوں ۔ میں کہاں اور یہ وبال کہاں

ایسا کیوں نہ کریں جہاں ہم ہوں وہیں ہماری دولت بھی ہو
مالِ عرب پیشِ عرب - اور یہ مدعا حاصل نہیں ہو سکتا جب تک مال
کو راہِ خدا میں خرچ نہ کریں - وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ -

(۳۹) میزان عدل - (یوم الحساب اعمال کی ناپ تول)

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا
وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ

ل اور جو کچھ بھلائی اپنے لیئے (ذخیرہ عاقبت کر کے) پہلے سے بھیج دوگے
اُس کو اللہ کے ہاں (چل کر موجود) پاؤ گے ۲ اور قیامت کے دن لوگوں
کے اعمال تولنے کے لیئے) ہم سچی ڈنڈیاں لگا دیں گے تو کسی شخص پر
ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل)
ہوگا تو ہم اُس کو بھی (تولنے کے لیئے) لا موجود کریں گے اور حساب
لینے کو ہم (اکیلے) بس ہیں - ۱۲

کچھ غم نہیں جو بیش ہے دفترِ قصور کا ۔ عنوانِ نامہ نام ہے ربِ غفور کا
کہتے ہی یا کریم! اِدھر سے اُدھر گئے ۔ لطف و غضب میں فاصلہ ہے کتنی دور کا

ریلوے سٹیشن پر جو ٹکٹ (ترازو) رہتی ہے کبھی تم اُس میں تُلے ہو؟ - یہ ترازو جو میں لایا ہوں ایک معمولی قسم کی ترازو ہے جو ہر گھر میں رہتی ہے اور اس میں جو چاہو تول لو - قدیم ترازو تو یہی تھی مگر اب طرح طرح کی ترازوئیں چل پڑی ہیں - دوائیں تولنے کا کانٹا الگ خط تولنے کا جُدا - بہر حال غرض و غایت سب کی تولنا اور وزن کرنا ہے شکلیں مختلف ہوں تو ہوں - عموماً ترازو کے دو پلڑے اور بیچ میں ایک ڈنڈی ہوتی ہے - ایک پلڑے میں تولنے کی چیز کو رکھتے ہیں اور دوسرے میں بٹ، پھر ڈنڈی پکڑکر اُٹھاتے ہیں - اگر دونوں پلڑے برابر اُٹھے ہوئے ہیں اور ڈنڈی سیدھی ہے یعنی کسی طرف جُھکتی نہیں ہے تو جانو کہ تول دُرست ہے اور ڈنڈی کسی طرف جُھک جائے تو تول میں فرق ہے - کارخانوں میں جہاں دوائیں طیار کی جاتی ہیں وہاں کے کانٹے ایسے شدھ ہوتے ہیں کہ ریت کا ایک ذرّہ تو ذرّہ بال کا ایک ذرا سا ٹکڑا بھی جو کچھ حقیقت نہیں رکھتا ٹھیک ٹھیک تولا جا سکتا ہے - یہی باریکی سونا چاندی اور جواہرات تولنے کے کانٹوں میں ہے جو ذرا سے فرق کو واضح طور پر بتلا دیتے ہیں - میں نے ہٹی گولڈ مائینز (معدن طلائے ہٹی) میں جو ضلع رائچور مملکت سرکار عالی نظام میں واقع ہے، ایک کانٹا ایسا دیکھا ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

انجیلِ مقدّس کے باب پنجم کتابِ دانیال میں بل شزّر نامی ایک بادشاہ کا ذکر یوں لکھا ہے کہ ایک بہت بڑے شہر بابل میں وہ رہتا تھا۔ وہ شہر بہت بڑا تھا جس کی فصیلیں تین سو فیٹ تو اُونچی اور اسّی فیٹ چوڑی تھیں اور شہر کے سو دروازے برنجی پیتل کے تھے۔ شہر کی ہر ہر سمت میں پچّیس پچّیس دروازے تھے جن میں سے مقابل کے دروازوں تک چوڑی اور کشادہ سڑکیں دَوڑ رہی تھیں۔ ایک دروازے سے لے کر اُس کے سامنے والے دروازے تک پندرہ میل کا فصل تھا۔ خدا نے اس بادشاہ کو بے شمار دولت دے رکھّی تھی اور بڑا صاحبِ اقتدار تھا۔ دولت کا ایسا گھمنڈ ہوا کہ دولت دینے والے ہی سے پھر بیٹھے۔ ایک رات اُس نے بڑا بھاری جشن کیا، جس میں سارے اُمرائے سلطنت وارکانِ دولت جو ہزاروں ہی تھے جمع کیے اور شراب کا دَوْر خُوب چلا۔ ایسا کہ مرد عورت سب مدہوش ہو گئے اور لگے سونے چاندی اور پتّھر کے بتوں کو سجدہ کرنے اور خدا کو تو بالکل ہی بھول گئے۔ ابھی جشن برپا ہی تھا کہ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور قلمِ قدرت

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ۔ جو شیشے کی صندوقچی میں رکھا رہتا تھا تاکہ ہوا کے اثر سے محفوظ رہے۔ یہ کانٹا ایسا سِنسٹو دانژ پزیر تھا کہ ایک کاغذ کے ٹکڑے کو پہلے تولا پھر اُس پہ ایک بال کا ٹکڑا رکھ دیا تو جُھک جاتا تھا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُسی کاغذ پر پنسل سے ایک لکیر کھینچ دو تو بھی اس فرق کو بیّن طور پہ بتلاتا تھا۔ دیکھو کیسا سچا کانٹا تھا ۱۲ منہ المولف۔

سے موٹے حرفوں میں لکھ گیا کہ ہم نے تجھے ترازو میں تولا مگر تو تول میں کم نکلا"۔ اس سے ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو میزانِ عدل میں تولتا ہو۔ یہ تولنا کچھ اس غرض سے نہیں کہ ہمارے تن و توش کا وزن کیا جائے کہ ہم کتنے من اور کے سیر کے ہیں بلکہ وہ ہمارے اعمال و افعال اور دلی ارادت کو تولتا ہو۔ ؎

ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

میزانِ عدل کے ایک پلڑے میں وہ اپنے انعامات، عطیات، نعمتوں اور احکام کو رکھے گا اور دوسرے میں ہمارے اعمال کو۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ۔ ؎

بروزِ حشر الٰہی کہ نامۂ عملم — کنند باز کہ آں روز بازخواہ من است
بکن مقابلہ آں را بہ سرنوشت ازل — کمی و بیشی اگر باشد آں گناہِ من است

سارے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کفر، شرک اور بت پرستی ہو۔ خدا کے نزدیک شرک بدرجۂ غایت ناپسند ہو کہ اس کی خدائی میں دوسرے کو شریک کیا جائے اس سے بڑھ کر کیا اندھیر ہو سکتا ہو۔

؎ تو جس کے اعمال (نیک) تول میں زیادہ ٹھیریں گے تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جس کے اعمال (نیک) تول میں کم ٹھیریں گے تو اس کا ٹھکانا ہاویہ اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے

(باقی بصفحۂ آئندہ)

شرک کی نسبت اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (۲)
پھر ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ (۳)
لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ۔

اب ذرا ٹھنڈے دل سے اپنے نفس سے محاسبہ کرو کہ ہم خدا کے اسی ایک حکم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں تمھارے عمل اور اعتقاد کو جو اس خاص باب میں ہم سے سرزد ہوئے ہیں تو نتیجہ کیا ہو گا؟ بس منہ نہ کھلواؤ۔ نتیجہ جو ہو گا سب جانتے ہیں۔ مجھے سخت اندیشہ ہے کہ شاید بہت کم لوگ ایسے نکلیں گے جو اس تول میں پورے اُتر سکیں۔ جھوٹی قسم اور قول و قرار کی پابندی کو لو۔ دن بھر میں کتنی جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں، کتنے عہد و پیمان کچّے سوت کی طرح توڑے جاتے ہیں۔ جھوٹ بولنا کچھ بات ہی نہیں۔ کہہ کر مکر جانا، وعدہ خلافی یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور ایسی سیکڑوں باتیں ہیں جن کی ہم کو ذرا بھی پروا نہیں۔ پروا تو بڑی چیز ہے دل میں ذراسی کھٹک بھی نہیں ہوتی۔ اپنے کیے پر افسوس تو کجا بلکہ ہم جولیوں میں بیٹھ کر ہم اپنے کیے پر شیخی اور ڈینگ مارتے ہیں

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ کروہ (ہاویہ) ہے کیا چیز؟ (وہ دوزخ کی) دہکتی ہوئی آگ ہے۔ ۱۲ (۲) سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے (۳) اور جو شخص خدا کے سوا کسی اَور معبود کو (اپنی حاجت روائی کے لیے) بلاتا ہے (اور) اس کے پاس اس (شرک کرنے) کی کوئی دلیل (تو) ہے نہیں تو بس اس کے پروردگار کے ہاں اس کا حساب ہونا ہے
(مگر معلوم رہے کہ) کافر (تو کسی طرح) فلاح ہونی نہیں ۔۱۲

یعنی چوری اور سر زوری - اب بتاؤ ایسے لوگ تول میں کیوں کر پورے اُتر سکتے ہیں - مگر ہاں یہ کہ اُس کا فضل شاملِ حال ہو -

نظم

کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جس دم کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھیں گے ہر ایک کو حسرت سے بصد غم اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ "چلے ہم"

سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے
اس پر بھی یہ غفلت ہے! عجب بے خبری ہے

بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا بیگانے ہیں سب ہووے گا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا دو گز ہے کفن قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا

کچھ ساتھ بجز بے کسی و یاس نہ ہوگا
رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

ماں باپ کے ادب کی سخت تاکید ہے - تم اپنی جگہ غور کرو کہ تم اس تول میں پورے اُتر سکو گے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی اُڑتے ہی رہو گے جو لڑکا اپنے والدین کے بڑھاپے کی تضحیک کرتا یا اُن کو نظرِ حقارت سے دیکھتا اور اُن کے کہنے سُننے کو "بڑ بھس" کہہ کر ٹال دیتا ہے یا اُن کو سترا بہترا سمجھ کر اُن کی بات کی پروا نہیں کرتا - یا نافرمانی کرتا ہے یا جو لڑکی ماں کا کہنا نہیں مانتی اور مُنہ چڑاتی ہے - اس کان بات سُنی اُس کان اُڑا دی ایسے سارے بچے تول میں ضرور کم اتریں گے اور خدا کے سامنے اُن کو بُری بنے گی جواب دہی کے علاوہ ندامت اور شرمساری گلے کا ہار ہوگی - خدا کے احکام سے سارا قرآن شریف بھرا پڑا ہے - نماز پڑھو روزہ

رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ حج کرو۔ کسی کو جان سے نہ مارو۔ بدکاری نہ کرو۔ دل میں کھوٹ نہ رکھو۔ بغض، حسد، غیبت نہ کرو۔ پرایا مال نہ چھینو۔ چوری نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ کسی پر بہتان نہ باندھو۔ سائل کو نہ جھڑکو۔ ہمسائے کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ غرض ایسے بہت سے احکام ہیں۔ تم کو کہاں تک گنواؤں۔ اپنے گریبان میں ذرا منہ توڑالو۔ سوچو اور یاد کرو کہ آیا تم نے احکامِ الٰہی کی تعمیل جیسا کہ تعمیل کرنے کا حق ہے کی ہے۔ یا صرف پالا چھولیا۔ کیا تم بارہا ان کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ کیا تم نے خدا کے احکام کو بار بار نہیں توڑا؟۔ اگر تم نے لفظاً ان احکام کا استخفاف نہ کیا ہوگا تو معناً اور عملاً تو ضرور کیا ہوگا۔ پھر بتاؤ کہ یَوْمَ یُنَادِیْ مِنْ بَطْنَانِ الْعَرْشِ اَیْنَ الْعَاصُوْنَ وَاَیْنَ الْمُذْنِبُوْنَ وَاَیْنَ الْخَاسِرُوْنَ ھَلُمُّوْا اِلَی الْحِسَابِ[1]

یعنی بارگاہِ ربّ العزت میں حساب کے لئے پکار ہوگی تو کیسی جان پہ بنے گی۔ اُس دن خدا ہی عزت و آبرو کا رکھنے والا ہے۔ غرض دنیا میں جب تک رہنا ہے بھلے مانس بن کر رہو

رباعی

دنیا میں کسی پر نہ تعدی کرنا ۔۔۔ دل دُکھے کبھی بات نہ ایسی کرنا
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے ضرور ۔۔۔ بندے! کبھی بن پڑے تو نیکی کرنا

ہمارے اعمال تو کبھی اس قابل نہیں ہیں کہ ہم تول میں پورے

---

[1] جب ندا کی جائے گی عرش کے اندر سے، کہاں ہیں گنہگار اور کہاں ہیں بدکار اور کہاں ہیں نقصان پانے والے چلو حساب کے لئے ۔۔ ۱۲

آخر میں لیکن امیدوار اس کے ہیں کہ اس کمی کو اُس کا فضل و کرم پورا کر دے گا۔ ۵ ترک کر دوں اگر اپنے کو تو کامل ہو جاؤں

اپنے قابل نہ ہوں تو ترے قابل ہو جاؤں

(۴۰) جلی اور بن جلی لکڑیاں۔ (صحبتِ نیک و بد)

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ

پسرِ نوحؑ بابداں بنشست | خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند | پیٔ نیکاں گرفت مردم شد

میل جول انسان کی سرشت میں ہے۔ خصوصاً بچے زیادہ شوق سے ملتے ہیں کیوں کہ کھیل کود کے لیے ہمجولیوں کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ اکیلا ہنستا بھلا نہ روتا۔ لیکن اچھی اور بُری صحبت کا خیال مقدم ہے اور آج کے بیان کا موضوع یہی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو بدکاروں اور لامذہبوں کی صحبت سے پلیگ کی طرح بھاگتا۔ گنہگاروں سے شیر و شکر نہیں ہوتا اور بُری صحبت میں بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ احمقوں کا ساتھ چھوڑو اور عقل مندوں کی ڈگر پر چلو۔ جو داناؤں میں اُٹھے بیٹھے گا وہ دانا ہوگا جس کے ہمنشیں پاجی ہوں گے وہ خود پاجی بنے گا۔ آدمی کی بڑی پرکھ اُس کی صحبت ہے۔ جہاں وہ زیادہ اُٹھتا بیٹھتا اور جس قسم کے لوگوں سے اُس کا زیادہ میل جول ہے

لے (جس وقت لوگ دو قسم کے ہوں گے) بعض بدبخت اور بعض نیک بخت۔ ۱۲

بس جان لو کہ وہ بھی ویسا ہی ہے ۔ ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

اگر تم کسی کتب خانے میں جا کر دیکھو گے تو وہاں بڑی بڑی الماریوں میں چُنی ہوئی بہت سی کتابیں نظر پڑیں گی ۔ یہ کتابیں بہ لحاظِ نوعیتِ مضامین چھانٹ کر اپنے میل کی کتابوں میں رکھی جاتی ہیں ۔ مثلاً علمِ ادب کی الگ ۔ فنِ تاریخ و جغرافیے کی جُدا جُدا ۔ ریاضی فلسفہ صرف و نحو ۔ دینیات ۔ ہیئت وغیرہ وغیرہ سب قسم وار ترتیب دی گئی ہیں ۔ علمِ ادب کی الماری میں جُغرافیہ نہ ملے گا اور نہ دینیات کی کتابوں میں ریاضی کی کتابیں گڈ مڈ ہوں گی ۔ اسی طرح نیکو کار بدکار سے کب گھل مل سکتا ہے ۔ نشے باز اور صوفی کا کیا جوڑ ۔ شریف اور رذیل کا کیا ساتھ ۔ محتاط اور آزاد کا کیا میل ۔ اللہ نے اپنے بندوں کو طرح طرح کا بنایا ہے ۔ کوئی اچھا ہے کوئی بُرا ۔ غرض یاد رکھو کہ انسان جس کسی کو اپنا ہم خیال، ہم مشرب اور اپنے ڈھب کا پاتا ہے جب ہی اُس سے دل کھول کر ملتا اور اُس سے گھل مل جاتا ہے ۔ بُری صحبت سے تو گوشۂ تنہائی ہی بہتر ۔ تم اگر شریف کہلانا چاہتے ہو تو میاں! شریفوں میں اُٹھو بیٹھو ۔ پاجیوں کی صحبت میں بیٹھ کر شریف کیوں کر کہلاؤ گے ۔ ؎ اکبر نے سُنا ہے اہلِ غیرت سے یہی

جینا ذلت سے ہو تو مرنا بہتر

آب میں تم کو مثال دے کر اپنے بیان کی تصدیق کرانا چاہتا ہوں ۔
میں آج کچھ جلی ہوئی لکڑیاں لایا ہوں اور کچھ بن جلی صاف ۔
جلی ہوئی لکڑی سے مراد بُرے لڑکے ہیں جو سگرٹ پیتے ۔ پان چباتے
کنگھی چوٹی کرتے ۔ جھوٹ بولتے ۔ جھوٹی قسمیں اُن کا تکیہ کلام ہے
دغا بازی کرتے ۔ ماں باپ سے چال بازی کرتے ۔ دھوکے باز مکار
غرض یہ کہ اُن میں کوئی بھی اچھی بات نہیں ۔ آٹھوں گانٹھ کمیت ۔
بے داغ لکڑی نمونہ ہے بے عیب لڑکوں کا جو بالذات نیک ہیں ۔
بزرگوں کا ادب ۔ لحاظ کرتے اُن کا کہا مانتے ۔ خدا سے ڈرتے
اور بُری صحبت سے محترز رہتے ہیں ۔ اچھا ! اگر اچھے لڑکے بُروں سے
ملیں تو نتیجہ کیا ہوگا ؟ ۔ میں ان لکڑیوں کو ملا جلا دیتا ہوں ۔ بے داغ
لکڑی نہ سوختہ لکڑیوں کی کالک دُور کر سکتی ہے نہ اپنی سفیدی اُن میں
پونہچا سکتی ہے مگر کالی لکڑی سے سفید لکڑی کا ذرا سا چھو جانا بھی
کافی ہے کہ وہ فوراً داغ دار ہو جائے گی ۔ یا یوں سمجھو کہ میلے کپڑے
پر ایک دھبہ نہیں دس لگیں ، کیا معلوم دے گا لیکن برف جیسے
سفید بُراق کپڑے کو اگر میلا ہاتھ بھی لگ جائے یا ذرا سی چھینٹ
پڑ جائے تو بس اُس کا روپ گیا گزرا ہوا ۔ کوئلوں کی دلّالی ہیں
اور ہاتھ کالے نہ ہوں ، کیا معنی ۔ بُری صحبت میں رہیں اور اُس کے
اثر سے بچ جائیں ، محال اور ناممکن ؟ ع ایں خیال است و محال است و
جنوں ۔

نظم

بازار میں جو شام کو میرا گزر ہوا — نظّارہ تھا عجیب تماشہ تھا طرفہ تر
بیٹھے دُکان دار تھے اپنی دُکان پر — پھرتے تھے جوق جوق خریدار ادھر اُدھر

میٹھی صدا تھی خوانچے والوں کی اس طرح
آوازِ عندلیبِ گلستاں ہو جس طرح

دوڑے بگھیاں یہاں پھرتے تھے سب امیر — اپنی صدا سناتے تھے آ آ کے کُل فقیر
سودا بہت خرید رہے تھے جوان و پیر — آئے تھے بعض سیر کو تھے بعض راہ گیر

یاں اک دُکاں بھی تھی کہ گیا کوئی جب وہاں
چہرے سے اُس کے جوشِ مسرت ہوا عیاں

گندھی کی یہ دُکان تھی خوش بو تھی عطر کی — جس سے کہ دل و دماغ میں آتی تھی تازگی
ہر چیز آس پاس کی تھی عطر میں بسی — یاں کی ہوا نسیمِ بہاری سے کم نہ تھی

تھی ایک ہی دُکاں یہ یہ خوش بو کا حال تھا
بازار آس پاس کا تھا سب مہک رہا

تھی پاس ہی گلی بھی کہ جانا تھا مجھ کو واں — کچھ آگے بڑھ کے کوئلے والے کی تھی دُکاں
جھونکا چلا ہوا کا جو اُس وقت ناگہاں — وہ کالی کالی خاک پڑی مجھ پہ سب یہاں

کپڑوں کو جھاڑتا رہا کالک نہیں گئی
آنے کی اس جگہ مجھے اچھی سزا ملی

رہ رہ کے آیا میری طبیعت میں یہ خیال — صحبت عجیب چیز ہے اس کا عجب ہے حال
ہر شے میں عطر کی تھی وہاں بوئے بے مثال — کالک ہے کوئلے کی یہاں جان کو وبال

انساں بھلا ہے اُس کو جو صحبت بھلی ملے

لیکن یہی بُرا ہے جو صحبت بُری ملے

جا ایسی صحبتوں میں اگر تجھ کو ہے تمیز — سب کو ہو بوئے عطر کے مانند تو عزیز

بچتا رہ اے عزیز! بُری صحبتوں سے تو — کاجل کی کوٹھری میں ہے کالک ہی ایک چیز

صحبت نہ رکھ بُروں سے کہ رُسوا کہیں تجھے

اچھوں میں بیٹھ مہر کہ اچھا کہیں سب تجھے

بُری صحبت کا نتیجہ ہر حال میں بُرا ہی نکلتا ہے۔ اچھے لڑکے بگڑ جاتے ہیں۔ پہلے پہل تو وہ لڑکے جن کو ہوا نہیں لگی ان شہدوں کے حرکات اور افعال دیکھ کر کچھ شرماتے اور جھجکتے ہیں مگر دو چار ملاقاتوں میں کُھل جاتے اور بے غیرتی کا جامہ پہن کر انھیں کے سے ہو جاتے ہیں۔ تم نے سنا ہوگا "بد اچھا بدنام بُرا"۔ ایسی بد صحبتوں میں انسان صرف بگڑتا ہی نہیں بلکہ اُس کی بدوضعی اور آوارگی کا شہرہ ہو جاتا ہے اور لوگ چرچا کرنے لگتے ہیں۔ ؎

جا بجا کرتے ہیں چرچہ تری بدوضعی کا — دو کہیں چار کہیں پانچ کہیں سات کہیں

فہم پر تیری ہنسی آتی ہے مجھ کو آزاد — چھوٹتی ہی نہیں کہتا ہے تری بات کہیں

نیک نامی حاصل کرنا بہت مشکل ہے مگر اُس کا کھونا بہت آسان ہے۔

موتی کی آب ایک دفعہ گئی تو بس ہمیشہ کو گئی۔ ؎

قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی

دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

اور ایک مثال لو۔ تم نے یہ مثل سُنی ہوگی کہ "ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کرتی ہے"

اور یہ بات بہت سچ ہے۔ یہ دیکھو اس کانچ کے گلاس میں سفید شفاف پانی اور دوات میں روشنائی ہے۔ اگر آدھا چمچہ پانی دوات میں ڈال دیں تو بھی روشنائی کا رنگ کالے کا کالا ہی رہے گا کچھ فرق نہ آئے گا لیکن اگر سیاہی کے دو ہی قطرے پانی کے بھرے گلاس میں ڈال دیں تو سارا پانی بدرنگ ہو جائے گا۔ ایک بھری جماعت میں ایک دو لڑکے نیک بخت ہوں تو کیا ہوتا ہے لیکن دو چار ہی اخوان الشیاطین ساری جماعت کو بدنام کرنے کو کافی ہیں۔ اَلصُّحبَۃُ تَاثِیرٌ وَلَو کَانَ سَاعَۃً[1]۔ بری صحبت کا اثر بد ہم کو دین و دنیا سے کھو دیتا ہے۔ سوسائٹی کی نظروں سے گر جانے کے علاوہ بعض ایسی عادتیں پڑ جاتی ہیں جو ہمارے جسمانی قویٰ اور توانائی کو بھی نقصان پہنچاتی ہیں۔ ایسے مشاغل میں پیسے کا برباد ہونا ایک بندھی بات ہے اور جب انسان کو کسی قسم کی لت پڑ گئی تو اُسے اپنے فرائض کی ادائی کا مطلق خیال نہیں رہتا وہ ایسی دھن میں لگ جاتا ہے کہ اُسے دنیا و مافیہا سے کچھ سروکار باقی نہیں رہتا۔ اُدھر سے فرصت ملے تو ادھر رُخ کرے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارے فرائض ترک۔ کھیل کود، لہو و لعب کو کام کی باتوں پر مقدم رکھتا ہے۔ محنت، جفاکشی اور کام سے جی چراتا ہے، تن پروری اور آرام طلبی کے سوائے کچھ نہیں سوجھتا۔ بڑھتے بڑھتے یہ نوبت پہنچتی ہے کہ

---

[1] صحبت کا اثر ہوتا ہے خواہ وہ گھڑی بھر ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۲

بُرا کام اُسے بُرا نہیں لگتا۔ اُمورِ دنیا سے تغافُل خیر۔ مگر وہاں تو مذہبی باتوں کو بازیچۂ اطفال اور خدا کے احکام کا استخفاف ایک معمولی بات ہو جاتی ہے۔ ہر بات کو مسخرے پن اور ٹھٹول میں اُڑا دینا ہی بڑا ہنر سمجھا جاتا ہے۔ نماز پڑھنا تو درکنار خدا کی طرف بھول کر بھی رُخ نہیں کرتا۔ نقل ہے کہ ایک صاحب کی بکری مسجد میں گھس گئی جا بجا مینگنیاں کر دیں۔ مُلّاجی نے غُصّے میں آکر باندھ ڈالی۔ بکری کا مالک ایک آزاد منش بگڑے دل آدمی تھا۔ سُنتے ہی دوڑ آیا مُلّاجی کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ بکری کھول چلتے چلاتے کہا۔ اجی مُلّاجی! جانور ہے ناسمجھ، جو مسجد میں گھس آئی۔ کبھی تم نے مجھے بھی مسجد میں قدم دھرتے دیکھا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ[1]۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ[2] کو بالکل دل سے بھلا دیا۔ کیا ہمارے دل سیاہ ہو گئے ہیں اور کیا خدا کا ڈر بالکل دل سے اُٹھ گیا۔ کیا اُس خالق کے سامنے لوٹ کر پھر جانا نہیں ہے؟۔

نظم

---

[1] اے آدم زاد تجھ کو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا ہے۔ جس نے تجھ کو بنایا اور (بنایا بھی تو) بہت درست بنایا اور تیرے جوڑ بند مناسب رکھے (پھر) جس قطع سے چاہا تیرا (یعنی تیرے اعضاء کا) پیوند ملا دیا۔

[2] کیوں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ ۱۲

آئینہ رکھ دے بہارِ غفلت افزا ہو چکی | دل سنوار اپنا جوانی خود آرا ہو چکی
بے خودی کی دیکھ لذّت کرکے ترکِ آرزو | ہو چکی حدِ ہوس مشقِ تمنّا ہو چکی
حُسنِ مطلق کے تصوّر میں بھی ہے وہ ایک جام | رُوئے زیبا ہو چکا زُلفِ چلیپا ہو چکی

چل بسے یارانِ ہمدم اُٹھ گئے پیارے عزیز
آخرت کی اب کر اکبرؔ فکرِ دنیا ہو چکی

ماں باپ کی نصیحت تلخ معلوم دیتی ہی مگر تم کو کچھ خبر بھی ہی کہ تمھاری بدراہی نے اُن پر کیا ستم ڈھایا اور اُن کی امیدوں کو خاک میں ملایا ہی۔ دل ہی دل میں کُڑھتے ہیں مگر مُنہ سے بھاپ تک نہیں نکالتے۔ "اپنا گھٹنا کھولیے اور آپ ہی مریے لاج"۔ جوان بیٹے کے مُنہ لگ کر اپنی عزّت کون گنوائے، اپنی آبرو اپنے ہاتھ ہی۔ "رکھ پت رکھا پت"۔

دنیا میں ایسے لوگوں کی جیسی گزرے گی محتاجِ بیان نہیں۔ وہ خوابِ غفلت سے اگر بیدار بھی ہوں گے تو کب؟ جب کہ آفتابِ زندگی قریبِ غروب ہوگا۔ سارا دن کھو کر اب جاگے بھی تو کس کام کے۔

رباعی

جینے سے طبیعت اب ہٹی جاتی ہی | غفلت ہی میں اوقات کٹی جاتی ہی
یہ بے خبری ہزار افسوس انیسؔ | بڑھتے ہیں گنہ عمر گھٹی جاتی ہی

بڑی مشکل یہ ہی کہ دنیا میں جیسے ہمارے ہم نشین تھے ویسوں ہی سے عاقبت میں بھی سابقہ پڑے گا۔ لو یہ اور غضب ہوا مر کر بھی

ان کے عقب سے نہ چھوٹے - اگر تم کو جنّت کی آرزو ہے اور وہ کون ہے جسے جنّت کی آرزو نہ ہو تو اُن لوگوں کا ساتھ جو جنّت کے اہل ہیں یعنی متقی، پرہیزگار، ایمان دار، راست باز، باخدا لوگ - جن کی اچھی صحبت سے دنیا اور دین دونوں میں سُرخ روئی حاصل ہو - خدا ہم سب کو نیک توفیق دے اور ہم کو اچھے لوگوں کے قرب و جوار میں جگہ دے - اگر اُن کا پرچھانواں بھی پڑ جائے تو ہماری بگڑی سنور جائے - خدا ہمیں اَوندھی مت کا نہ بنائے کہ دیدہ و دانستہ بُری صحبت میں پڑیں اور دوزخ کے گڑھے میں گریں اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ -

(۴۱) کیمرا - (ہمارے اعمال کی ہوبہو تصویر)

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ل اے اللہ ہم کو ایسی سوجھ دے کہ حق بات حق ہی نظر آئے اور ہمیں اُس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور (اسی طرح) باطل باطل ہی نظر آئے اور (اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما - اے اللہ ہم کو چیزوں کو اُن کی اصلی حقیقت کی (روشنی) میں دکھلا جیسی کہ وہ ہیں ہماری موت دینِ اسلام پر ہو اور ہم کو نیکوں (کے زمرے) میں شامل فرما ۲ وہ (لوگوں کے) دلی خیالات (تک) سے (بھی) واقف ہے - ۱۲

دیکھو یہ تصویر اُتارنے کا آلہ ہی جو کیمرا کہلاتا ہی۔ یاد رکھو! کہ مرے بعد قیامت کے دن سارے مُردے بڑے ہوں یا چھوٹے۔ حال کے مرے ہوئے ہوں یا صدہا برس پہلے کے سب کے سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھا کھڑے کیے جائیں گے اور اُن سے رتی رتی کا حساب لیا جائے گا۔

رباعی

اتنا نہ غرور کر کہ مرنا ہی تجھے
آرام ابھی قبر میں کرنا ہی تجھے
رکھ خاک پہ سوچ سوچ کے پاؤں انیسؔ
اک روز صراط سے گزرنا ہی تجھے

ہمارے اعمال دو فرشتے کراماً کاتبین برابر لکھتے رہتے ہیں وہ پیش ہوں گے۔ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ شاید تم کو یہ مغالطہ ہو کہ مرے پیچھے جب ہم سب گل سڑ جائیں گے تو پھر اُٹھنا اُٹھانا کیسا۔ لیکن یہ تو ایک ہوٹی سی بات ہی کہ جو پیدا کر سکتا ہی وہ دوبارہ بدرجۂ اولیٰ جلا بھی سکتا ہی۔ اُس کے نزدیک نہ وہ کچھ مشکل تھا نہ یہ۔ وہاں تو بس حکم کی دیر ہی۔ ادھر اشارا ہوا اُدھر ہو گیا۔ تمھارا شبہ شاید میرے

۱؎ حالاں کہ تم پر (ہمارے) چوکی دار (تعینات) ہیں (یعنی) کراماً کاتبین (فرشتے) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اُن کو معلوم رہتا ہی۔ کراماً کاتبین کے اصلی معنے ہیں گرامی قدر لکھنے والے کہ دو فرشتے آدمی کے اعمال نیک و بد کے لکھنے کے لیے اُس پر تعینات ہیں۔ کراماً کاتبین تھی تو ان فرشتوں کی صفت

گر اب ان کا نام پڑ گیا ہی۔ ۱۲ (از ترجمہ نذیریہ)

کہنے سے رفع نہ ہو تو خدا کے فرمانے سے تو مقرّ ہو گا۔ لو سنو!
اور غور سے سنو۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۚ قَالَ
مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۔ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ
اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۔ اب قبروں سے اُٹھا کھڑے
کیئے جانے کی حقیقت سنو۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ
الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۔ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ
بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۔ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ
الْمُرْسَلُوْنَ ۔ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا
هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۔ کیا تم بھول گئے کہ مر نا برحق ہے

۱ اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا۔ کہنا (کیا)
ہے کہ کون ایسی قدرت رکھتا ہے کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو) گئی ہوں
اور وہ اُن کو جلا کر کھڑا کرے۔ (اے پیغمبر تم اس گستاخ سے) کہو کہ جس نے ہڈیوں
کو اول بار پیدا کیا تھا وہی ان کو (دوبارہ بھی) جلا (اٹھا) دے گا اور وہ (سب
طرح کا) پیدا کرنا جانتا ہے ۲ اور پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو ایک دم سے
(سب کے سب) قبروں سے (نکل نکل) اپنے پروردگار کی طرف چل کھڑے ہوں گے
(اور حیران ہو کر ایک دوسرے سے) پوچھیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی (ہم تو پڑے
سوتے تھے) کس نے ہم کو ہماری خوابگاہ سے (جگا) اُٹھایا۔ (فرشتے جواب دیں گے
کہ) یہی تو وہ (قیامت) ہے جس کا وعدہ (خدائے) رحمٰن نے کر رکھا تھا اور پیغمبر

هر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود

واں کہ پایندہ و باقی ست خدا خواہد بود

لیکن مر کر اگر چھٹکارا ہو جاتا تو پھر ڈر کس بات کا تھا۔ بڑی مشکل تو مواخذہ اور محاسبۂ عقبیٰ کی ہے کہ مرنے کے بعد بھی چین نہیں ہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

پھر حساب بھی کیسا سخت دینا ہے کہ الٰہی توبہ! فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا۔ اُس دن نفسی نفسی ہوگی کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ خدا ہی اپنے رحم و کرم سے یہ کٹھن منزل طے کرا دے تو کرا دے ورنہ ہمارے

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ سچ کہتے تھے۔ (الغرض) قیامت بس ایک زور کی آوازِ (صور) ہوگی تو ایک دم سے سب لوگ ہمارے حضور میں لا حاضر کیئے جائیں گے ۲ تو اُس دن، جس کو اُس کا نامۂ (اعمال)، داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اُس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور (وہ حساب سے فارغ ہو کر) خوش خوش اپنے اہل و عیال میں واپس آئے گا اور جس کو اُس کا نامۂ (اعمال) اُس کی پیٹھ کے پیچھے (سے) دیا جائے گا تو وہ موت کی دعا مانگے گا اور جہنم میں جا داخل ہوگا ۱۲

اعمال تو ہرگز اس قابل نہیں ۔ رباعی

دار القضا میں تیری حکومت کے اے کریم منسوخ ہے رواج سند اور دلیل کا

چھوٹے پڑیں گے نامۂ اعمال روز حشر جب عفو عام کام کرے گا وکیل کا

اچھا تو اگر خدا ہمارے اعمال کا حساب رکھتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ رکھتا ہے اور نہ صرف اعمال کا بلکہ دلی خیالات تک کا بھی، تو یہ بات ہماری نظروں میں مشکل معلوم دیتی ہے کہ جو وہ سنو ملین[1] نفوس جو روئے زمین پر بستے ہیں، اس تعداد کثیر کا حساب کیوں کر مرتب کیا جا سکتا ہے اس کے لیئے بے شمار فرشتے چاہیئں ۔ یہ بات بے شک ہمارے لیئے ناممکن ہے[2] وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ۔

تاکہ تمھاری سمجھ میں بھی یہ بات بخوبی آجائے میں تمھاری سمجھ کے موافق ایک آسان اور سریع الفہم طریقے پر اس مسئلے کو مثال دے کر تمھارے ذہن نشین کروں گا جس سے رہا سہا شک و شبہ بھی رفع ہو جائے گا ۔ کبھی کسی **فوٹوگرافر** کے ہاں جا کر تم کو تصویر اتروانے کا اتفاق ہوا ہے؟ اگر اتروائی ہے تو تم نے ضرور دیکھا ہوگا کہ مصور کیمرے کا رخ تمھاری سیدھ میں کر کے خود پیچھے جا کر اپنے سر پر ایک کالا کپڑا ڈال کیمرے میں سے تم کو دیکھتا اور تمھاری پوزیشن کو درست کرنے کی ہدایت کرتا ہے ۔ جب تم کو ٹھیک ٹھاک کر کے بٹھا دیتا ہے

[1] دس لاکھ کا ایک ملین ہوتا ہے [2] اور یہ خدا پر کچھ دشوار نہیں ۔ ۱۲ ۔

تو کیمرے کی ایک طرف ڈھکنے ہو کر ربر کی ایک چھوٹی سی گیند کو جو کیمرے میں لٹکتی رہتی ہے دبا دیتا ہے جس کے ساتھ ہی ڈھکڑی کی جھٹ سے کھل جاتی ہے۔ ڈھکڑی کا کھلنا کیا ہے گویا روشنی کی شعاعوں کے اندر آنے کا رستہ کھول دیا بجنسہٖ اُسی طرح جیسے کہ ہم جب کسی چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو آنکھ کا کھولنا شرط ہے۔ ادھر ڈھکڑی کھلی اُدھر ایک سکنڈ سے بھی کم میں تصویر اُتر ہی! ۔ کیمرا چھوٹا ہو یا بڑا سب چشمِ انسانی کی نقل ہے یعنی اُن کی ساخت آنکھ کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ کیمرے کا رُخ تمہاری طرف کرنے کے بعد اگر ہم کالا کپڑا ڈال کر یا کسی اور طرح کیمرے کی پُشت کو تاریک کر دیں تو تمہاری تصویر کا عکس کیمرے کے اُس شیشے پر جو اُس کے پچھلے ڈھکنے میں لگا رہتا ہے اور جو گراونڈ گلاس یعنی دُھندلا ہوتا ہے نُمایاں ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سمجھو کہ کیوں ایسا ہوتا ہے۔ روشنی کی شعاعیں جو تمہارے چہرے سے اُچٹتی ہیں وہ کیمرے کے لنز محدب شیشے میں سے کیمرے کے اندر داخل ہوتی ہیں۔ ان شعاعوں ہی میں تمہاری تصویر موجود ہوتی ہے اور جب وہی شعاعیں آئینے پر جا کر پڑتی ہیں تو مسالا جو پلیٹ پر لگا ہوا ہوتا ہے اُن شعاعوں یا یوں کہو کہ تمہارے عکس کو پکڑ لیتا ہے اور یہی تمہاری تصویر ہے جو بعد میں بجنسہٖ کاغذ پر اُتار لی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز جس کا

عکس ہم لینا چاہتے ہیں اُس کی تصویر شعاعوں میں موجود رہتی ہے
اور وہی تصویر نظر کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے آن موجود
ہوتی ہے - یہ چھوٹی سی آنکھ کیا ہے قُدرت کا بنایا ہوا ایک مکمّل کیمرا ہے -
پہلے شعائیں براہ راست آنکھ میں پہنچتی ہیں اور یہی شعاعیں تصویر
کا نقشہ یا عکس آنکھ کے پچھلے حصّے پر جو نقبہ کہلاتا ہے اور کیمرے کے
دھندلے شیشے کی جگہ ہوتا ہے، ڈالتی ہیں جس سے تصویر بن جاتی ہے
اس کا تجربہ ایک اُور آسان طریقے سے، معمولی آئینے کے ذریعے
سے بھی بخوبی کیا جا سکتا ہے - آئینے کے پیچھے قلعی کی تہ چڑھانے یا
ڈھکنا لگانے کی بھی یہی غرض ہے کہ پیچھے سے آنے والی شعاعوں
کا سدّباب ہو جائے اور یہ کالے کپڑے کا کام دیتا ہے - یہی حال
شکم تالاب کی تحتانی زمین کا ہے کہ وہ بھی نیچے سے گھس آنے والی
شعاعوں کو روکتی ہے جب ہی تو ہم تالاب کے پانی میں چاند، تاروں،
بادلوں، پہاڑ کی پرچھائیں دیکھتے ہیں - آئینے کو بھی اگر ہم حرکت دیں
اور پرچھائیں ڈالیں تو جدھر آئینے کا رُخ ہوگا اُدھر ہی کی تصویریں
نظر آئیں گی اور وہ اُن ہی چیزوں کا عکس ہوگا جو شعاعوں پر پڑ رہا
ہوگا -

تم شاید اس خیال میں ہو کہ جو چیزیں ہم دیکھتے ہیں اُن کی دکھلانے
والی صرف آنکھ ہی ہے کسی اور ذریعے کا اس میں دخل نہیں - یہ خیال
صحیح نہیں - اگر آنکھ میں متشکل کرنے کا خاصہ ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ اندھیرے

میں دُور تو دُور ہاتھ کو ہاتھ بھی نہیں سُجھائی دیتا، حالاں کہ وہی آنکھ ہے
بلّی اور اُلّو وغیرہ جانوروں کو اندھیرے میں نظر آتا ہے لیکن اُن کو
بھی کچھ نہ کچھ روشنی درکار ضرور ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ اُن کو اس قدر
زائد روشنی کی ضرورت نہیں جتنی کہ ہم کو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ
مرئی اشیار کا عکس بدون شعاع کی مدد کے نہیں پڑ سکتا اور یہی
سبب ہے کہ اندھیرے گھپ میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اب تم نے
سمجھ لیا ہوگا کہ کیمیرے سے تصویر اُتارنے کا ذریعہ صرف شعاع
ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اُوپر تلے سیکڑوں کیمیرے تمھاری طرف رُخ
کرکے جما دیں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وقت واحد میں، یعنی ایک ہی ساتھ
جتنے کیمیرے ہوں گے اُتنی ہی تصویریں تمھاری اُتر آئیں گی ہجنسہ
اُسی طرح جیسے کہ کسی مجمعِ عام میں ہزار آدمی سب کے سب مِل کر
اپنی دو ہزار آنکھوں سے وقت واحد میں ایک ہی لکچرار (مقرر)
کو دیکھ سکتے ہیں۔ اگر میں اپنے بیان کو کافی طور پر تمھارے ذہن نشین
کرسکا ہوں تو بہ آسانی سمجھ جاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ بھی اعمال کی بڑی بڑی کتاب
کے ہر صفحے کو شعاعوں کی طرح دیکھ سکے گا یہ کام بہت جلد خواہ کتنے بھی
آدمیوں کے متعلق ہو پلک جھپکانے میں ہو سکتا ہے جس طرح سینوٹو
گراف (بائیسکوپ) میں متحرک اجسام و اشیار کی تصویریں اُتار
لی جاتی ہیں حتیٰ کہ اُڑتی ہوئی چڑیا، دوڑتی ہوئی ریل، توپ سے

چُھٹے ہوئے گولے کی تصویر بھی بڑی آسانی سے لی جاتی ہے۔ یہ تو ہمارے سن سمجھوتے کی باتیں ہوئیں مگر اُس کی قدرت کے کھیل کون جانتا ہے میں نے بچوں کی سمجھ کے موافق کچھ بیان کر دیا ہے اب اُن سے مخاطب ہوتا ہوں جو **سائنس** کا دم بھرتے ہیں اُن کو یاد دلاتا ہوں کہ سائنس نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ روشنی کی شعاعیں جن کے ذریعے سے اشیاء کی مجسّم شکلیں اور تصویریں منعکس ہوتی ہیں اُن شعاعوں کی رفتار فی سکنڈ ایک لاکھ بانوے ہزار میل ہے اور وہ غیر متناہی طور پر متحرک رہتی ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ لامحالہ اُس خلا میں بھی ہے جہاں کہ شعاعیں پڑتی ہیں اور اس لئے دنیا کا ہر ہر چپہ اور ہر ہر کونا ہمیشہ اُس کے پیش نظر رہتا ہے۔ ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ ہماری عقل اور ہماری معلومات بالکل کمزور اور محدود ہے۔ ہم کل کی بات نہیں جانتے اور خدا کے نزدیک گزشتہ موجودہ اور مستقبل کسی زمانے میں کچھ بھی فرق نہیں وہ دانا بینا **علیم و خبیر** ہے اُس کا علم غیر محدود ہے کوئی بات اُس سے پوشیدہ نہیں

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم (سعدیؒ) وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر ما ہمچناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

سچ پوچھو تو نہ نامۂ اعمال کی ضرورت ہے نہ کراماً کاتبین کی شہادت بغیر کام بند ہے۔ ۵

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق

آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

وہاں کا تو یہ حال ہے:- اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ؁ جب ہمارے دست و پاہی ہمارے خلاف گواہی پر اُٹھ کھڑے ہوں گے تو ہمارا ٹھکانا کہاں لگے گا۔ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"۔ اُس وقت اگر ہم کو کچھ ذرا ابھرا آسرا ہے تو اُس کے رحم و کرم کا نہ کہ اپنے عمل کا۔ وہاں

تلسی دیرنہ کیجیے بھجنے کو ہر نام

منک مجوری دیت ہیں کا کی راکھے رام

بھائیو! یاد رکھو اور جانے رہو کہ جس طرح اپنے ملنے جلنے والوں کی خو بو، حالات اور حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہو جاتے ہیں اُس سے کہیں زیادہ خدا ہمارے دلوں کے بھیدوں اور کرداروں کو جانتا ہے دوسروں کے سامنے ہم جتنا چاہیں بڑھ چڑھ کر بول لیں، ڈینگ کی لیں، شیخی بگھاریں مگر اُس عالم الغیب کے سامنے زبان کھولنے کی بھی مجال نہیں۔ ؎

سراپا صاف شو تا روبروئے یار جا یابی

کہ پیش خوبرویاں آئینہ منظور می گردد

۱؎ آج ان کے مونہوں پر مہریں لگا دیں گے (اور یہ بات نہیں کرنے پائیں گے) اور جیسے کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں (ہتھی) گواہی دیں گے ۱۲

ہم دیکھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں ہمارا حافظہ بہت چھوٹا ہے۔ اُس کو
اُونگھ نہیں، نیند نہیں، پھر وہاں بھول چوک کا کیا کام۔ ہمارے ہر کام
کا فوٹو وہاں موجود ہے۔ مگر وہ فوٹو دنیا وی فوٹو کی طرح کا نہیں ہے
بلکہ وہ نامۂ اعمال کی کتاب میں نُور کی قلم سے لکھا گیا ہے جو قیامت
کے دن حضور ربّ العزّت میں پیش کیا جائے گا۔ وہاں تختِ
عدالت پر دنیا کے سے جج نہ ہوں گے جو خاطرِ مروّت میں آجائیں
یا جن کے پاس سعی وسفارش کو دخل ہو۔ اور مانا کہ حاکم بڑا منصف
اور بیدار مغز ہے، رشوت بھی نہیں لیتا اور کام بے لاگ کرتا ہے تو بھی
آخر انسان ہے اور اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ
بھول چوک دم کے ساتھ لگی ہوئی ہے جو لازمۂ بشریت ہے۔ کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے کہ نتیجہ نکالنے میں غلطی کرجاتا ہے مگر وہ احکم الحاکمین ان
سب باتوں سے منزّہ و مبرّا ہے۔ وہ حد درجے کا منصف، بڑا
پرکھنے والا، بڑی جانچ تول کرنے والا ہے سو ہے وہ رحیم و کریم بھی
بڑا ہے۔ سعی وسفارش کا وہاں دخل نہیں، جیسی کرنی ویسی بھرنی
يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَ
صَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَن فِي الْأَرْضِ

---

۱ انسان کے خمیر میں بھول چوک ہے ۲ گنہگار تمنّا کرے گا کہ اے کاش اپنے بیٹوں
اور اپنی جورو اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو جو (وقت پڑے پر) اس کو پناہ دیا کرتا تھا

(باقی برصفحۂ آئندہ)

جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى - نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى -

الٰہی تو فیاض ہے اور کریم | الٰہی تو غفار ہے اور رحیم
مقدس، معلّٰی، منزہ، عظیم | نہ تیرا شریک اور نہ تیرا سہیم

تری ذاتِ والا ہے یکتا قدیم

جب اپنے ہی دست و پا گواہی دینے پر تُل جائیں تو انکار کا کیا محل اور انکار بھی کرو تو وہاں چل کب سکتا ہے یہ دنیا کی عدالت نہ باشد کہ دھڑلّے سے جھوٹ بولتے اور پھر اُس پر فخر بھی کرتے ہیں - قیامت کا دن بڑا ہولناک ہوگا -

رباعی

جب دیکھیں گی احوالِ قیامت آنکھیں | کھینچیں گی بڑی بڑی ندامت آنکھیں
چلتی ہے زباں دہن میں کچھ عذر تو کر | رولے کہ ابھی تک ہیں سلامت آنکھیں

قرآن شریف میں جابجا اس کا ذکر آیا ہے - ہم صرف ایک آیت لکھ کر قیامت کا نقشہ تم کو دکھلاتے ہیں - جس میں ہر شخص اپنی جواب دہی کے سبب سے بدحواس ہوگا - ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی دُوسرے کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا - یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ - یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ

نوٹ صفحہ گزشتہ - اور (دے) زمین کے تمام آدمیوں کو اس دن کے عذاب کے بدلے میں دے دے اور یہ (معاوضہ) اُس کو بچالے - سو یہ تو ہوتا نہیں - دوزخ کی آگ (تو اس بلا کی) لپٹ ہے کہ سر تک کی کھلڑی اُدھیڑ کر دھر دے گی - ۱۲ - اے لوگو اپنے پروردگار

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ

فونوگراف (۴۲) (منہ سے بولتی کتابیں)

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

کوئی آیا جھلک تری دیکھی

کوئی بولا سُنی تری گفتار

نامۂ اعمال کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ تم نے سُنا ہوگا کہ ع مُنہ سے نکلی ہوئی پرائی بات۔ حلق کا حلق کون پکڑ سکتا ہے، یعنی بات کی گرفت ناممکن ہے نہ کسی بات کا فوٹو لیا جا سکتا ہے کہ وہ مجسّم اور متشکّل نہیں

نوٹ صفحہ گزشتہ۔ (کے عذاب) سے ڈرو (یوں کہ) قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہوگی۔ جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہوگی ہر دودھ پلانے والی (مارے ڈر کے) اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائیگی اور جتنی حمل والیاں ہیں سب کے حمل گر پڑیں گے اور (مارے بدحواسی کے) لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ وہ متوالے نہیں بلکہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔ ۱۲ ؎ ہمارے اُن بندوں کو خوش خبری سُنادو جو (ہمارے) کلام کو کان لگا کر سُنتے اور اُس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے (نیک) ہدایت دی ہے اور یہی تو عقلِ (سلیم بھی) رکھتے ہیں۔ ۱۲

لیکن میں ابھی تم کو بتلاؤں گا کہ بات کے مُنہ سے نکلنے کی دیر ہی کہ
وہ بجنسہٖ بلا کم و کاست بارگاہِ خداوندی میں جا پہونچتی ہی اور ہُن و عن
قلم بند کر لی جاتی ہی اور اَن مِٹ ہو جاتی ہی۔

تم نے بچّوں کا وہ کھیل تو دیکھا ہو گا جو دو نلکیوں یا پُھکنیوں
کے سروں پر جھلّی منڈھ کر بیچ میں ڈوری لگا دیتے ہیں۔ ایک لڑکا
اس سرے پر کھڑا ہو جاتا ہی اور دُوسرا اُس سرے پر اور گو کہ فاصلہ
ہو مگر اچھی صاف بات سُنائی دیتی ہی۔ یہی اصول ٹیلیفون کا ہی
جس سے ہم کوسوں پرے سے بات کر لیتے ہیں۔ اب مَیں تم کو ٹیلیفون
کا گُر بتلاتا ہوں کہ ٹیلیفون کس اصول پر بنا ہی۔ اگر تم اپنے کنٹھ کا
نازک پر آہستہ سے اُنگلی رکھو تو جان لو گے کہ ہمارے حلق میں آواز کا
آلہ یہی ہی۔ اگر ہم ذرا اکڑ کر بولیں تو حلق میں ضرور خفیف سی
وائبریشن (تھرتھراہٹ) محسوس ہو گی اور یہ حرکت چیخ کر بولنے
میں صاف معلوم دیتی ہی۔ جب ہم بولنے کی کوشش کرتے ہیں تو
ہمارے گلے کی رگوں میں ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہی جو ایک
طرح کی لرزہ ہی جیسی کہ مضراب سے ستار کے تاروں میں دیکھتے
ہو۔ طرب دار ستاروں میں یہ جھنجھناہٹ اور گُونج زیادہ محسوس
ہوتی ہی۔ یہی لرزہ اور گھنگھناہٹ آواز کا تموّج کہلاتا ہی۔ دوسری
مثال اس تموّج کی یہ ہی کہ ہم کسی باؤلی یا تالاب میں اگر پتھر

پھینکیں تو پتّھر کے گرنے سے پانی میں گول گول دائرے بن جائیں گے جو پھیلتے پھیلتے کنارے پر جاکر ختم ہوتے ہیں۔ یہ کیا تماشہ ہے؟۔ اصل تموّج اور لہر یہی ہے۔ اسی طرح سے کُرۂ ہوائی میں آواز سے تموّج پیدا ہوتا ہے اور جس طرح پانی میں لہریں جاکر کنارے سے ٹکراتی ہیں، ہوا کی موجیں ہمارے کان کے پردے سے ٹکراتی ہیں اور اس پردے کے پیچھے جو اعصاب ہیں ہر وقت اس جُنبش اور تحریک کو جو آواز کہلاتی ہے دماغ میں پوہنچاتے رہتے ہیں۔ دماغ میں یہ آواز پوہنچ کر اُسی طرح گُونجتی ہے جیسے کہ گُنبد میں۔ نلکی کو کان سمجھو جھلّی کو کان کا پردہ اور ڈوری کو اعصاب۔ ڈوری کو جتنی لمبی ہم چاہیں کر سکتے ہیں۔ ڈوری کے دوسرے سرے پر نلکی لگا دینے سے ادھر والا جو نلکی میں بات کرتا ہے اُدھر برابر پوہنچ جاتی ہے۔ ہم جب اس نلکی میں بات کرتے ہیں تو جھلّی میں برابر لرز پیدا ہوتی ہے اور یہی لرز ڈوری میں تھرتھراہٹ پیدا کرتی ہے جو دُوسرے سرے کی نلکی پر جاکر ختم ہوتی ہے اور یہی ذریعہ آواز پوہنچانے کا ہے۔ اگر ہم بجائے نلکی کے ایک موم کا سِلِنڈر (نلوا) لگا دیں جو گردش کرتا رہے اور اُس پر ایک نوک دار سوئی لگا دیں جو آواز کے تموّج کے ساتھ ساتھ موم کے سِلِنڈر میں خطوط ڈال دے تو سِلِنڈر پر آواز کے نقوش پڑ جائیں گے

پھر دوسری ایسی سوئی لگائیں جو موم میں خراش نہ پیدا کرے بلکہ اُنھیں خطوط کے جُوف میں پھرتی رہے تو آواز پیدا ہو جائے گی او جو بات سلنڈر میں بھری جا چکی تھی برابر دہرائی جائے گی جیسا کہ فونوگراف کے سلنڈروں اور گرامو فون کے ریکارڈوں میں تم آئے دن دیکھتے ہو۔ جس طرح شعائیں اشیار کی شکلوں کو پوہنچاتی ہیں اسی طرح ہوا آواز یا ہر قسم کی حرکت کو کرۂ ہوائی میں لے اُڑتی ہے اور وہاں اُس کی لہروں کو پھیلاتی ہے۔ اب تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ نامۂ اعمال کی ترتیب کا ایک ذریعہ تو روشنی ہے اور دوسرا ہوا اور پھر خدا جانے کہ اس طرح کے اَور کتنے ذریعے ہیں جو ہمارے اعمال و افعال حتّٰی کہ خیالات کو بھی مُنضبط کرتے ہیں جن کی ہم کو خبر تک نہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بندہ بشر اُس کی حکمتوں کو کیا جانے۔ اگر تمھارے مُنہ سے کوئی بُری بات نکلی یا کُفر کا کلمہ نکل گیا یا کبھی نکلا تھا یا آیندہ نکلے تو یاد رکھو کہ سب اللہ کے سامنے دہرائے جائیں گے۔ ہم سے بازپُرس کی جائے گی اور بے جواب دہی کیئے گلو خلاصی نہ ہوگی۔

زبان کو بُری باتوں سے آلودہ کرنا اس کا ایک خمیازہ تو یہ ہوا کہ ہم سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا اور دوسری مصیبت یہ ہے کہ جس کی زبان خراب ہے اُس کے خیالات پہلے خراب ہوتے ہیں

زبان ترجمان ہے دل کی۔ اس لیئے وہ زبان جو باوجود بتّیس دانتوں میں قید رہنے کے بھی قابو سے باہر ہو اور بُرے کلمہ و کلام اُس سے بے دھڑک نکلتے ہوں وہ زبان کا ہے کو ہوئی قینچی ہوئی۔ اللہ ایسی زبان سے پناہ میں رکھّے۔ زبان، دل کا تھرما میٹر (مقیاس الحرارت) ہے، ہمارے بطون کی کیفیت کا اُتار چڑھاؤ اُس سے معلوم دیتا ہے۔ پھر یہی خیالات جم جاتے ہیں اور ساری عمر انسان اُن کے اثر کو زائل نہیں کرسکتا وہ ان خیالات کا غلام بن جاتا ہے لوگوں میں اُس کی بد اعمالی کا چرچہ شروع ہو جاتا ہے۔ ؏

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو باور نہ کریں

لوگ کرتے ہیں بُری بات کا چرچا اکثر

یہ خیالات اگر اسی حلک تک محدود رہتے تو بھی خیر مگر یہ تو امراض متعدی کی طرح دُوسروں پر بھی اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہتے۔ ؏

میں تو ڈوبا ہوں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبوں گا۔ جس طرح فونو گراف کے سلنڈر میں جو کچھ بھرو اُسے بار بار دہرا سکتے ہیں اسی طرح بُری باتیں اور گندے خیالات شدہ شدہ دوسرے دل کے کانوں تک پہنچتے ہیں اور اُن کے دلوں کے سلنڈر پر نہ مٹنے والے نقوش ڈال لیتے ہیں۔

جب ہم جانتے ہیں کہ جو مُنہ سے نکلتا ہے وہ بروزِ حشر ہمیں

خدا کے سامنے ہمارے منہ پر دہرایا جائے گا تو تم سمجھ سکتے ہو کہ ہم کو
کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس لیئے مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ
منہ سے جو بات نکلے اچھی ہی نکلے۔ جب دل میں کوئی خیال آئے
اچھا ہی آئے کہ ہم کو قیامت کے دن ندامت اور شرم ساری نہ ہو۔
حضرت رسول اللہ صلعم نے تبوک میں بعد نماز ایک مختصر مگر نہایت
جامع خطبہ پڑھا جس کی نصائح آب زر سے لکھنے اور عمل کرنے کے
قابل ہیں۔ اس کو غور سے سنو۔

فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَوْثَقَ الْعُرٰى كَلِمَةُ
التَّقْوٰى وَخَيْرَ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ وَخَيْرَ السُّنَنِ سُنَّةُ
مُحَمَّدٍ وَاَشْرَفَ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَاَحْسَنَ الْقَصَصِ
هٰذَا الْقُرْاٰنُ وَخَيْرَ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا
وَاَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَشْرَفَ الْمَوْتِ قَتْلُ
الشُّهَدَاءِ وَاَعْمَى الْعَمٰى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى وَخَيْرَ
الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ وَخَيْرَ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ وَشَرَّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ
وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا
كَثُرَ وَاَلْهٰى وَشَرَّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ وَشَرَّ النَّدَامَةِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا
وَمِنْهُمْ مَنْ لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا هُجْرًا وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَاءِ

۱ ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھ کر اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بڑھ کر بھروسے کی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اللِّسَانِ الْكَذُوْبُ وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ وَخَيْرُ
الزَّادِ التَّقْوٰى وَرَاْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَخَيْرُ
مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ وَ
النِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْغُلُوْلُ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ وَالسُّكْرُ
كَيٌّ مِنَ النَّارِ وَالشِّعْرُ مِنْ اِبْلِيْسَ وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ
وَشَرُّ الْمَاٰكِلِ مَاكِلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ
بِغَيْرِهٖ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ
وَشَرُّ الرَّوَايَا رَوَايَا الْكَذِبِ وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ
فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ
كَحُرْمَةِ دَمِهٖ وَمَنْ يَّتَاَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ
وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ
اللّٰهُ وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَتَبَّعَ
السُّمْعَةَ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضْعِفِ اللّٰهُ لَهٗ وَمَنْ يَّعْصِ
اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ ۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کا مالک ہے۔

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ تقوے کا کلمہ ہے اور سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم کی ہے اور سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلعم کا ہے اور سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے اور سب واقعات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے اور بہترین کام اولو العزمی کے کام ہیں اور امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو اور انبیا کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے اور شہیدوں کی موت موت کی

(باقی برصفحہ آئندہ)

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہجدہ ہزار عالم ہی پیدا کیئے ہیں بلکہ وہ اُن سب پر

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ - سب قسموں سے بزرگ تر ہی اور سب سے بڑھکر اندھاپن وہ گمراہی ہی جو ہدایت کے بعد ہو جائے اور عملوں میں وہ عمل اچھا ہی جو نفع دہ ہو اور بہترین روش وہ ہی جس پر لوگ چل سکیں اور بدترین کوری دل کی کوری ہی اور بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہی اور تھوڑا اور کافی مال اُس بہتات سے اچھا ہی جو غفلت میں ڈال دے اور بدترین معذرت وہ ہی جو جان کندنی کے وقت کی جائے اور بدترین ندامت وہ ہی جو قیامت کو ہوگی اور بعض لوگ جمعے کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں اور اُن میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں اور سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہی اور سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہی اور سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہی اور دانائی کا سر یعنی بڑی دانائی یہ ہی کہ خدا کا خوف دل میں ہو اور دل نشین ہونے کے لیئے بہترین چیز یقین ہی اور شک پیدا کرنا کفر کی شاخ ہی - بین سے رونا جاہلیت کا کام ہی اور چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہی اور بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہی اور شعر ابلیس کا حصہ ہی اور شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہی اور بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہی اور سعادت مند وہ ہی جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہی اور اصل بدبخت وہ ہی جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو اور عمل کا سرمایہ اُس کا بہترین انجام ہی اور بدترین خواب وہ ہی جو جھوٹا ہو اور جو بات ہونے والی ہی وہ بہت قریب ہی اور مومن کو گالی دینا بدکاری ہی اور مومن کو قتل کرنا کفر ہی اور مومن کا گوشت کھانا یعنی غیبت کرنا اللہ کی معصیت ہی اور مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہی جیسے کہ اُس کا خون

(باقی برصفحۂ آیندہ)

بلاشرکت احدے حکمراں بھی ہی اُن کا نظم ونسق صرف اُسی کے دست قدرت میں ہی۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ - لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ[1] پھر ارشاد ہوتا ہی کہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ[2]۔ سب کے دل اُسی کی مٹھی میں ہیں وہی

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ اور جو خدا سے بے پروائی کرتا ہی خدا اُسے جھٹلاتا ہی اور جو کسی کا عیب چھپاتا ہی خدا اُس کے عیوب چھپاتا ہی اور جو معافی دیتا ہی اُسے معافی دی جاتی ہی اور جو غصّے کو پی جاتا ہی خدا اُسے اجر دیتا ہی اور جو نقصان پر صبر کرتا ہی خدا عوض بخشتا ہی اور جو چغلی کو پھیلاتا ہی خدا اُس کی رسوائی عام کردیتا ہی اور جو صبر کرتا ہی خدا اُسے بڑھاتا ہی اور جو خدا کی نافرمانی کرتا ہی خدا اُسے عذاب دیتا ہی۔ ۱۲ [1] اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے) برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اللہ جو عرش (بریں) کا مالک ہی وہ تو ان (عیبوں اور نقصانوں) سے پاک ہی جو کچھ وہ کرتا ہی اُس کی باز پرس اُس سے نہیں کی جاسکتی اور (یہاں) لوگوں سے (اُن کے کیے کی) باز پرس ہونی ہی [2] اُس کی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر پھیلی ہوئی ہی اور آسمان و زمین کی حفاظت اُس پر (مطلق) گراں نہیں اور وہ (بڑا) عالی شان (اور) عظمت والا ہی۔ مراد یہ ہی کہ خدا گویا تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا تمام جہان میں شاہانہ حکومت کر رہا ہی۔ آسمان و زمین سارا جہان اُسی کی حکومت کے علاقے میں ہی۔ ۱۲

جسے چاہے نیک ہدایت دے اور جسے چاہے گم راہی میں ڈال دے
اور اُن کے دلوں پر مہر کر دے اور اُن کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ
ڈال دے فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا [1]۔ اگرچہ
بڑے سے بڑا سرکش اور ہٹ دھرم جیسے فرعون، ہامان اور شدّاد بھی
اُس کے خلاف کرنا چاہے تو اُس کی خدائی میں ایک رتّی برابر بھی فرق
نہیں ڈال سکتا، ہاں! اپنی دین دنیا بگاڑ لے یہ اُس کو اختیار ہے۔
اللہ تعالیٰ صرف قوموں پر مجتمعاً ہی حکمراں نہیں بلکہ ہر فرد بشر اُس کا
محتاج ہے اور وہ سب کا سرتاج ہے وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ [2]
وہ نہ صرف ہمارا روزی رساں ہے بلکہ اُس نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے
اور اُن کے ذریعے سے ہم کو راہِ راست کی رہنمائی فرمائی۔ اُس کے
سامنے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی سب چیزیں یکساں ہیں۔
اُس کا علم ایسا بسیط، محیط اور حاوی ہے کہ ہر جزو کُل سے باخبر ہے
اور ایک ذرّہ بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن
بعض لوگ ایسے کٹھ حجّتی ہوتے ہیں کہ جس چیز کو آنکھ سے نہیں دیکھتے
یا اُن کی سمجھ میں نہیں آتی اُس پر یقین نہیں لاتے وہ چاہتے ہیں کہ
ہم ہر چیز کا ادراک اپنے حواسِ خمسہ سے کرلیں۔ لیکن ہم کیا اور
ہماری عقل کیا! ۔ خدا چشمِ ظاہری سے دیکھنے کی چیز نہیں اُس

[1] اُن کے دلوں میں پہلے ہی سے کُفر کا مرض تھا اب اللہ نے اُن کا مرض اور بھی بڑھا دیا
[2] ورنہ اللہ تو بے نیاز ہے اور تم (اُس کے) محتاج ہو۔ ۱۲

چشمِ بصیرت چاہیئے - سیکڑوں چیزیں ایسی ہیں جن کی ماہیت سے ہم واقف نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ جس چیز کو ہم دیکھ نہ سکیں یا چھو نہ سکیں اُس کا وجود ہی نہیں - آئے دن کی نئی نئی ایجادیں ہم کو صاف بتلا رہی ہیں کہ جو چیز پہلے ناممکن خیال کی جاتی تھی وہ اب ممکن ہی - کیا اس سے ہماری فہم کا نقص اور ہمارا عجز ثابت نہیں ہوتا ہوا کے وُجود سے کس کو انکار ہی - مگر ہوا کو آج تک کسی نے دیکھا ہی - ہمارے جسم میں رُوح کا ہونا ایک بدیہی بات ہی مگر آج تک کوئی بھی روح کی ماہیت معلوم نہ کرسکا - ایسی بیسیوں مثالیں ہم پیش کر سکتے ہیں کہ جہاں تک عقل کی رسائی نہیں - اسی طرح خدا ہی رباعی

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہی تو — آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہی تو
نزدیک رگِ گلو سے اُس پر یہ بُعد — اللہ اللہ کس قدر دُور ہی تو

بہت سے ایسے ناہنجار ہیں جن کو خدا سے انکار ہی - ہاں! زبان سے جو چاہے کوئی کہہ لے یہ دو انگل کا گوشت کا ٹکڑا بڑا غضب ڈھانے والا ہی مگر ایسے کٹّر لوگوں کا دل بھی ضرور گواہی دیتا ہی پر دیتا ہی کہ اس کارخانۂ عالم کا کوئی نہ کوئی چلانے والا ضرور ہی اور وہ نہیں ہی مگر خدا اور وقت پڑے پر ایسوں کو بھی خدا یاد آ ہی جاتا ہی اور بے اختیار اسی زبان سے ای میرے اللہ! نکل ہی جاتا ہی -

رباعی

کانٹا ہی ہر اک جگر میں اٹکا تیرا — حلقہ ہی ہر اک گوش میں لٹکا تیرا

مانا نہیں حس نے تجھ کو جانا ہو ضرور بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا

خدا کا ہاتھ ہر کام میں نمایاں ہے۔ اس بات کو میں مثالاً سنگ مقناطیس، سوئی اور اس کاغذ کے ٹکڑے سے ثابت کروں گا مقناطیس کی کشش کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ سوئی کا ثقل اور زمین کی کشش اُس کو نیچے وار کو گراتی ہے لیکن چوں کہ مقناطیس کی قوت کشش زیادہ قوی ہے وہ سوئی کو گرنے نہیں دیتی اور یہی وجہ ہے کہ سوئی مقناطیس کے ٹکڑے سے جا کر چمٹ جاتی ہے لیکن تم اس قوت کشش کو اپنے حواس سُننے، سونگھنے یا ذائقے سے معلوم نہیں کر سکتے۔ ہاں! اس طاقت کا اثر دیکھ ضرور سکتے ہو لیکن اصلی طاقت کو تب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح اور بھی کئی قسم کی طاقتیں، جذبات اور اثرات ہیں جن کو ہم کسی حواس سے معلوم نہیں کر سکتے لیکن با ایں ہمہ وہ قوی چپکے چپکے برابر ہم پر متصرف ہیں اور ہمارے گرد و پیش کی چیزوں میں اُن کا اثر نمایاں ہے۔ میں بتلا چکا ہوں کہ مقناطیس اور سوئی کے بیچ میں اگر کاغذ کا ٹکڑا حائل ہو تو اُس کا اثر باطل نہیں ہوتا اور اگر کاغذ کے ٹکڑے کو ہم اس کمرے کی چھت کے برابر لیں اُوپر رکھیں مقناطیس اور نیچے سُوئی تو بھی سُوئی برابر دوڑتی رہے گی۔ اس عملی تجربے سے تم بہ خوبی جان لو گے کہ گو اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں تب بھی اُس کے دستِ قدرت کا تصرف ہر کام میں پایا جاتا ہے

اس سے ثابت ہوا کہ کچھ طاقتیں ایسی بھی ہیں جو نہ معلوم دیتی ہیں
نہ دکھلائی دیتی ہیں اور اُن میں کی ایک کشش ہے جو باوجود کہ خارج
میں موجود نہیں مگر پھر بھی غیر ذی رُوح دھات کو جدھر چاہتی ہے کھینچ
لیئے چلی جاتی ہے۔ جب ایک بے جان چیز میں ایسی زبردست قوت
ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی قوت کا کیا پوچھنا، اُس کی طاقت سب طاقتوں
سے زوردار ہے۔ وہ نہ صرف ہم کو بلکہ ہمارے خیالات، ہمارے
مقاصد و اغراض، غرض یہ کہ ہمارے ہر ہر قدم، ہر ہر حرکت کو
جس طرف چاہے پھیر دے سکتا ہے اور جون سا رستہ چاہے ہم کو
چلا سکتا ہے۔ خدا نے ہم کو نیکی اور بدی کے دونوں رستے صاف صاف
بتا دیئے ہیں۔ اب یہ ہماری مرضی پر موقوف ہے کہ اچھا اور سیدھا
رستہ اختیار کریں یا ٹیڑھا میڑھا اور پُر خطر۔ جو لوگ خدا سے برگشتہ
ہیں اُن کی رسی بھی اللہ ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے، اُن سے فی الوقت
کوئی مواخذہ نہیں کیا جاتا بلکہ مہلت دی جاتی ہے کہ شاید اب بھی سنبھلیں
اور راہ راست پر آجائیں۔

وہ نیک رستہ جس پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چلانا چاہتا ہے
وہ بھی اُس نے ہمیں بتا دیا ہے اور جس رستے پر ہم کو چلنا چاہیئے
وہ بھی جتلا دیا ہے۔ اُس کی مہربانی اور شفقت بندوں پر کیسی ہے ذرا
یہ تو دیکھو! جب پکارو فوراً تمھاری داد کو موجود ہے۔ اَور کوئی ایسا
حاجت روا کون ہے جو اپنے بندوں کی یوں سُنے۔ جب ہم کسی ضرورت

یا مصیبت کے وقت اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ہماری تکلیف
کو رفع کرتا ہے اور کس کی قدرت ہے کہ مصیبت کو ٹال سکے۔ بہر حال
جس کسی نے خدا پر بھروسا کیا اُس کا بیڑا پار ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[1]۔ خدا کے بندے طرح طرح کے ہیں گنہگار
بھی ہیں نیکوکار بھی۔ گنہگار بھی ہیں کیونکہ مگر اُس کا حلم اُس کا رحم اُس کی
بخشش اُن پر بھی بند نہیں۔ ؎

دو کوشش یکے قطرہ در بحرِ علم   گنہ بیند و پردہ پوشد بہ حلم

اللہ کی طرف ذرا جھکنے کی دیر ہے کہ دریائے رحمت جوش
میں آجاتا ہے۔ ؎

کرم بین و لطفِ خداوندگار   گنہ بندہ کردست و اُو شرمسار

پھر اُس کی کریمی کے صدقے جائیے۔ ؎

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم   بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

اس بیان کے اختتام پر ایک اور بات تمھارے ذہن نشین
کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ زندگی میں صدہا
قسم کے ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ جن کے مآل کار سے
ہم ناواقف ہیں خدا جانے یہ اُونٹ کس کروٹ بیٹھے۔ اور اسی
سبب سے ہم بعض اوقات غلط نتائج پر پہنچتے ہیں اور ہماری
توقع کے خلاف کام ہوتا ہے اور تب ہی تو ہم بار بار ٹھوکریں کھاتے ہیں

[1] اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے گا تو خدا اُس (کی مشکلات کے حل کرنے) کو کافی ہے۔ ۱۲

۵ من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

ہم کو باوجود دعوی ہمہ دانی، کل تک کی تو خبر نہیں کہ کیا ہوگا۔
غیب کا علم تو سوائے خدا کے کسی اور کو نہیں۔ خود رسولِ خدا،
رُوحِی فِدَاکَ[1] جو ع بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر۔ کے
واجبی مصداق ہیں، ارشاد فرماتے ہیں کہ:- وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ[2]
الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ۔
جب خاصۂ خاصانِ رُسل کا یہ حال ہے تو پھر ہم تم کس شمار و قطار
میں ہیں۔ بہرحال ہم اس جگہ بالکل عاجز و ناچار ہیں اور قطعی طور پر
کچھ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات آگے چل کر ہمارے حق میں مُفید
پڑے گی یا مُضر۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے زمانہ گزشتہ اور
حال و استقبال سب برابر ہے اُس کا علم سب زمانوں پر یکساں
طور پر حاوی ہے۔ وہاں بھول چوک کا کیا کام یہ تو حضرتِ انسان ہی
کی شان ہے کہ بھلکڑ پنا ان کی جان کے ساتھ ہے۔ جس طرح ہم
اندھیرے میں ٹٹولتے اور ٹھوکریں کھاتے ہیں وہاں سب مثل
روزِ روشن کے عیاں ہے اور وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ کون سا
کام ہمارے حق میں اچھا ہوگا اور کون سا بُرا۔ خدا صرف نیک و بد

[1] میری جان آپ پر سے قربان [2] اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا
فائدہ کر لیتا اور مجھ کو (کسی طرح کا) گزند ہی نہ پہنچتا۔ ۱۲

کے حال سے ہی واقف نہیں ہے بلکہ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور شفیق بھی ہے، اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ۔[1] وہ ہم کو ہر طرح کا فائدہ پونہچانا چاہتا ہے بشرطیکہ ہم اُس سے مانگیں اور دل سے اُس کے حاجت روا ہونے کے قائل ہوں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ایک بہرے سے ڈپٹی کی بات کو پتھر کی لکیر سمجھ لیتے ہیں اور خدا کے تحریری وعدے کو پس پُشت ڈال دیتے ہیں۔ وہ وعدہ یہ ہے:- اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ[2]

آب یہاں ہمارے دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طریقے سے اپنے بندوں کو راہِ راست بتلاتا ہے اس کا جواب صاف یہ ہے کہ اُس کے کلامِ پاک میں سب کچھ موجود ہے- وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔[3] ہاں، اُس کا سمجھ کر پڑھنا اور اُس پر عمل کرنا ہمارا کام ہے- اگر ہم دنیا میں دولت اور نام و نمود پیدا کرنا چاہتے ہیں، یا جسمانی توانائی کے خواہاں ہیں، یا روحانی فیوض کے طالب، تو جو ڈھونڈو سو پاؤ، سب ہی تو اُس میں موجود ہے-

خداوندِ تعالیٰ نے ہم کو ایک سب سے بڑی چیز ایمان ایسا دیا ہے جو کانٹے کی تول ہم کو حق و باطل میں صحیح طور پر

---

[1] خدا تو لوگوں پر بڑی ہی شفقت رکھنے والا مہربان ہے [2] اللہ خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے [3] اور دنیا کی، تر و خشک چیزیں سب ہی تو کتاب واضح (یعنی لوحِ محفوظ) میں (لکھی ہوئی موجود) ہیں- ۱۲

تمیز کرنا بتلاتا ہے۔ اس لیئے ہم کو سب سے اوّل اپنے ایمان کو کلام الٰہی کی مدد سے درست کرنا چاہیئے اور پھر ہمارے دل اس قدر منوّر ہو جائیں گے کہ ہم کو حق، حق ہی دکھلائی دے گا اور باطل، باطل ہی

رباعی

افسوس یہاں سے نہ سبکبار چلے ایذا و مُصیبت میں گرفتار چلے
دنیا میں تو بے گناہ آئے وال سے یہ کیا ہے کہ عقبیٰ میں گنہگار چلے

(۳۴) مچھلیاں کانچ کے ظرف میں۔

(خدا کی آنکھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں)

وَرَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ[1]

نہ لعل میں ہے نہ گوہر و سنگ میں تو پر صاف چمکتا ہے ہر اک رنگ میں تو
باہر عالم سے ہے بزرگی تیری کس طرح سمایا ہے دلِ تنگ میں تو

میز پر دیکھو کیا رکھا ہے۔ ایک کانچ کا برتن، جس میں لال مچھلیاں تیرتی کیسی بھلی معلوم دیتی ہیں۔ ہم جہاں پاس سے نکلے کہ وہ سن سے ادھر اُدھر ہو گئیں۔ وہ ہم سے چھپنا اور نظر بچا کر نکل جانا چاہتی ہیں۔ وہ کہیں بھی سر چھپائیں ہم کو شیشے اور پانی میں سے وہ عین میں دکھلائی دیتی ہیں۔ یہی حال خداوند عالم کا ہے۔ اُس کی نظر ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر آن ہم پر ہے۔ ہم کہیں بھی ہوں

[1] تمہارا پروردگار ہر ایک چیز کا نگران حال ہے۔ ۱۲

وہ ہر جگہ ہم کو دیکھتا رہتا ہے۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ۔ اندھیرا اُجالا دن رات سب اُس کے نزدیک یکساں ہیں۔ اُونگھ یا نیند اُس کے پاس پھٹکتی نہیں۔ تم گھر کے اندر ہو یا باہر کوٹھڑی کے اندر ہو یا نہ ہو، چراغ جلتا ہو یا اندھیر الگھپ ہو، اُس کی نظر کو کچھ روک نہیں ہر جگہ پار ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے آثار کی دیواریں، تہ خانے، قلعے اور اُونچے اُونچے پہاڑ، کوئی بھی اُس کی نگاہ کے سدِّ راہ نہیں ہوتا۔ آنکھ او جھل پہاڑ او جھل "ہمارے لیئے ہے نہ کہ اُس کے لیئے۔ ہم تو کسی ٹھوس چیز کے وار پار نہیں دیکھ سکتے مگر اُس کے سامنے وہ بھی شفاف ہے۔ ہماری نظر ایک خاص فاصلے کے بعد تھک جاتی ہے۔ قرب و بُعد کا اثر ہماری نگاہ پر ہے مگر اللہ تعالیٰ کی نظر کو کسی قسم کی رکاوٹ یا آڑ نہیں۔ ہم کسی کے دل کا بھید نہیں جان سکتے

توان شناخت بیک روز از خصائلِ مرد   کہ تا کجاش رسید است پایگاہِ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو   کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

مگر وہ دل تک کی بات کو پہنچ جاتا ہے۔ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ ایک بوہی کا

۱؎ اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار (کے علم) سے ذرہ بھر چیز بھی غائب نہیں رہ سکتی (نہ) زمین میں اور نہ آسمان میں اور ذرے سے چھوٹی چیز ہو یا بڑی (سب) کتاب روشن (یعنی لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ ۲؎ کیا اُنھوں نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ اللہ اُن کے بھیدوں کو اور اُن کی سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں سے بھی خوب آگاہ ہے۔ (توبہ)

ذکر ہے کہ اُس کا لڑکا بہت پیارا اور سمجھ دار تھا - ماں بے چاری دُکھیا تھی، محنت مزدوری سے پیٹ پالتی تھی - صبح کی گئی گئی بڑی رات گئے گھر واپس آنا نصیب ہوتا تھا - لڑکے کو گھر پر چھوڑ جاتی - لڑکا اکیلا گھبراتا اور دروازے کی طرف ٹکٹکی باندھے ماں کا منتظر رہتا - جب ماں آتی دَوڑ کر اُس کے گلے سے چمٹ جاتا - ایک دن جب ماں حسبِ معمول بعدِ مغرب آئی تو لڑکا حسبِ عادت دَوڑ کر دروازے تک نہ آیا - ماں کا دل دھک سے ہو گیا کہ الٰہی بچے کی خیر! - گھر میں آکر دیکھا، بچّے کو پاکر دل ٹھکانے ہوا مگر بچہ کچھ چُپ چُپ اَور اُداس تھا - ماں سمجھی نیند کا وقت ہے، بچہ ہی تو ہے نیند میں ہوگا - خیر بات رفت گزشت ہوئی - کھانا وانا کھاپی کر جب دن بھر کی تھکی ہاری، ماں، بچّے کو پاس لے کر پڑی تو بچے نے ماں سے پوچھا - اچھی میری امّاں! - یہ تو بتلائیے کہ کیا اللہ میاں کواڑوں کی درزمیں سے بھی دیکھ لیتا ہے؟ - ماں - ہاں بیٹا! خدا تو سب جگہ دیکھ سکتا ہے -

بیٹا - اور کوٹھڑی میں جہاں اندھیر اگھپ ہے؟

ماں - بے شک، وہاں بھی دیکھ سکتا ہے، اُس کے نزدیک اندھیرا اُجالا سب برابر ہے - لڑکا ماں کی صورت دیکھ کر سہم سا گیا اور بسور کر کہنے لگا - امّاں مجھ سے آج ایک بڑا قصور ہوا - آپ کے آنے میں ہوئی دیر اور مجھے زور کی بھوک لگی تھی، میں نے کوٹھڑی کا دروازہ

تو لیا بھیڑا اور گنجینے میں سے ایک ڈلی گڑ کی نکال کر کھا لی۔
آپ مجھے کوٹھری میں لینے کو منع کر گئی تھیں۔ میں سمجھا کہ اندھیرے
میں کون دیکھتا ہی چپکے سے یہ کام کر لیا۔ اب آپ کہتی ہیں کہ خدا
اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہی، تو مجھے بڑی ندامت ہی کہ میں نے
ایسا کیوں کیا۔ یہ کہہ کر لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اُس کے
بھول پن پر ماں کا دل بہت کڑھا، بچے کو چھاتی سے لگا لیا اور
دلاسا تسلی دے کر چپکا کیا۔ اور ایک دوسری نقل سنو۔
ایک شخص اپنے پڑوسی کے کھیت میں اناج چرانے گیا جاتے جاتے
اپنے ایک چھوٹے سے لڑکے کو ایک ٹاٹ کا تھیلا دے کر ساتھ
لے گیا کہ بھٹے توڑ کر اس میں ڈالوں گا۔ کھیت پر پہنچ کر چوکنّا
ہوا اور چاروں طرف اچھی طرح دیکھ بھال لیا کہ کہیں کوئی ہی تو
نہیں تب کھیت میں گھس کر چاہا کہ بھٹے توڑے کہ بیٹے نے کہا
باوا۔ تم نے سب طرف تو دیکھا مگر ایک طرف دیکھنا بھول گئے
چور کے پاؤں کہاں وہ سٹپٹا گیا اور سمجھا کہ شاید کوئی تاک میں لگا ہوا
ہی۔ تھوڑے تامل کے بعد بیٹا بولا۔ ابا جی! تم نے اوپر آسمان
کی طرف اشارہ کرکے) تو دیکھا ہی نہیں۔ تم کہتے تھے کہ سب سے بڑا
دیکھنے والا وہاں رہتا ہی۔ لڑکے کی اس بات سے باپ کا دل
دہل گیا اور بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ کہاں کے بھٹے اور کیسا لینا وہیں
ہاتھ کھینچ اپنے گھر کو واپس آیا۔ پھر اُس کے دل میں کچھ ایسی ہیبت

بیٹھ گئی کہ چوری ہی چھوڑ دی۔

پہلے زمانے میں گرجوں میں منبر بہت اُونچے اُونچے بنائے جاتے تھے کہ پادری سب کو آسانی سے دیکھ سکے چنانچہ اب تک بھی اُس پُرانی طرز کا ایک منبر قصبہ ریڈنگ (پنسلوینیا) میں موجود ہے منبر کے پاس الماری میں انجیلِ مقدس رکھی رہتی تھی اور وہیں الماری کے اُوپر ایک بڑی سی آنکھ بنی ہوئی ہے۔ جب لوگ پادری صاحب یا انجیل کی طرف دیکھتے ہیں تو جھٹ سے اُس آنکھ پر بھی نظر جا پڑتی ہے اور ایسا معلوم دیتا ہے کہ یہ آنکھ حاضرین کے ایک ایک متنفس کی طرف غور سے گھور رہی ہے۔ یہ مصنوعی آنکھ ہم کو خدائی آنکھ کی یاد دلاتی ہے جو کبھی نہیں جھپکتی اور ہر گھڑی ہمارے حال کی نگراں رہتی ہے۔ اَلَمْ تَرَ[1] اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

[1] (اے پیغمبر) کیا تم نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ سب (کے حال) سے واقف ہے۔ جب تین (آدمی) کا (صلاح و مشورہ) ہوتا ہے تو ضرور اُن کا چوتھا وہ ہوتا ہے اور پانچ کا (صلاح و مشورہ) ہوتا ہے تو ضرور اُن کا چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ (اور) کہیں بھی ہوں وہ ضرور اُن کے ساتھ ہوتا ہے پھر جیسے جیسے عمل یہ (دنیا میں) کرتے رہے ہیں

(باقی بصفحہ آئندہ)

جب کبھی شیطان ہم کو بہکائے تو فوراً خیال کرنا چاہیئے کہ ہم ہماری لغزشوں کو سو طرح کے حیلے حوالے کر کے اپنے ہم جنسوں سے تو چھپا سکتے ہیں اور ممکن ہی کہ اُن کی نظروں میں ہم اپنے آپ کو بڑا متقی اور پرہیزگار ثابت کر دکھائیں ۔ ؎

نیک باشی و بدت گوید خلق

بہ کہ بد باشی و نیکت گویند

مگر ناممکن ہی کہ اس قدرت کی آنکھ سے بچ کر کسی اور طرف کو نکل جائیں

غزل

وہاں کی مخلصی ای وائے قسمت ہو تو کیوں کر ہو

کہیں آلودہ عصیاں جو رحمت ہو تو کیوں کر ہو

جہاں ہو نفس سا رہزن جہاں شیطان ہو دشمن

وہاں طاعت ہو کیوں کر اور عبادت ہو تو کیوں کر ہو

غرورِ جاہ نے پھونکی وہ مغزِ جاں میں بے ہوشی

کہ زائل نشئہ پندار و نخوت ہو تو کیوں کر ہو

ہوس کہتی ہی چل یاں سے کہے ہی حرص لا واں سے

توکّل ہو تو کیوں کر ہو قناعت ہو تو کیوں کر ہو

برنگِ طائرِ تصویر ہوں میں دامِ حیرت میں

رہائی کی مری کوئی جو صورت ہو تو کیوں کر ہو

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ ۔ قیامت کے دن وہ اُن کو جتا دے گا دیکھو کہ اللہ ضرور ہر چیز سے واقف ہی ۔ ۱۲

گراں باری گناہوں کی اُٹھانے سر نہیں دیتی

الٰہی! کیا کروں پھر دفعِ خجلت ہو تو کیوں کر ہو

بجز رونے کے ہاں چشمِ عنایت ہو تو کیوں کر ہو

کہ بے اشکِ ندامت جوشِ رحمت ہو تو کیوں کر ہو

(۴۴) **گھنٹہ** - (وقت کی قدر)

اِقْتَرَبَ[1] لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ

غافل تجھے کرتا ہے یہ گھڑیال منادی

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

چو پنجاہ سالت بروں شد زدست — غنیمت شمر پنج روزے کہ ہست

چو مارا بغفلت بشد روزگار — تو بارے دمے چند فرصت شمار

بیا اے کہ عمرت بہفتاد رفت — مگر خفتہ بودی کہ برباد رفت

وقت کیسی قدر کی چیز ہے کچھ تم کو خبر بھی ہے؟ تم نے سُنا ہوگا کہ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں - اس لئے ہم کو وقت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے - جتنی چیزیں ہم کو عزیز ہیں اُن سب کی حفاظت ہم اپنی جان کی برابر کرتے ہیں - روپیے اور نوٹوں کو بار بار گن کر سنبھال لیتے ہیں - سونے چاندی کو کس باریکی سے تُلواتے ہیں کہ ذرا فرق نہ ہو - کپڑے کو گزوں سے ناپتے - اناج کو ترازو میں تولتے ہیں

---

[1] (باوجودیکہ) لوگوں کا حسابِ (اعمال یعنی اُس کا وقت) قریب آلگا اور تب بھی وہ غفلت میں پرے کو منہ کیئے ہوئے (چلے جا رہے) ہیں - ۱۲

لیکن ان سب سے بڑھ کر وقت کے برابر گراں قدر چیز اور کوئی نہیں۔ ملکہ الزبیتھ جب مرنے لگی تو وہ اپنی عمر کا صرف ایک گھنٹہ بڑھانے کے عوض اپنی ساری سلطنت دینے کو راضی تھی۔ مگر موت کا وقت مقرر ہی، ایک گھنٹہ تو بڑی چیز ہی ایک منٹ بلکہ سکنڈ بھی نہیں ٹل سکتی۔ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا[۱]۔

چوں کہ وقت بے بہا چیز ہی ہم اُس کو سکنڈ، منٹ، گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، پندرواڑوں، سالوں اور صدیوں سے ناپتے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں وقت کا اندازہ صرف اللہ کے دیئے ہوئے بڑے گھنٹوں سُورج اور چاند سے کیا جاتا تھا جو آسمان پر چمکتے اور دن رات پر حکم راں ہیں۔ دُنیا بھر میں سب سے ٹھیک وہ گھنٹہ ہی جس کا وقت سُورج کے مطابق ہو اور اسی لیئے سارے گھڑی گھنٹے سُورج ہی کے طلوع و غروب اور نصف النہار سے ملائے جاتے ہیں۔ ایمان بھی ایک ایسی چیز ہی جو ہماری زندگی کو ہمیشہ سُدھارتا رہتا ہی اور ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ احکامِ الٰہی کے مطابق نہ ہو جائے اور ہم اُس کے رنگ میں

[۱] اور جب کسی کی موت آموجود ہوتی ہی تو خدا کبھی اُس کو مہلت نہیں دیا کرتا۔ اور ایک جگہ ارشاد ہوا ہی کہ اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ جب اُن کا وہ وقت آ پونہچتا ہی تو (اُس سے) ایک گھڑی بھی نہ پیچھے ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے۔ ۱۲

نہ رنگ جائیں ۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۔ ہاں تو قدیم زمانے میں دن رات یا موسموں کے تغیر تبدّل سے وقت کی پہچان کی جاتی تھی کہ جاڑے کے بعد گرمی اور گرمی کے بعد برسات اور پھر جاڑا آتا ہے اور یہی حال موسموں کا اب بھی ہے اور اب بھی موسموں سے زمانے کی رفتار معلوم کرتے ہیں ۔ اگر دن رات کا فرق نہ ہوتا اور ہمیشہ دن ہی رہتا یا سدا رات ہی رہتی اور گھڑی گھنٹہ بھی نہ ہوتا تو ہم کسی طرح وقت کی تمیز نہ کر سکتے ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

[1] ہم تو اللہ کے رنگ میں (رنگے گئے) اور اللہ (کے رنگ) سے اور کس کا رنگ بہتر ہوگا ہے ۔ اور ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہیں [2] (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو سہی کہ اگر اللہ روزِ قیامت تک ہمیشہ تم پر رات کیئے رہے تو اللہ کے سوا اور کوئی خدا ہے جو تمھارے لیئے (دن کا) نور لے آئے (کیا تم ایسی معقول بات بھی) نہیں سُنتے ۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو سہی اگر اللہ روزِ قیامت تک ہمیشہ تم پر دن کیئے رہے تو اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے

(باقی بصفحۂ آئندہ)

فارس کے بادشاہ ہیرن ڈی ٹر ینچ کو میج برگ میں ایک تیرۂ تار تہ خانے میں برابر دس برس تک قید رکھا۔ اُسے خبر تک نہ تھی کہ شام کب ہوتی ہے اور صبح کب، رات دن اُس کے نزدیک یکساں تھا۔ خیر، جب وہ چھوٹا تو لوگوں نے اُس کی مدّتِ قید دس برس بتلائی۔ یہ سُن کر اُسے بہت تعجب ہوا کہ او ہو، دس برس۔ کیوں کہ اُسے خبر نہ تھی کہ قید میں اتنی طول طویل مدّت کاٹنی پڑی۔ کچھ شک نہیں کہ یہ ساری مدّت ایک تکلیف وہ خواب کی طرح گزر گئی لیکن صحیح اندازہ ہوتا تو کیوں کر ہوتا۔

سُنتے ہیں کہ اگلے زمانے میں لوگوں کی عمریں بھی بڑی بڑی ہوتی تھیں اور کئی کئی سَو برس جیتے تھے۔ سَو سوا سَو برس تو اب تک بھی کوئی کوئی بزرگ جا پہنچتا ہے۔ مگر اب جب کہ ہر چیز کی خیر و برکت اُڑ گئی ہے تو عمریں بھی گھٹ گئی ہیں۔ ؎

ہر چیز کائنات کی لبریزِ یاس ہے
دل کیا اُداس ہے کہ زمانہ اُداس ہے

جب عمر کا پیمانہ کم ہو گیا تو وقت کی قدر اور بھی بڑھ گئی۔ ہر قسم کے گھنٹے

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ۔ جو تمہارے لیئے رات کو لا موجود کرے کہ تم اُس میں آرام پاؤ۔ کیا تم لوگ (خدا کی ایسی صریح نعمت کو بھی) نہیں دیکھتے۔ اور (اُسی نے) اپنی رحمت سے تمہارے لیئے رات اور دن کو بنایا ہے تاکہ تم رات میں آرام کرو اور تاکہ دن میں (اُس کے فضل (یعنی اپنی روزی) کی جستجو میں لگے رہو اور تاکہ

اور گھڑیاں، وقت کے ناپنے کے آلے ہیں۔ ایک بادشاہ تھا وہ موت سے غافل ہونا نہیں چاہتا تھا اور نہ دوسروں کی طرح موت کو بھلانے کا روادار تھا۔ اس لیے اُس نے گھڑیالچیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر ہر گھنٹے پر آکر جتلایا کریں کہ "موت سر پر کھڑی ہے"۔ ع

ہر آں کہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

بادشاہ جب چوبدار کی صدا سُنتا کانپ جاتا کہ او ہو زندگی کا ایک گھنٹہ اور کم ہو گیا یا یوں سمجھو کہ موت کی طرف ایک قدم اور بڑھا۔ اس لحاظ سے ہر گھڑی ایک طرح کی زبان رکھتی ہے۔ گھنٹے کا بجنا گویا ہے، نوٹس ہے کہ ہوشیار باش! قیامِ دنیا کی ایک گھڑی اور کم ہو گئی۔ نظم

ہر صبح کو یہ شور ہے مرغِ سحری کا — چونکو کہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا
وقفہ نہیں، اب بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت — منہ دیکھ رہا ہوں میں چراغِ سحری کا
دیتا ہے خبر پر خبر احباب کا اُٹھنا — پردہ نہیں اُٹھتا ہے مگر بے خبری کا

کچھ روز وں ابھی صبر کر اے پنجۂ وحشت
بے موسمِ گل لطف نہیں جامہ دری کا

سب سے قدیم آلہ وقت کے اندازے کا دھوپ گھڑی تھی۔ شاید تم نے دھوپ گھڑی نہ دیکھی ہو کہ اب اس کا رواج نہیں رہا۔ گھڑی کی طرح اس پر بھی ایک دائرے میں گھنٹوں کے ہندسے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ بیچوں بیچ میں ایک سوئی کی طرح کی لوہے کی

سلاخ گاڑ دیتے ہیں جس کا سایہ ان ہندسوں پر پڑنے سے وقت
کی پہچان ہوتی ہے۔ دھوپ گھڑی کا پتہ ۱۳۰۰ قبلِ حضرت مسیح سے
چلتا ہے۔ انگلستان کا بادشاہ ایلفرڈ ایک ہی کینڈے کی موم بتیاں
جلایا کرتا تھا جو تین گھنٹے میں جل کر ختم ہو جاتی تھیں۔ بتیوں کو ہوا سے
محفوظ رکھنے کے لیئے، تاکہ وہ قبل از وقت نہ جل جائیں اُن پر مردنگ
کی طرح کا شیشے کا خول چڑھا رہتا تھا۔ اس طرح چار بتیاں جلانے
میں دن ختم ہو جاتا تھا۔ پھر ریت گھڑی نکلی، جو غالباً تم نے
دیکھی ہو گی یہ ڈگڈگی کی شکل کی شیشے کی ہوتی ہے اوپر ریت بھری
رہتی ہے نیچے کا حصّہ خالی۔ بیچ میں ایک باریک سا سوراخ۔ اوپر
کی ریت باریک دھار سے چھن چھن کر نیچے کے حصّے میں ایک
گھنٹے میں آجاتی ہے۔ پھر اوندھا دیا یعنی نیچے کا حصّہ اوپر کر دیا تو
اوپر کی ریت نیچے اُترنے لگی اور یہی سلسلہ ہر گھنٹے جاری رہتا ہے۔
اسی طرح تانبے کے ایک گہرے کٹورے میں باریک سا سوراخ
کر کے ایک ناند میں پانی بھر کر چھوڑ دیتے ہیں، کٹورا تیرتا رہتا ہے
اور سوراخ میں سے باریک دھار پانی کی آتی رہتی ہے۔ سوراخ اس
حساب سے رکھتے ہیں کہ پورے ایک گھنٹے میں کٹورا ڈوب جاتا ہے
یہ آخری طریقہ تو اب بھی کہیں کہیں موجود ہے۔ سب سے آخری ایجاد
گھنٹہ تھا اُسے بھی نکل کر دو ہزار برس ہونے آئے۔ پہلے پہل تو
یہ گھنٹہ بھی بڑا بوجھل تھا پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ شکل پر

پونہچ گیا۔ گھنٹے کی چھوٹی شکل گھڑی کو نکل کر (۴۸۵) برس ہوئے
جب ایجاد ہوئی وہ بھی ایک آدمی کا بوجھ تھی اب کوئی دو سو برس سے
ایسی ہلکی پھلکی اَور نازک گھڑیاں بننے لگی ہیں کہ جیب میں معلوم بھی
نہیں دیتیں اور اب تو رِسٹ واچ (کلائی پر باندھنے کی گھڑی)
کوٹ کے بٹن کے بجائے گھڑی۔ انگوٹھی کے نگ کے بدلے گھڑی
انواع واقسام کی نکل پڑی ہیں۔ لیکن گھڑیوں کی جو غرض ہے وہ
فوت ہے۔ وقت تو کوئی دیکھتا نہیں، ہاں بطورِ زیب وزینت اور
زیور کے استعمال ہوتی ہیں۔ اگر گھڑی نہ ہوتی تو وقت کے اندازہ
کرنے کی ہر گھڑی مصیبت رہتی۔ ریلوں اور جہازوں کی روانگی
کے اَوقات۔ کارخانوں اور دفتروں کے کھلنے اور وقت پر جانے
کے اَوقات۔ پہرے چوکی کا بدلوانا۔ نماز روزے کے اَوقات
غرض کسی بات کا ٹھیک نہ لگتا۔ ہم کو پابندیِ اَوقات کا بڑا
خیال رکھنا چاہیئے اور عادت ڈالنی چاہیئے کہ ہر کام اُس کے مقررہ
وقت پر ہو۔ جو کام ہو اُس میں سُستی اور کاہلی اَور جھلانا ٹھیک نہیں
بلکہ چستی اور مُستعدی سے کرنا چاہیئے۔ بڑے بڑے لوگ اکثر وقت
کی پابندی نہیں کرتے وہ پابندی کے لفظ کو ہی اپنی شان کے
خلاف سمجھتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ وقت کسی کا پابند نہیں، ہاں اُس کے
سب پابند ہیں۔ دیکھو خدا کا کوئی کام پابندی سے خالی ہے؟ سُورج
اپنے وقت پر نکلتا اور غرُوب ہوتا ہے۔ اسی طرح چاند اپنے وقتِ مقررہ

نکلنا، بڑھنا اور پورا ہونے کے بعد گھٹتے گھٹتے چھپ جاتا ہی کبھی
اس میں فرق نہیں آتا۔ کیا یہ باتیں ہمارے لیئے پابندیِ وقت کا
نصیحت آمیز سبق نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھو کہ ایک وعظ کی
مجلس میں چھ سَو آدمی جمع ہوں اور مولوی صاحب صرف پانچ
منٹ ہی کی دیر سے تشریف لائے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ
اُنھوں نے ہر شخص کے پانچ منٹ ضائع کیئے اور چھ سَو آدمیوں
کے ملاؤ تو اڑتالیس گھنٹے یعنی دو شبانہ روز سے کچھ زیادہ ہی کا
بل پڑتا ہی۔ ایڈورڈ ہفتم آں جہانی کی نسبت ایک بڑے فرانسیسی
مدبّر کا قول ہی کہ "وہ جو کچھ بھی کرتے تھے، ہمیشہ ٹھیک بات کو ٹھیک
طریقے پر ٹھیک وقت پر اور ٹھیک موقعے پر کرتے تھے"۔ اچھا تو
وہ کیا بات ہی جس نے وقت کی قدر و قیمت اتنی بڑھا دی؟
وہ، وہ طریقہ ہی کہ جس طَور پر وقت صرف کیا جاتا ہی۔ وہ شخص جو
اپنے وقت سے کچھ کام نہیں لیتا اور اُسے بے کار گنواتا اور
رائگاں جانے دیتا ہی وہ لوگوں کی نظروں میں بالکل نہیں بھرتا
اور ہر کہ ومہ کی نظروں میں بے وقعت اور بے اعتبار ہو جاتا ہی۔
لیکن کام کاج کے انسان کے لیئے تو وقت سے بڑھ کر کوئی چیز
نہیں۔ یہ عجیب بات ہی جو سب سے زیادہ سست اور کاہل ہیں
وہی عدیم الفرصتی کے بہت شاکی پائے جاتے ہیں۔ اس لیئے یہ
مقولہ زبان زدِ خاص و عام ہو گیا ہی کہ "اگر تم اپنا کام نکالنا چاہتے ہو

تو کام والے کے پاس جاؤ" یعنی جو ہمیشہ کام میں ہنہمک رہتا ہو
کام اُسی سے نکلتا ہے - جو آدمی کاہل ہیلی ہوگا وہ ہر کام کے لیئے کسی
ڈھب سے وقت نکال ہی لیتا ہے ورنہ ع خوئے بدرا بہانہ ہا بسیار
لارڈ کرزن نے جب وہ ہندوستان کے وایسرائے تھے اپنی کسی
اسپیچ میں "عدیم الفرصتی" کے عذرِ لنگ کی خوب قلعی کھولی تھی اور کہا تھا
کہ "وایسرائے سے بڑھ کر کون عدیم الفرصت ہوگا کہ دنوں بیوی سے
مخاطب ہونے کی نوبت نہیں آتی لیکن پھر بھی جس بات کو دل پر
لیتا ہوں اُس کے لیئے وقت نکال ہی لیتا ہوں اور کر ہی ڈالتا
ہوں" - واقعی یہ بات بہت درست ہے' جو چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے
انگریزی میں ایک کہاوت ہے Where There is a will
There is a way" - ہمارے ہاں بھی اس سے ملتا جلتا
یہ مصرعہ ہے - شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست - اچھا
تو تم اب اپنے دل سے محاسبہ کرو کہ تم اپنا سارا وقت کیوں کر
صرف کرتے ہو - تم اپنا وقت ہی ہی ہاہا ہو ہو میں کھوتے ہو یا
اُس کا ایک ایک گراں قدر لمحہ مصروف بکار ہے' اپنا سفوضہ کام'
محنت' دلدہی اور شوق سے کرتے ہو یا زبردستی اور مارے باندھے
کا سو دا ہے - کیا تم نے کام کے وقت باندھ رکھے ہیں اور وقتِ مقررہ
پر کام کرتے ہو یا صبح کا کام شام کو اور شام کا کل یا شاید پرسوں
یا شاید نہیں بھی - تم بے کہے اپنا کام کر کے نچنت ہو جاتے ہو یا

مہمیز اور ٹھکاری کے منتظر رہتے ہو۔ فرسٹ کلاس آدمی وہ ہے جو بے کہے کام کرے۔ سکنڈ کلاس وہ جو خیر کہے سے کرے اور تھرڈ کلاس وہ جو کہنے سے بھی نہ کرے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم مدرسے جاتے ہو اور سُنتا ہوں کہ پڑھتے پڑھاتے بھی ہو، لیکن معلوم نہیں کہ وہ پڑھنا شوق اور محنت کا ہے اور جو پڑھتے ہو اُسے سمجھ کر پڑھتے اور یاد رکھتے ہو یا گھانس کاٹتے ہو۔ پڑھنے سے دل چراتے ہو یا یہ سمجھتے ہو کہ آج کا پڑھا لکھا کل تمھارے ہی کام آئے گا۔

اگر تم کہیں برسرکار ہو تو کیا حقِ نمک پورا پورا ادا کرتے ہو یا صرف گِن گِن کردن کاٹتے اور مہینے کے ختم کے ع چوں گوشِ روزہ دار برالله اکبر است۔ کے مصداق ہو۔ کام سے کام نہیں اپنی تنخواہ سیدھی کرنے سے مطلب ہے۔ نوکری کے یہ ڈھنگ نہیں۔ کیا جتنا وقت تمھارا وہاں صرف ہوتا ہے وہ کام میں گزرتا ہے یا گپ شپ اور زٹل قافیوں میں؟ جب تک افسر سر پر مسلط ہے گردن جھکائے کام میں مصروف ہیں وہ ہٹا کہ تم نے کام کو تہ کیا اور سگرٹ سلگایا یا اور کوئی مشغلہ نکالا۔ یہ تو ایمان داری کی نوکری نہ ہوئی سراسر کام چوری اور دغابازی کی باتیں ہیں۔ نمک حلالی کے معنے یہ ہیں کہ مالک ہو یا نہ ہو، حاضر و غائب یکساں رہنا۔ دل لگا کر اپنے فرائض کو ادا کرنا ہی اکلِ حلال کی کمائی ہے ورنہ جو کچھ کمایا ناواجب بلکہ سچ پوچھو تو حرام۔ محض لوگوں کو خوش کرنے اور دکھاوے کے لیے

شٹر پٹر کام کر دینا دیانت اور امانت داری کے بالکل خلاف ہے۔
ہم کو ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ گو ہم پر کوئی نگراں
نہ ہو مگر سب سے بڑا نگراں جو ہر وقت موجود ہے خدا ہے وہ دیکھتا ہے
اور اُس کی نگاہ بڑی گہری اور زبردست ہے کہیں اُس کی نظروں
میں ہم خائن یا چور نہ ٹھیریں۔

کیا تم نماز، روزے کے پابند ہو؟ - یا نماز تو پڑھتے ہو
مگر دکھاوے کو اور گنڈے دار۔ کھڑے ہو نماز میں اور دل پڑا
ہے کہیں، جو نماز حضورِ قلب سے نہ ہو وہ نماز نہیں نری ٹکریں مارنی
ہیں ایسی نماز اُلٹی ہمارے مُنہ پر ماری جائے گی۔ رمضان
آیا اور بیماری اپنے ساتھ لایا - حیلہ شرعی کی آڑ میں روزہ چٹ۔
وعظ سننے جاتے ہو تو صرف تماشہ دیکھنے کو یا کچھ پلّے باندھ کر بھی
لاتے ہو۔ نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہو یا اس کان سنا
اُس کان اُڑا دیا۔ اگر ایسا ہے تو جانا نہ جانا یکساں ہے۔ قرآن شریف
کی تلاوت کرتے ہو تو مطلب سمجھ کر اُس کے احکام پر عمل کرنے کی
غرض سے یا بے سمجھے لٹر سٹر پڑھ کر خون لگا کر شہیدوں میں داخل
ہونا چاہتے ہو۔

مجھے بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ بڑی سوئی منٹ کیوں بتاتی
ہے اور چھوٹی گھنٹے کے لیئے کیوں مخصوص ہے۔ لیکن ذرا غور کرنے
سے اس کی دانش مندی معلوم ہوئی کہ بڑی سوئی ہی اصل چیز ہے

اور وہی زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ بڑی سُوئی اس واسطے منٹ بتلانے کے لیئے لگائی گئی ہے کہ وہ ہر ہر منٹ پر زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ "دیکھو! یہ منٹ چلا" گھنٹے کے اس چھوٹے سے حصے کی خبر لو گے تو گھنٹے کی حفاظت از خود ہو جائے گی۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ قطرہ قطرہ کرکے تالاب بھر جاتا ہے اور اسی طرح یہ مثل بھی مشہور ہے کہ "پیسوں کی اگر حفاظت کرو گے تو روپیے اپنی حفاظت آپ کرلیں گے"۔ اسی طرح منٹوں کی سنبھال کرو گے تو گھنٹے خود بخود سنبھل جائیں گے۔ وقت سرپٹ دَوڑا چلا جاتا ہے، اُس کی رفتار کی مثال نہ ریل کی رفتار ہے نہ پرند کی پرواز نہ بجلی کی کوند بلکہ وہ ان سب سے زیادہ سریع السّیر ہے، عقلمند وہ ہے جو وقت کو اُس کی پیشانی پر کی چوٹی سے پکڑے یعنی آگے ہی سے پیش بندی کرے۔

"منٹ کیا کہتے ہیں" نظم

(۱) ہم ہیں لمحے ننھّے ننھّے		ساٹھ پروں پر اُڑنے والے
اُڑتا کس نے دیکھا ہم کو		جاکے نہیں ہم مُڑنے والے

(۲) ہم ہیں لمحے، سر پہ اُٹھائے		بار مسرّت کا اور غم کا
لمحہ عمر میں ہو نہ پریشاں		ہے یہ لمحہ مہماں دم کا

(۳) ہم ہیں لمحے، جب ہم لائیں		تجھ تک جامِ آبِ مسرّت
ڈھیل نہ کر پینے میں اُس کے		ہوتے ہیں ہم جلدی رخصت

(۴) ہم ہیں لمحے، کام لے ہم سے		تیرے عمل پہ دیں گے گواہی

قدر ہماری قدرِ ساعت ہم ضائع، سالوں کی تباہی

کبھی تم نے اس بات پر بھی غور کیا ہی کہ جس شخص کی عمر پینتیس سال کی ہو تو صرف جمعوں ہی کا شمار کرو تو پانچ برس ہوتے ہیں اور جس کی عمر ستر کی ہو اُسے پورے دس برس ملے۔ پس جو شخص بُوڑھا ہوا اور اُسے زندگی کے ستر برس ملے تو اگر اُس نے صرف دس برس ہی خدا کی یاد میں صرف کیئے ہوں تو بھی ضرور اُس نے مذہبی معلومات کا کافی ذخیرہ جمع کیا ہوگا اور احکامِ الٰہی سے بخوبی واقفیت حاصل کی ہوگی۔

خدا ہم سب کو نیک توفیق دے کہ وقت جیسی قابلِ قدر چیز کو لہو ولعب اور بیہودہ مشاغل میں ضائع نہ کریں اور ایک لمحہ بھی بے کار نہ جانے دیں۔ زندگی کا زمانہ بہت مختصر ہی۔

فکرِ معاش و عشقِ بتاں یادِ رفتگاں
دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

(۴۵) زندگی کا خاکہ۔ (یعنی مقصدِ زندگانی)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ[1]

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے	کس لیئے آئے تھے کیا ہم کر چلے
زندگی ہی یا کوئی طوفان ہی	ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

[1] تحقیق ہم نے آدمی کو (ایسا مخلوق) بنایا ہی (کہ ساری عمر) مصیبت میں رہے۔ ۱۲

کیا ہمیں کام ان گلوں سے ای صبا | ایک دم آئے ادھر اُودھر چلے
دوستو! دیکھا تماشہ یاں کا بس | تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے
شمع کی مانند ہم اس بزم میں | چشمِ نم آئے تھے دامن تر چلے
ہم جہاں سے آئے تھے تنہا ولے | ساتھ اپنے اب اُسے لے کر چلے
جو کٹی شررا ای ہستیِ بے بُودیاں | یارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے
ساقیا! یاں لگ رہا ہی چل چلاؤ | جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہی یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

(خواجہ میر درد)

میرے ہاتھ میں آج ایک عمارت کا نقشہ ہی۔ جب تک میستری کے پاس مکان کا نقشہ نہ ہو کیا معلوم ہو سکتا ہی کہ کس وضع کا مکان بنے گا۔ دالان کتنے بڑے ہوں گے، کمروں کا کیا عرض وطول ہوگا دروازے کہاں کہاں ہوں گے، روشن دان کدھر اور کھڑکیاں کس طرف۔ یک منزلہ بنے گا یا دو منزلہ۔ اس لیئے مکان بنوانے سے پہلے زمین کی وسعت مکین کی حوائج اور ضروریات کا لحاظ کر کے ایک تجربہ کار انجنیر عمدہ، کار آمد اور خوش نما مکان کا نقشہ تیار کر سکتا ہی۔ غرض مکان کی تعمیر کے لیئے پہلے نقشے کا ہونا ضرور ہی کہ مکان اُسی گینڈے پر بنتا ہی۔ نقشے ہی پر سے وقت اور صرفے کا اندازہ کیا جاتا ہی۔ اسی طرح ہر شخص کو اپنی زندگی کا خاکہ یعنی

۱؎ ادھر، اُودھر، کیدھر، یہ لفظ اب متروک ہیں۔ ۱۲

نظام العمل بنا لینا ضروری ہے۔ یہی لڑکے جو آج بچے ہیں کل جوان ہو کر دنیا میں رہیں بسیں گے۔ پس سب سے پہلے ہم کو اپنی زندگی کی طرز ماند و بود کے طریقے کا فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ہم دنیا میں رہ کر کریں گے کیا۔

دو لڑکے آپس میں بڑے گہرے دوست اور لنگوٹیا یار تھے دونوں ساتھ ساتھ رہتے، ایک جگہ اُٹھتے بیٹھتے، غرض دانت کاٹی روٹی ایک تھی۔ ان میں ایک لڑکا بڑا سمجھدار تھا، وہ اپنی زندگی کے پروگرام کا منصوبہ دنوں پہلے سے اپنے دل میں گانٹھ چکا تھا۔ اُس نے اپنے سبقوں کے وقت مقرر کر لئے تھے۔ سویرے سوتا اور نور کے تڑکے وقتِ مقرر پر اُٹھتا۔ کس گھنٹے میں کیا پڑھنا اور کیا کرنا ہے منضبط۔ کام کے وقت کھیل نہیں اور کھیل کے وقت کام نہیں۔ غرض ہر بات نپی تلی، جنچی جنچائی، موجود یہ فہرستِ ضبطِ اوقات یعنی ٹیم ٹیبل صرف کاغذ پر ہی نہ تھی بلکہ اُس پر پورا پورا عمل بھی تھا۔

دوسرے لڑکے نے ایسا کوئی انضباطِ اوقات نہیں کیا تھا نہ کسی کام کا وقت مقرر تھا۔ جو کام سامنے آیا وقت ہو یا نہ ہو، کر لیا۔ کرتے ہوئے کام کو ادھورا چھوڑ دوسرا اُٹھا لیا۔ نتیجہ یہ کہ نہ یہ پورا ہوا نہ وہ۔ پہلا لڑکا غریب تھا دوسرا امیر۔ ؎
دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی دُنیا کے دنی کام کسی کے نہیں آتی

گو فقر ہو عالی نسبی پر نہیں جاتی بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہر ذاتی

محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا

عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

بڑے ہو کر ان دونوں نے تجارت کی لین لی اور اتفاق سے دونوں کی دکانیں بھی ایک ہی بازار میں پاس پاس تھیں۔ جس لڑکے کو شروع ہی سے پابندیٔ اوقات کی عادت تھی وہ بڑا باخبر تھا۔ موسم کی ہر چیز پہلے ہی سے مہیا رکھتا تھا۔ گرمی میں کن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جاڑوں میں کس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے۔ کون سے مال کی کن دنوں میں زیادہ نکاسی ہوتی ہے۔ غرض وہ ساری اونچ نیچ سے واقف تھا اور پہلے سے طیار ہو جاتا تھا۔ وقت کے وقت نہ وہ سٹپٹا جاتا تھا نہ الٹر سلٹر کام کر کے خراب کرتا تھا بلکہ سب باتیں پہلے ہی سے سوچ سمجھ لیتا تھا اور اُس کا ہر کام ٹھیک وقت پر ہوتا رہتا تھا۔ اُس کے ہر کام سے باقاعدگی اور سلیقہ شعاری ظاہر تھی۔ نتیجہ یہ کہ اُس کی دکان خوب چلی۔ دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی۔ کاروبار خوب پھیلا لوگوں میں اُس کا بھرم ہو گیا اور خوب ساکھ بیٹھ گئی۔ سارے شہر میں اس کی راست بازی۔ قول فعل کی سچائی۔ وعدے کا نباہ۔ معتبری۔ زبان زدِ خاص و عام ہو گئی خلقت اسی کی دکان پر ٹوٹی پڑتی تھی۔ دوسرے دکاندار اس کے مقابلے میں بیٹھے مکھیاں مارا کرتے تھے۔ دوسرے صاحب پوتڑوں کے

امیر مُفت کی دولت مل گئی تھی جس کی اُن کو قدر نہ تھی۔ مالِ مفت دلِ بے رحم سَو روپیہ اُن کے نزدیک الف خالی تھے۔ جو کام دیکھو بے ڈھنگا دُکان گماشتوں پر چلتی تھی، مُنیم جی (مُنیب) کی بن آئی تھی، سیاہ و سفید کا وہی مالک تھا یہ اپنے گھر میں امیری ٹھاٹھ کے مزے اُڑاتے رہتے تھے۔ کبھی سَیر طریق دُکان کی طرف بھی ڈھل گئے تو ڈھل گئے دُکان کھچا کھچ مال سے بھری ہے مگر سب بے میل۔ موسم ہو یا نہ ہو ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مال کی ریل پیل کہ سارا دولت کا کھیل تھا۔ جو مال ہاتھ لگا لے لیا اور ڈال لیا، موسم ہو یا نہ ہو، ضرورت ہو یا نہ ہو اس سے کچھ بحث نہیں۔ کبھی بہت مال ولایت سے منگا لیا، اتنا کہ نکلتا نہیں۔ کبھی اتنا تھوڑا مال منگایا کہ ضرورت کو کافی نہ ہوا۔ موسم کے میل کی چیز ندارد۔ جس چیز کو دیکھو بے جوڑ۔ غرض قاعدے کا یہاں نام نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برس دو برس بھی نہیں، کچھ دنوں تو دُکان گرتی پڑتی چلی مگر رینگ رینگ کر، بشرطیکہ اسے چلنا کہہ سکیں۔ جب دیکھو نقصان، جب دیکھو گھاٹا۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے زور سے دیوالہ نکلا، دُکان ایسی بیٹھی کہ فائدہ تو درکنار گھر بار بھی قُرق ہو گیا۔ امیر ابنِ امیر فقیر بن گئے۔ ۵

ہم نے پھولوں کو چھوا مُرجھا گئے کانٹے ہوئے
تم نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

میں اُمید کرتا ہوں کہ تم میں سے ہر سمجھ دار لڑکے نے اپنی زندگی کا پروگرام

مرتب کر لیا ہوگا۔ سب سے بڑا پابندِ اوقات تو خود اللہ تعالیٰ ہے اور اُسی سے ہم کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

کارخانۂ عالم کو دیکھو! سورج کیسے اپنے معمول پر نکلتا اور کیسے ٹھیک وقت پر غروب ہوتا ہے۔ چاند کیسے گھٹتا بڑھتا ہے۔ موسم کس پابندی سے آتے جاتے ہیں۔ کبھی کسی نے دیکھا کہ کسی دن سورج کا نکلنا ناغہ ہوا ہو یا چاند اپنے وقت پر نہ دکھلائی دیا ہو یا گرمی اپنے وقت پر نہ آئی ہو اور جاڑا کہیں ٹھٹر کر رہ گیا ہو۔ اُس نے ہر چیز کا وقت ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا ہے اور جس کام کو دیکھو بلا کھٹکے اپنے وقت پر ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا یہ سخت پابندی ہم کو پابندی کا سبق نہیں دیتی ہے۔ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ۔ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ

ا خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ یہی دین کا سیدھا (رستہ) ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۲ اور ان کے (سمجھنے کے) لیئے (ہماری قدرت کی) ایک نشانی رات ہے کہ ہم اُس میں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں تو بس یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور آفتاب (دیکھو کہ) اپنے ایک ٹھکانے

(باقی برصفحہ آیندہ)

جس طرح مجوزہ نقشے پر سے راج مزدور، بیلدار، لہار، بڑھئی، سنگ تراش سب مل کر مکان طیار کر لیتے ہیں ہم بھی دنیا کی وسیع عمارت میں ایک معمار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ دنیا میں ہمارا قیام بالکل چند روزہ ہے۔ ؎

جس زندگی پہ نازاں ہے یہ صاحب ہوس ہیں
وہ کیا ہے فی الحقیقت گنتی کے کچھ نفس ہیں

دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں۔ کتنا بھی مضبوط مکان بناؤ اور وہ کیسا بھی خوب صورت ہو مگر ایک دن چھوڑ کر جانا ہوگا۔ ؎

رہنے والے ہیں یہاں ہم کہیں جانے والے
خاک سمجھے نہ مکانوں کے بنانے والے

ہاں تو، اس زندگی کے سوا ہماری ایک اور زندگی بھی ہے۔ یہ عارضی وہ دوامی۔ یہ نقل وہ اصل۔ یہ اُدھار وہ نقد۔ دنیا اور عقبیٰ کو

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ۔ کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست (اور ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ اور چاند (ہی کہ) اُس کے لیے ہم نے منزلیں ٹھہرا دیں یہاں تک کہ آخر ماہ میں گھٹتے گھٹتے) پھر (ایسا ٹیڑھا اور پتلا) بن جاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی)۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور (کیا چاند اور کیا سورج) سب (اپنے اپنے مدار یعنی گھیرے) میں (پڑے) تیر رہے ہیں۔۱۲

ملانے ہی سے "مکمل زندگانی" بنتی ہے۔

دیں کے درست کرنے کو دُنیا ضرور ہے   دُنیا نہیں تو دعوئِ دیں مکر و زور ہے

عزت ہے سب خدا کی خدا کے رسول کی   پھر اُس کی جس نے دعوتِ ایماں قبول کی

دُنیا میں رہ کے دیں کا برتنا سکھا گئے

دونوں کے جمع کرنے کا رستہ دکھا گئے

اس لیئے جب ہم اپنی زندگی کا خاکہ بنانے بیٹھیں تو صرف دنیاوی اُمور ہی کو مدّنظر نہ رکھیں بلکہ مقدّم خیال عقبیٰ کا ہے کہ ہم کو اُسی گھر میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اگر ہم نے دنیا کے صرف چند روزہ قیام کا پروگرام تو بنا لیا اور عاقبت کا بڑا اور اصلی حصّہ چھوڑ دیا تو کچھ نہ کیا۔

کیا وہ دُنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے

واسطے واں کے بھی کچھ؟ یا سب یہیں کے واسطے

اگر ہم نے زادِ آخرت کا کچھ سامان نہ کیا تو ہماری مثال اُس شخص کی سی ہوگی جو مکان بنانے کے ارادے سے زمین پر رنگ ڈال کر بنیادیں بھروا کر خالی چھوڑ دے اور عمارت کچھ بھی نہیں۔ کیا اس کو مکان کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو کھنڈر ہوا جو اس کے بانی کی حماقت کی یادگار رہے گا۔

اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ نیک کرداری اور شریفانہ زندگی کا پروگرام ہم کو کہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے کہ جس میں دین و دُنیا دونوں کی بھلائی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مکمل پلین کلامِ الٰہی یعنی قرآنِ شریف ہے جو سب سے بہتر رہنما ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مکان

بنانا چاہتا ہے تو ضرور پہلے اور دو چار مکانوں کی وضع قطع کو دیکھ کر اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ اس لیئے اگر تم نیک روش اختیار کرنی چاہتے ہو تو اچھے اچھے لوگوں اور بڑے بڑے بزرگوں کی زندگی کے حالات پڑھو اور اُن کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو درحقیقت نسلِ انسانی کے بہترین نمونے ہو گزرے ہیں اور جن پر ہر شخص واجبی طور پر فخر کر سکتا ہے۔ میری مراد اس سے وہ فرضی اور من گھڑت قصّے کہانیاں نہیں ہیں جن میں اصلیت کا شائبہ تک نہیں اور نہ وہ واقعات کبھی صفحۂ دنیا پر گزرے بلکہ میری مراد اُن بزرگانِ دین اور مقدّس اصحاب کی سوانح عمریوں سے ہے کہ جنھوں نے دنیا اور مذہب کی بڑی بڑی خدمتیں اور نمایاں کام کیئے ہیں اور جن کے قابلِ قدر کارنامے باوجود امتدادِ زمانے کے اب تک بھی چمک رہے ہیں۔ جب تم دیکھو گے کہ اُن لوگوں نے کیسی کیسی مصیبتیں جھیلی ہیں اور بنی نوعِ انسان کی بہتری کے کیسے کیسے کام کیئے ہیں تو یقیناً تم کو اس سے بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ جب تم بڑے بڑے مشاہیرِ روزگار اور اصحابِ کبار کے حالاتِ زندگی پڑھ چکو تو سب سے بڑے مکمل انسان کے حالات ضرور پڑھنا تب تمھاری آنکھیں کھلیں گی اور تم دیکھو گے کہ دنیا میں بھی ایک ایسا انسان پیدا کیا گیا تھا جس کا مرتبہ خدا کے بعد ہے اور وہ افضل البشر ہے۔ وہ کون ہے؟ سب جانتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، جن پر رسالت کا خاتمہ ہو گیا یعنی

اب تا قیامت اور کوئی پیغمبر آنے والا نہیں اور کیوں آنے والا نہیں؟
اس لیئے کہ پیغمبر کے آنے کی اب کچھ ضرورت باقی نہیں۔ جو کچھ کرنا دھرنا
تھا وہ پورا کر گئے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ
نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ پیارے نبی کی زندگی
کے حالات از ابتدا تا انتہا ہماری رہ نمائی اور تقلید کے واسطے ایک
بہترین نمونہ ہیں۔ پیغمبر صاحب کے اوصاف حمیدہ و اخلاقِ پسندیدہ
کا ذکر قرآن شریف میں جا بجا موجود ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ
رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ تھے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ
ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے نبی کریم کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے
دنیا میں جس طرح اُنھوں نے بسر کی اور عاقبت کا ہم کو سیدھا
رستہ بتا گئے اُن سے بڑھ کر نہ کوئی ہادی ہو سکتا نہ ناصحِ مشفق۔ نظم

جمالِ نبی کی ثنا ہو رہی ہے (۱) مرے دردِ دل کی دوا ہو رہی ہے
خودی بے خودی سے جدا ہو رہی ہے خدا سے خلا و ملا ہو رہی ہے
شرابا طہورا کے ہوں دور ساقی ترے کاکلوں کی گھٹا ہو رہی ہے
نبی کی محبت میں جاں دے رہا ہوں گناہوں کی قیمت ادا ہو رہی ہے
درِ مصطفیٰ پر جبیں گھس رہا ہوں مرے آئینے کی جلا ہو رہی ہے
یہ کملی نہیں اس نے ڈھانکے ہیں عصیاں کہ کالی نبی کی ردا ہو رہی ہے

۱؎ اب ہم تمھارے دین کو تمھارے لیئے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے
تمھارے لیئے (اسی) دینِ اسلام کو پسند فرمایا ۲؎ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو دنیا جہان کے

(ریحان)

کنارہ مناسب ہے بحرِ جہاں سے
مجھے ناموافق ہوا ہو رہی ہے

(۲)

یہ بگڑی ہی تُمھارے بنائے بنے گی
مجھے حشر میں بخشوائے بنے گی

بجز دید ہرگز نہ مانیں گی آنکھیں
تمھیں اپنا جلوہ دکھائے بنے گی

جو آئے گی محشر کی نوبت تو اُن کو
شفاعت کا ڈنکا بجائے بنے گی

بُرا یا بھلا ہوں مگر آپ کا ہوں
مرے حال پر رحم کھائے بنے گی

یم معصیت کے تمھیں نا خدا ہو
مرا پار بیڑا لگائے بنے گی

دم اٹکے گا آنکھوں میں بہرِ نظارہ
دمِ نزع تشریف لائے بنے گی

چھپے گا نہ یوں تو کبھی مہرِ محشر
تُمھیں رُخ سے پردہ اُٹھائے بنے گی

ہر کوثر ای کیف مجھ بادہ کش کو
اُنھیں رحم کھا کر پلائے بنے گی

تمت بالخیر

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس تنتھلی ضلع سان

مفید و فیض یہ سال ہی ہر اک بشر کو لیے
بشیر نے جو یہ لکھا رسالۂ اخلاق

طلب کرے کوئی تاریخ اگر لطیف اس کی
تو کہہ کہ ہی یہ نرالا رسالۂ اخلاق

۱۳۴۰ھ

اصلِ[۱] کتاب پر اہلِ مطابع کی پُرجوش تعریفیں

(گھرانوں اور اُستادوں کے لیئے)

(۱) دی ریمز ہارن - گھر بار کے حلقے میں اتوار کے دن ایک دل چسپ اور علم افزا خواندگی -

(۲) آگز برگ ٹیچر - زبان اور طرزِ ادا سادہ اور مُوثر - آنکھ اور کان کے رستے سے دل و دماغ تک پونہچنے کے لیئے ڈاکٹر سٹال وہ طریقہ برتتے ہیں جو بہتر سے بہتر متعلم کا دماغ میں علم پونہچانے کا ہو سکتا ہی - یہ کتاب بکار آمد اُمور کی رہنما ہی اور اُن لوگوں کے غور اور توجہ کے قابل ہی جو بچّوں کو سنڈے سکول کے دن گرجا کے حالات باتوں ہی باتوں میں گھر پر سمجھانا چاہتے ہیں -

(۳) وزلین متھڈسٹ - یہ وعظ ہر شخص کے لیئے جو بچّوں سے دل چسپی رکھتا ہی ہر حال میں تلقین کرنے والے ہیں - وعظ دل آویز ہیں اور ان کی اشاعت نے بچّوں کی تعلیم اور اصلاحِ حال کا ایک نیا باب کھول دیا ہی - یہ کتاب ایک عمدہ مقصد، سادہ طریقے پر وعظ کہنے اور حضرت مسیح کے عجیب واضح کلام کو از سرِ نو تازہ کرنے میں بکار آمد ہو گی -

۱ اصل کتاب پر جس قسم کے پسندیدہ خیالات کا اظہار مختلف المذاق اہل الرائے نے کیا ہی ہم نے اس کا ترجمہ بہت احتیاط سے لفظی کیا ہی - میرا تصرف اس میں کچھ بھی نہیں - غرض اس سے یہ ہی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کتاب کس پایہ کی ہی - میری کتاب بھی اُسی اصل کی نقل ہی فرق صرف کوشش کا ہی وہ انگریزی لباس میں ہی یہ ہندوستانی وہ ڈاکٹر سٹال کی زبان کے نکلے ہوئے الفاظ ہیں

(باقی بصفحۂ آیندہ)

بچّوں کے لیئے خاص کر موزوں

(۴) ٹائمز۔ بوسٹن۔ اس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر سٹال کو ایک خوش آیند ملکہ بچّوں کے سامنے واقعات کو نہایت متین راستی کے ساتھ ایسے ڈھنگ سے پیش کرنے کا حاصل ہی جس سے بچّوں کو بڑی دلچسپی ہوتی ہی۔

(۵) سنٹرل پریس بی ٹیرین۔ اس چھوٹی سی کتاب میں بچّوں کے لیئے

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ۔ اور یہ فقیر حقیر بشیر کی ژولیدہ بیانی ہی۔ اُس کی جڑ عیسائیت ہی اور اس کی اسلام وہ انجیلِ مقدس سے کوٹ کرتے ہیں اور یہ قرآنِ پاک سے۔ ہم دونوں کو خدا ہی کا کلام اور منزل من اللہ مانتے ہیں غرض رُوحِ رواں دونوں کی ایک ہی ہی۔ دنیا کے تمامی ادیان میں اسلام ہی ایک مذہب ہی جو عیسائیت سے بہت اقرب اور اشبہ ہی۔ پس سچ پوچھیئے تو جو بات انگریزی نسخے میں ہی وہی اس میں بھی ہی بلکہ مع شیٔ زائد نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ اگر وہ کتاب مطبوعِ طبائع ہی تو اس کو بھی یہی خلعت ملنا چاہیئے۔ دو اور دو چار ہی ہوتے ہیں پانچ نہیں ہوتے۔ ۱۲ من المؤلف۔ نوٹ نمبر (۲) صفحۂ گزشتہ۔ یورپ میں خاص مذہبی تعلیم کے لیئے یہ طریقہ ہی کہ اتوار کے دن بچّوں کو نری مذہبی باتیں بتلائی جاتی ہیں اور یہی سنڈے سکول ہی۔ ہندوستان میں مذہب کی طرف سے ایسا تغافل اور تساہل ہی کہ مذہبی تعلیم کا کسی کو بھی خیال نہیں۔ حتّٰی کہ بچّوں پر نماز تک کی بھی تاکید نہیں کی جاتی اور انگریزی تعلیم کے پیچھے قرآن تو گویا اُٹھ ہی گیا۔

(باقی بہ صفحۂ آیندہ)

عمدہ مواعظ کے اچھے نمونے ہیں اور یہ کتاب کثرت سے اشاعت کے قابل ہے

(۶) کرسچین آبزرور - یہ چھوٹے چھوٹے پسندیدہ وعظ نمونہ ہیں تیز بیدنی اور اختصار کا جو آنکھ اور کان کے ذریعے سے بچّوں کے ننھے ننھے دلوں تک جا پہنچتے ہیں -

(۷) سنٹرل میتھڈسٹ - بچّوں سے بات چیت کا اس سے زیادہ عملی سلسلہ اس سے پیشتر ہم نے کبھی نہیں دیکھا - تمثیلیں سادہ اور زود اثر ہیں اور سبق قابلِ توجہ ہیں -

(۸) دی کرسچین انسٹرکٹر - یہ ایک عمدہ کتاب ہے اور طرزِ پسندیدہ پر ایسی مناسبِ حال ہے جو جوانوں کے دماغوں میں پہنچ کر صحیح اصول دل نشین کرتی ہے - زبان باوجود سادہ اور سریع الفہم ہونے کے اصلی خیال کو اس عمدگی سے بیان کیا ہے کہ طبیعت آسانی سے قبول کر لیتی ہے -

(۹) لوتھرین آبزرور - مضامین مناسبِ وقت اور تازہ ہیں - اشیاء (جن سے بحث کی گئی ہے) سادہ اور بڑی منہ سے بول رہی ہیں اور وعظ بجائے خود ایسے ہی جیسے کہ بچّوں کے واسطے ہونے چاہئیں - مختصر اور خوب واضح، دلچسپ اور عملی - لڑکے اور لڑکیاں مزے سے ان کو نگل لیں گے اور ہم کو بڑھاپے میں بچپنے کا مزہ یاد آجائے گا -

(۱۰) مسیحا ہیرلڈ - اس کتاب میں جو باب ہیں وہ یقیناً ایسے ہیں کہ

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ - سرکاری مدارس میں تو دینیات کی تعلیم کا نام نہیں اور ہے تو پادریوں کے ہاں مشن میں انجیل پڑھائی جاتی ہے بعض اسلامی مدارس میں دینیات کی تعلیم برائے بیت ہے جو ہوئی نہ ہوئی برابر - ۱۲ منہ

وہ بچّوں کی توجہ اور شوق کو جیت لیں گے۔ ہم کو اعتماد ہی کہ ڈاکٹر سٹال کو موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ٹھیک کُنجی ملی ہی اور ہم نہایت دلی شوق سے اُن کی کتاب کی سفارش کرتے ہیں۔

(۱۱) **لوتھرین کوارٹرلی**۔ بچّوں سے ایسے طریقے پر کام کی بات کرنا کہ جس میں اُن کا دل لگے بہت کم یاب ہی۔ ان باون مختصر وعظوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ ڈاکٹر سٹال میں یہ نادر وصف اعلیٰ پیمانے پر موجود ہی یہ بات نہ صرف اُن کے طرزِ بیان سے ظاہر ہی بلکہ مضامین اور اشیار کی تشریح سے بھی۔

(۱۲) **چرچ سٹی ٹائمز**۔ اس جلد میں مصنّف کا منشار یہ ہی کہ انجیل کے قدیم واقعات کو بچّوں کے سامنے اس طرز سے پیش کیا جائے کہ جو آنکھ کو اپنی طرف کھینچ لے۔ توجّہ کو منعطف کر لے۔ دل پر اثر ڈالے اور دل کو حضرتِ عیسیٰ کا اور راست بازی کا گرویدہ کر دے۔ بچّوں کے روحانی شہر میں آنکھ اور کان کے دونوں دروازوں سے حملہ آور ہو کر داخل ہونے کا قصد کیا ہی اور جو تصویریں[1] دی ہیں وہ دلچسپ ہیں۔ راست بازی کی تعلیم بہت سادہ طریقے پر دی گئی ہی اور اغلب ہی کہ جو اثر مترتب ہوگا وہ دیرپا ہوگا۔

(۱۳) **بوسٹن ٹائمز**۔ ہر شخص سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بچّوں کے سامنے

---

[1] چونکہ اس کتاب کا زیادہ تر تعلق امور مذہبی سے ہی اس ڈر کے مارے تصویریں نہیں دیں کہ مذہب اسلام میں تصویروں کا استعمال ممنوع ہی۔ اس کمی کو توضیح مطالب سے پورا کیا گیا ہی اور حتی المقدور کوشش کی گئی ہی کہ بیان ایسا صاف صاف ہو کہ اس کی تصویر جو سامنے کھڑی ہو جائے۔۱۲۔ من المؤلف

ستین سچائی کی باتوں کو ایسے طریقے پر بیان کر سکے جس میں بچوں کا دل لگے کیوں کہ بچوں سے گفتگو کرنے یا اُن کے واسطے کچھ لکھنے کے لیئے ایک خاص قسم کی قابلیت درکار ہی لیکن اس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر سٹال میں اس امر کے انصرام کی پسندیدہ قابلیت ہی۔ مصنف کا مقصد بچوں کے دلوں میں اس قسم کی تخم پاشی کرنے کا ہی جس سے راستی اور محبت۔ شرافت اور حق پسندی اور تمام وہ صفاتِ حسنہ جو ایک لڑکے کو مردانہ اور لڑکی کو اچھی عورت اور ساتھ ہی خدا سے محبت والا بچہ بنا سکتی ہیں اُن میں مرتکز ہو جائیں۔ (نیو انگلینڈ کے بچوں کی طرف سے)

(۱۴۸) خط نوشتہ مسز اے۔ بی۔ ڈاٹ۔ ہوس ہڈ و قصبۂ ولنگٹن۔ کانک ٹی کٹ۔ صاحبِ محترم آپ نے جو کتاب بچوں کے لیئے چھوٹے چھوٹے وعظوں کی چھپوائی ہی اُس کے لیئے میرے سکول کی طرف سے میں آپکا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ میں بطور فرائض کی مشق کے یہ وعظ سکول کے بچوں کو سنایا کرتی ہوں اور اکثر بچوں کی زبان سے اس قسم کی باتیں سُنا کرتی ہوں "کیا اچھا ہو کہ یہ مصنف ہوس ہڈ و آجائیں"۔ "کیا اچھا ہو کہ ہم اُن کی زبان سے سُنیں"۔ "اے کاش ہمارا اُن کا ملنا ہو جاتا تو ہم ان وعظوں کے لکھنے پر اُن کا شکریہ ادا کرتے"۔ "کیا آپ بذریعۂ تحریر اُن کا شکریہ ادا کر دیں گی؟" وغیرہ وغیرہ اور اسی وجہ سے میں آپ کو لکھنے پر آمادہ ہوئی اور اُن کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ہوس ہڈ و مشرقی

کانک ٹی کٹ میں ایک چھوٹا سا دیہاتی مقام ہی اور میں آپ پر اس امر کا اظہار کرنا چاہتی ہوں کہ دیہات کے بچے بھی آپ کی کتاب سے ایسے ہی مستفید ہوتے ہیں جیسے کہ شہر کے اور مجھے بڑی مسرت ہی کہ آپ کی کتاب کا ایک نسخہ مجھے دستیاب ہوگیا - میں اللہ تعالیٰ کا بڑا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اُس نے کسی شخص کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اُس نے ایسے دلچسپ وعظ اَور خوب صورت مادّی سبق لکھے - (زیادہ حدِ) ادب

واعظوں کے لیئے ایک مفید کتاب

(۱۵) رفارمڈ چرچ مسینجر - جن واعظین کو بچوں کے لیئے مُشیر اور بکار آمد مضامین کی تلاش ہو اُن کے لیئے یہ کتاب بکار آمد اَور مُشیر دونوں ہی -

(۱۶) گاسپل مسینجر - ایک معمولی سمجھ کے واعظ کے لیئے اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرنا اُس میں ایسی قابلیت پیدا کر دے گا کہ وہ بچوں کی سمجھ کے موافق وعظ کہہ سکے -

(۱۷) کرسچین سٹیٹسمین - اس چھوٹی سی کتاب کی ہم اس سے زیادہ تعریف نہیں کر سکتے کہ تھوڑی سی دیر اس کتاب کو مطالعہ کرنے سے ہم کو بچوں کو ہر شام وعظ کرنے کے لیئے نصف درجن مضامین ہاتھ لگ گئے یہ کتاب نہایت مفید ہی اور رُوحانی اور قلبی تزکیہ کے لیئے مفرح ہی -

(۱۸) کرسچین سکریٹری - وعظوں کی اس چھوٹی سی کتاب کے دیکھنے سے ناظرین پر کھل جائے گا کہ ڈاکٹر سٹال کس دانائی سے ہر مضمون کو

لیتے ہیں اور کس طرح وہ اخلاقی اور مذہبی سبق دیتے ہیں۔ یہ کتاب پادریوں کو کام کرنے کے وہ طریقے سمجھاتی ہے جس سے بچّے سبت کے دن کی نماز سے اَور زیادہ قریبی تعلق پیدا کریں۔

(۱۹) کرسچین اِنڈِورورلڈ۔ آنکھ اور کان کے دروازوں میں سے بچّوں کے رُوحانی شہر میں داخل ہونے کا عمدہ، پسندیدہ اور بے روک ٹوک رستہ مصنّف دانش مندی کا پتلا ہے۔ اس کتاب کی دفتیوں کے مابین ایک سطر بھی دل چسپی سے خالی نہیں۔

(اور حوصلہ افزا کلمات)

(۲۰) ہرلڈ آف گاسپل لبرٹی۔ یہ وعظ اپنی طرز میں پسندیدہ اَور بکار آمد ہیں۔ ہم نے اس جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

(۲۱) دی اَیڈوانس۔ ان وعظوں کا طرز ادا پُرجوش، واضح دل چسپ اور عملی ہے۔

(۲۲) مُجس اینڈ آتھرز۔ ڈاکٹر سٹال کے وعظ روزانہ زندگی کی چیزوں سے استنباط شدہ سبقوں کا ایک عمدہ عملی اور پُراثر نمونہ ہیں۔

(۲۳) نیویارک اِنڈِپنڈنٹ۔ جس زین میں ڈاکٹر سٹال نے قدم دھرا ہے اُس کے وہ ماہر ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس چھوٹی سی کتاب کے لکھنے میں اُنھوں نے کام یابی حاصل کی ہے۔ اُنھوں نے مادّی وعظ واضح اور پُرمغز طور پر بیان کیے ہیں اَور جس عمدگی کے ایسے مضامین ہمیشہ سے مستحق ہیں یہ بات اُن کو حاصل ہے۔

(۲۴) اِنٹر اُوشن شکاگو۔ یہ چھوٹے چھوٹے وعظ عجیب طور پر سبق آموز ہیں۔ مصنف نے بائبل کے طریقہ (تعلیم) کی طرف رجوع کیا ہے اور اُنھوں نے روزمرہ کی چیزوں کو منتخب کر لیا ہے جن سے ان سبقوں کا استخراج کیا ہے۔

(۲۵) ہرلڈ اینڈ پریس بی ٹرین۔ انجیل کے قدیم مکاشفات کو ایسے نئے طریقے سے بیان کیا ہے کہ وہ نظر کو اپنی طرف کر لیتے، توجہ کو اپنی جانب مبذول کراتے، دل پر اثر ڈالتے اور دل کو حضرت مسیح کا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

(۲۶) نیویارک آبزرور۔ تصویریں جو دی گئی ہیں وہ (دل پر) اثر ڈالنے والی ہیں اور جو حقائق بتلائے گئے ہیں وہ (ضروری اور) اہم ہیں۔ ان سے جو اثر مترتب ہوگا اغلب ہے کہ وہ دیرپا ہوگا۔

(۲۷) کرسچین ورک۔ ہمارے خداوند کے اقوال کی طرح، مصنف نے انجیل کے اہم مکاشفات کو ایسے آسان طریقے پر بیان کیا ہے جو پیر و جوان دونوں کی سمجھ میں آسکیں۔

(۲۸) وسٹرن ریکارڈر۔ یہ چھوٹے چھوٹے وعظ، برانگیختہ کرنے والے تمسخر آمیز، خیالی، کہانیوں سے (بالکل) پاک ہیں۔ مع ہذا پیر و جوان دونوں کے لیئے دلچسپ ہیں۔ اور یہ مختصر تقریریں بچوں کے لیئے قابل پسند ہیں۔

(۲۹) میتھڈسٹ ریکارڈ۔ مصنف نے، اُن اشیاء سے جن کو ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں، اقوالِ الٰہی کے طرز پر، انجیل کے بڑے بڑے مکاشفات کو ایسے آسان طریقے سے پیش کیا ہے کہ بڈھے اور جوان دونوں کی سمجھ میں آسانی سے آجائے۔

یہ کتاب ابھی چھپ ہی رہی تھی کہ فلیڈلفیا سے ۲۴ اگست ۱۹۱۶ء کا لکھا ہوا خط ۲۴ ستمبر کو آیا کہ ڈاکٹر شاٹ صاحب ۲۱ نومبر ۱۹۱۵ء کو انتقال کر گئے [illegible]۔ المؤلف

تقریظ[1] نوشتۂ عالی جناب مولوی سید محی الدین خاں صاحب دہلوی چیف جسٹس (پنشنر) ہائی کورٹ سرکارِ عالی آصف جاہ نظام الملک خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

مولوی بشیر الدین احمد صاحب کی شمعِ ہدایت میں نے دیکھی جس خوبی کے ساتھ انھوں نے ڈاکٹر سٹال کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے، قابلِ تعریف ہے۔ عموماً ترجموں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو مضامین غیر زبان میں ہیں اُنھیں اپنی زبان میں اس خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیا جائے کہ اپنی زبان کی انشا پردازی میں نہ کوئی نقص پیدا ہو نہ مضامین کے مفہوم میں کوئی تغیر ہو اور یہ ضرور نہیں ہے کہ کوئی مضمون یا جزوِ مضمون نہ ترک کیا جائے نہ سہولتِ طلبا یا اُن کی دل بستگی کے لیے کچھ ازدیاد نہ کی جائے۔ صرف اس کا لحاظ ضرور ہے کہ کتاب کا مقصود فوت نہ ہو۔ عموماً وہ ترجمے جو بلا لحاظ اُمورِ مذکورہ محض لفظی ہوتے ہیں اُن میں بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ دوسری زبان میں طلبا کو کتابِ مترجمہ کے مضامین ہی کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جس سہولت کے ساتھ اصل کتاب میں باوجود غیر زبان کے مضامین سمجھ میں آ سکتے تھے۔ ترجمے میں اُن مضامین کا سمجھنا غیر زبان کی دقّت سے بھی بڑھ کر دقّت طلب ہو جاتا ہے اور بے ترتیبیِ عبارت کی وجہ سے ترجمے سے تنفّر پیدا ہو جاتا ہے خصوصاً جب کہ کتاب کسی غیر مذہب کے شخص کی مصنفہ ہو اور مذہبی رنگ میں اور ترجمہ کسی ایسی قوم یا فرقے کے لیے کیا جائے جس کا مذہب مصنف کے مذہب سے مختلف ہو تب اگر مترجم ترجمے میں ضروری تصرفات نہ کرے گا تو

[1] یہ ریویو میرے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہے کیوں کہ ایسے عالمِ باعمل اور مصنفِ کتبِ کثیرہ کی (باقی بصفحۂ آئندہ)

اُس کے ترجمے کا نتیجہ منعکس برآمد ہوگا - اس لیے کہ اُس نے جس قوم یا فرقے کے فائدے کے لیے ترجمے کی تکلیف گوارا کی ہے وہ اُس سے بجائے مستفید ہونے کے متنفر کریں گے اور مترجم کی محنت ضائع جائے گی - لائق مترجم نے اس ترجمے میں جس خوبی کے ساتھ تصرفات کیئے ہیں وہ نہایت پسندیدہ اور مفید ہیں - اُنھوں نے نصوصِ قرآنی سے مسائل کو ثابت کیا ہے اور یہاں جہاں مناسب تھا مسائل کی تائید میں اشعار درج کیئے ہیں - مضامین کے لحاظ سے واقعی یہ بہت مفید کتاب ہے جس کا چالیس مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے لیکن اہلِ زبانِ اُردو اب تک اس کے فوائد سے محروم تھے - گو کثیر التعداد انگریزی مترجمہ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے انگریزی داں اشخاص کو انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کی طرف

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ - قلم سے نکلا ہے جس کا شہرہ دلّی سے دکن تک ہے گو آپ بہت کم سخن، اور گوشہ نشین ہیں مگر تبحرِ علمی اور فضل وہ چیز ہے کہ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ - میں آپ کی تعریف کیا کر سکتا ہوں مگر ہاں یہ کہ ان چند سطروں کو اپنی محنت اور کاوش کا صلہ سمجھ کر سر پر رکھ لوں گا تو بھی بارِ منت و احسان سے سبک دوش نہیں ہو سکتا - مولوی صاحب معز کی پسندیدگی اور قدردانی نے میری اس ناچیز کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں - کیا عجب ہے کہ ایسے ہی بزرگوں کی دعائے برکت سے یہ سعی مشکور اور یہ چند اوراق مقبولِ خاطرِ انام ہو جائیں - ۱۲ (من المؤلف)

توجہ ہی لیکن زیادہ اس قسم کے ترجمے ناولوں ہی کے نظر آتے ہیں۔ ایسی کتابوں کے ترجمے کم ہیں جو علوم سے متعلق ہوں یا بچوں کی تعلیم سے متعلق ہوں۔ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس قسم کے اشخاص کو ہندوستانی بچوں کی تعلیمی اصلاح کی طرف توجہ کم ہی۔ ڈاکٹر سٹال کی کتب کے فوائد سے اہلِ اُردو اب تک محروم تھے۔ حالاں کہ مختلف اقوام کی چالیس زبانوں میں اُن کی کتابوں کے ترجمے ہو چکے جس سے اُن کی کتابوں کے مفید ہونے کا اندازہ ہو سکتا ہی۔ مگر مترجمانِ ہندوستانی کی توجہ اس وقت تک بھی اُن کی کسی کتاب کے ترجمے کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ سب سے پہلے مولوی صاحب ہی کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور اُنھوں نے اہلِ ہند کی غفلت کا الزام رفع کرنے کے لیئے ڈاکٹر موصوف کی بعض کتابوں کا تذکرہ خوش اسلوبی کے ساتھ ترجمہ کیا اور خاص طور پر اُن کتابوں کو مسلمانانِ اہلِ ہند کے لیئے مفید تر کر دیا جو عام طور پر اہلِ ہند کے لیئے مفید ہوں گی خصوصاً یہ **شمعِ ہدایت** جو تہذیبِ نفس کے لیئے بہت مؤثر مضامین پر مشتمل ہی اور اس سے استفادہ مسلمانانِ ہند کا کام ہی۔ لائق مترجم اپنی عام ہمدردی جو اُنھیں اپنے اہلِ وطن کے ساتھ ہی اس خدمت کے ساتھ پوری کر چکے جو سمجھ دار لوگوں کے نزدیک بہت قابلِ قدر ہی۔ عام طور پر غیر زبانوں سے ترجمہ ہی کوئی معمولی کام نہیں ہی بلکہ غیر زبان کے کسی مضمون کا اُردو میں ایسا ترجمہ جس سے وہ مضمون ویسا ہی رہے جیسا کہ غیر زبان میں تھا

از حد مشکل امر ہے۔ اور پھر اُن قیود کے ساتھ جن کا اُوپر ذکر ہے اور جن کی پابندی کے ساتھ لائق مترجم نے عمل کیا ہے، بہت ہی مشکل کام ہے جس کے لیئے خاص قسم کی فہم وفراست اور معلومات درکار ہے۔ اور اس طور پر کسی کتاب کا مرتب کرنا سخت محنت کا کام ہے جس کے لیئے محض نفع عام کے لیئے آمادہ ہو جانے والے اشخاص اس وقت بہت کم ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ وطن مولوی صاحب کی ان خدمات کی دل سے قدر کریں گے اور "شمع ہدایت" سے توجہ کے ساتھ استفادہ حاصل کریں گے۔ فقط۔ دہلی۔ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۲۱ ع۔

تقریظ وقطعۂ تاریخ تحریرِ بے نظیر از صریرِ مولوی حکیم سیّد ناصر نذیر صاحب فراقؔ نبیرۂ حضرت خواجہ میر درد محمدی رحمۃ اللہ علیہ

لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اَور

دیکھنے میں اُردو کا ذخیرۂ لٹریچر بہت بڑا ہو گیا ہے مگر غور کیجیئے تو خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا ہے کیوں کہ اس زبان میں نظم ونثر کے جوہر دکھانے والے اکثر مجھ جیسے کم استعداد لوگ ہیں جنھیں کچھ پُرانی فارسی یا معمولی عربی آتی ہے۔ "مُلّا کی دَوڑ مسجد تک"۔ جب لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہی لکھتے ہیں جیسے پُرانے

ملے جو دوست ہی نہیں منہ پہ کہنے والا بھی ہو۔ سگا بھائی بھی ہو کوئی رکھتا ہے ہمت اس کی
لئے طالب ہے۔ آپ کا روپ ہے ہرچہ از دوست می رسد نیکوست۔ ہوئے سر آنکھوں پر۔ مگر
جس دم ہو ... گا ... در ہنرے داری و صد گونہ عیب ✤ دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر ۱۲

(من المؤلف)

اُدھر اُن کے مضمون وحدۃ الوجود یا مجازی معشوق کی زلف و کمر کے اُلجھے ہوئے
قصے اُن کی قلم سے نکلتے ہیں جنھیں سوائے کفریات اور واہیات کے کچھ کہا
نہیں جاتا اور بالفرض اگر اُونچ کی لیتے ہیں تو اُن کے وہ مکاشفات بالکل
بے سود اور عبث ہوتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ہم نے بڑا ہدف مارا۔ اسی سبب سے
اُن کی تصنیف و تالیف نکمی ہوتی ہے۔ کُتب خانوں اور لائبریریوں میں
جگہ نہیں پاتی کیوں کہ فی زمانا جیتے جاگتے اور بکارآمد علوم و فنون کے خزانے
انگریزی زبان میں مہیا ہو گئے ہیں اور ہم اس سے محروم ہیں۔ مگر جو حضرات
ہم میں سے انگریزی اور یورپ کی متعدد زبانیں اَور اُن ممالک کے علوم کے
ماہر ہیں اُن میں سے بیشتر کو اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ لاؤ ہم اپنی قوم کے
لیے اُردو میں مغربی کمالات کا ذخیرہ فراہم کر کے ان کی جہالت کی تیرگی اور
تاریکی کو دُور کریں اور جن ایسے اصحاب نے ادھر توجہ فرمائی ہے اُن کی
ہندوستان سے لے کر لندن اور فرانس تک دھوم ہے۔ اخوی المعظم جناب
مستطاب مولٰنا **بشیر الدین احمد** صاحب، ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔
(لندن) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر) پنشنر سرکار **آصف جاہ نظام دکن**
بھی انھیں لائق آدمیوں (مصنفین) میں سے ہیں جو بادۂ فرنگ کے میخانہ نوش
ہیں۔ کون کہہ سکتا تھا کہ سر سیّد علیہ الرحمہ کے بعد **آثار الصنادید** سے
اچھی دہلی کی دوسری **تاریخ** کوئی لکھ سکے گا مگر مولٰنائے ممدوح نے

ہمارے اس زعم کو باطل کردیا اور دی آنریبل مسٹر ڈبلیو - ایم ہیلی صاحب
چیف کمشنر صوبۂ دہلی کی فرمایش سے دہلی کی اتنی مبسوط تاریخ لکھ دی کہ
اگر اسے بحرِ ذخار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور اس کا سبب خاص وہی انگریزی
زبان کی دستگاہ اور قابلیت ہے - سینکڑوں انگریزی انگلش ہسٹریز اور کتابیں
اُلٹ ڈالیں اور ہمارے لیئے اُردو میں ذخیرے کا ایسا محل بناکر کھڑا کردیا
جس کے کنگورے اور ممٹیاں چرخِ اطلس سے جالگیں اور برٹش گورنمنٹ
نے پسندیدگی کے بعد مولٰنا دام مجدہٗ کو اس کے صلے میں ایک ہزار روپیہ
نقد بطورِ اعزاز مرحمت فرمایا - اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ - اس سے بڑھ کر
میرے دعوے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے علٰی ھٰذَا الْقِیَاس خدا انھیں
جیتا رکھے کہ مولٰنا اُردو زبان میں نت نئی اور ایسی بکار آمد کتابیں لکھتے ہیں
جو ہمیشہ اکسیر اور کیمیا کا کام دیں گی - امریکا کے مشہور پادری ڈاکٹر مشال
نے انگریزی میں ایسی ایک کتاب لکھی ہے جس میں مذہبِ عیسوی کے نقطۂ نظر سے
اشیاء کی مادی شہادت سے مختلف مسائل کو ثابت کر دکھایا ہے - آپ نے
اُسے دیکھ کر اسلام اور اسلام کی جزئیات کو اس عالم کے سامانوں سے ایسا
مدلل کرکے دکھایا ہے کہ پڑھنے اور سمجھنے والے کے مُنہ سے بے اختیار آفریں
نکل جاتی ہے - سچ پوچھیئے تو مولٰنائے موصوف نے مذہب کے لیئے ایک
جدید فلسفہ ایجاد کیا ہے - اگرچہ آپ اس کتاب میں بچوں سے مخاطب ہوئے ہیں

نگر احسان ہم سب نیچے والوں پر کیا ہے - اس کتاب کا نام آپ نے شمع ہدایت بالکل بجا رکھا ہے کیوں کہ اسم با مسمّٰی ہے - مجھے یقین ہے کہ اس کی روشنی صوفیوں اور سالکوں کے دلوں پر بھی پڑے گی - ہم لوگوں پر واجب ہے کہ اس کتاب کی قدر اور صاحب کتاب دام مجدہٗ کی تحسین کریں کہ حضرت بالفعل ہمارے لیے تصانیف کا سلسلہ جاری رکھیں - اب اس کتاب کی چھوٹی سی ایک تاریخ بھی پیش کرتا ہوں ؏ گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعہ

میرے بھائی بشیر الدین نے چھاپا شمع ہدایت آج
دن کی جیسی بے شک روشنی پھیلے گی اس رات میں آج
تصنیف ہے جن کی یہ تازہ، تعریف میں اُن کی لکھوں کیا
کامل ہیں ہر علم و ہنر میں، یکتا ہیں ہر بات میں آج
لکھتے ہیں وہ جتنی کتابیں، گنجِ معانی ہوتی ہیں
مثل نہیں ہے کوئی اُن کا، واقعی تصنیفات میں آج
یہ طرفہ رسالہ لکھا ہے، کیا ڈھنگ نرالا رکھا ہے
ہیں اس میں دلائل لاثانی، سب مذہب کے اثبات میں آج
اسلام کو زینت دی اس سے، اسلام کو قوت دی اس سے
اتنی کوشش کرتا ہے کوئی کب، بھلا مافات میں آج

جب اس کے نورِ کرامت سے ہی جگمگ جگمگ ملکوں میں
تاریخ فراق اس نسخے کی ہی "شمع ہدایت ہات میں آج"
۱۳۳۰ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی فاضل محمد فضل ستار صاحب لااُبالی امروہوی عفا عنہ

منوّر ز شمعِ ہدایت نمودہ ✤ بشیر آں ادیبے است روشن کلام
دماغ و دل و جانِ اطفالِ گیتی ✤ منوّر مکارم، ضوِ خلقِ عام
بگو لااُبالی بسالِ طباعت ✤ کہ "پُر نور شمعِ ہدایت مُدام"
۱۳۳۹ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس قصبۂ تھلی ضلع سارن

مژدہ باد و مژدہ باد و مژدہ باد ✤ چھپ رہی تھی جو کتاب اب چھپ چکی
ابتدا سے انتہا تک سر بسر ✤ اس میں ہی اخلاق کی شائستگی
ہی وہی اخلاقِ اسلامی مگر ✤ قابلِ داد اس کی ہی پیرائگی
کیوں نہ ہو اس کے مصنف کون ہیں ✤ ہیں بشیر الدین احمد دہلوی
جن کے دم کی شرق سے لے تا بغرب ✤ خلق میں پھیلی ہوئی ہی روشنی
ایک درجن سے بھی افزوں غالباً ✤ ان کی تصنیفات ہیں چھوٹی بڑی

لطف اس پر یہ کہ پڑھتے جائیے جی نہیں بھرتا کسی سے واقعی
جب نہیں خستہ دلی تیری لطیف قابلِ تعمیلِ فرمایش رہی
غیب سے آئی ندا تاریخِ طبع ہے "نصیحت بے بہا اخلاق کی"

۱۳۴۰ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب صوفی عبدالرشید صاحب
المخاطب بہ رشید اللہ شاہ چشتی النظامی اشرفی
(کرت پوری)

زہے وحیدِ زماں مولوی بشیر الدیں خدا اسے پاک کرے اس کا تم کو اجر عطا
لکھی ہے خوب ہی تحقیق سے تمام کتاب یہ گم رہوں کے لیئے واقعی ہے راہ نما
رشید فکر میں تاریخ کے جو تھا ناگاہ کہ آئی ملہمِ غیبی کی یک بیک یہ ندا
یہ فی البدیہہ تو لکھ دے کہ تیرہ چشموں کو
دکھائی شمعِ ہدایت نے ایک راہِ ضیا

۱۳۳۹ھ

تقریظ و تاریخ از مجتبیٰ محمد اسحاق صاحب ابنِ جناب مولوی محمد امیر قریشی۔ خواہر زادہ و دامادِ میرزا خورشید عالم ابنِ میرزا فتح الملک ابن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ دہلی

ہست ایں شمعِ ہدایت بہرِ دانا روشنی بہرِ نابینا، ہم از بہرِ بینا روشنی

ہر کہ در راہِ خلائق روشنی افروختہ ... پیشِ راہِ خود نہادہ روزِ فردا روشنی

روشنیِ شمع باشد تا بحدِ خود محیط ... زیں شمع در ہر دو عالم گشت پیدا روشنی

از سیہ قلبی شبِ دیجور بودہ تنگ دل ... یافت از شمعِ ہدایت لیلِ یلدا روشنی

پیش ازیں گاہے ندیدم اینچنیں روشن کتاب ... شمس گویم یا قمر یا آنکہ عنقا روشنی

آمدہ روشن چو شمعِ مہر و مہ در روز و شب ... نے قمر نے شمس یارب ایں چہ بیضا روشنی

کور با ضیا چراغاں شد ز فیضش آنجناب ... افگند مہتاب در امواجِ دریا روشنی

کردہ باطل ایں مثل را سایہ در زیرِ چراغ ... ای کسے دیدہ چنیں شمعے کہ در پا روشنی

بسکہ از فیضِ عمیمش روشنی اندر جہاں ... چوں شعاعِ شمس آمد یا سراپا روشنی

اسم آمد با مسمّیٰ از بشیر احمد کتاب ... بہرِ دنیا روشنی ہم بہرِ عقبیٰ روشنی

ہم عقائد ہم ادب ہم تربیت علم و عمل ... ضبط کردہ تا بود در دین و دنیا روشنی

ایں عجائب وصف در دے داشتہ ابن نذیر ... بہرِ طفلاں بہرِ پیراں بہرِ برنا روشنی

قلبِ ہر مومن منوّر شد ازیں شمعِ ہدیٰ ... باد تا روزِ قیامت ایں دل آرا روشنی

ای بشیر الدین احمد زندہ باشی تا ابد ... مرحبا صد مرحبا آوردی زیبا روشنی

سالِ تاریخش بگو اسحاق روشن تر زما ... اعنی آں شمعِ ہدایت عالم آرا روشنی

۱۹۲۱ھ

بعد ازیں دستِ دعا بردارم از بہرِ بشیر ... باد در جنت مقامش قصرِ اعلیٰ روشنی

بے حساب از بہرِ خود می خواہم ای ربِّ غفور ... جنتِ فردوس و دیدارت کہ یکتا روشنی

تمام شد

	قیمت	محصول
(۱۴) محصنات۔ دو شادیاں کرنے کی خرابیاں۔ نہایت دلچسپ قصہ	۱۲؍	۵؍
(۱۵) ایامیٰ۔ بیواؤں کی دُکھ بھری کہانی خود اُن کی زبانی۔ نہایت دلچسپ	۱۲؍	۵؍
(۱۶) رویائے صادقہ۔ خواب کے پیرائے میں تمامی مذاہب پر دلچسپ بحث کے بعد اسلام کی حقانیت کو پوری طرح ثابت کیا ہے۔ قصے کا قصہ اور نصیحت کی نصیحت	۱۲؍	۵؍
(۱۷) ابن الوقت۔ انگریزی وضع اور طرزِ معاشرت ہندوستانیوں کو کیسی نقصان دہ ہے۔	۱۲؍	۵؍
(۱۸) موعظۂ حسنہ۔ باپ کی تعلیم بیٹے کو۔ ایک مکمل اور مفید لٹریچر۔ اصلی خطوط	۱۲؍	۵؍
(۱۹) منتخب الحکایات۔ بچوں کے لیے چھوٹی مفید اور نتیجہ خیز کہانیاں (۲۰) چند پند۔ بچوں کے لیے عمدہ عمدہ نصیحت آمیز مضامین	فی جلد ۸؍	۳؍
(۲۱ تا ۲۳) صرفِ صغیر (فارسی زبان کی سلیس گرامر) نصابِ خسرو۔ طرز جدید کی خالق باری۔ رسم الخط۔ املا اور انشار کے ضروری قواعد نوآموز بچوں کے لیے فی جلد	۶؍	۳؍
(۲۴) مبادی الحکمت۔ منطق کا رسالہ بہت سلیس اُردو میں	عہ؍	۴؍
(۲۵) مایعنیک فی الصرف۔ عربی زبان کی گرامر سلیس اُردو میں	۱۳؍	۴؍
(۲۶) لکچروں کا مکمل مجموعہ۔ دو ضخیم جلدوں میں۔ جن میں (۴۴) لکچر ہیں	؏	عہ؍
(۲۷) مطالب القرآن۔ کلام مجید کی تفسیر کا حصہ اوّل جو مصنف کی وفات سے ناکمل رہ گیا	عہ؍	۴؍
(۲۸) امہات الامہ۔ ازواجِ مطہرات حضرت رسولِ مقبول کے حالات بعد ترمیم زیرِ طبع	۱۲؍	۵؍

نوٹ

ہمارے ہاں سوائے میرے والد مرحوم اور میری کتابوں کے دوسری کتابیں فروخت نہیں ہوتیں۔ قیمت جو کم سے کم ممکن تھی وہی لگائی گئی ہے۔ تجار یا تھوک خریدار کمیشن کی شرح لکھ کر طے کریں